امام الانبیاءﷺ کی سیرتِ طیبہ اور صفاتِ قدسیہ کے تابناک پہلوؤں کو اُجاگر کرنے والا ایک نوشتہ

محمد رسول اللہ

مصنف: ہارون یحییٰ

ترجمہ نگار :

محمد افروز قادری چریا کوٹی

فہرست مضامین

دو باتیں

عصر حاضر میں سادہ لوح عوام خصوصاً نوجوان طبقہ بہت سے اَداکاروں اور فن‌کاروں کو ”رول ماڈل“ کے طور پر قبول کر کے اُن کے عادات و اَطوار اور لباس و گفتار کو اپنا کر اُن کی سی زندگی گزارنے میں فخر محسوس کر رہا ہے اور اسی روشِ پر سرپٹ بھاگا جا رہا ہے؛ حالاں کہ ایسے لوگوں کی بھاری اکثریت بذات خود راہِ راست پر نہیں اور اُنھیں سچے اخلاق و کردار کی ہوا تک نہیں لگی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو (اپنے حقیقی ماڈل) حضورِ اقدس ا کے اُسوۂ حسنہ پر چلنے کی ضرورت ہے جو ختمی مرتبت بن کر بنی نوعِ انساں کی رشدوہدایت کے لیے اس عالم رنگ و بو میں مبعوث ہوئے۔ آپ کی ذاتِ بابرکات آخری وحی الٰہی کے اعلیٰ اخلاقی تقدس کی زندہ جاوید مثال تھی۔ آپ برگزیدۂ پروردگار اور محبوبِ کردگار بن کر جلوہ افروز ہوئے اور انسانیت کو حقیقی معراج سے سرفراز فرمایا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سچائی کو درجِ ذیل آیت کریمہ میں یوں بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللهَ وَ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَ ذَكَرَ اللهَ كَثِيْراً o

فی الحقیقت تمھارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی اُمید رکھتا ہے اور اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ (سورۂ اَحزاب: ۲۱/۳۳)

پیغمبر اسلام کو اپنے سر کی آنکھوں سے نہ دیکھ پانے کی حسرت کے باوجود ہم آپ کے مثالی کردار، اقوال و اعمال اور اُسوۂ حسنہ کو آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی کی روشنی میں جان سکتے ہیں، اور اپنے

نہاں خانۂ دل میں انھیں اُتار سکتے ہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ اُخروی زندگی میں قربِ نبوی پانے کے لیے اُن کے نقشِ قدم کی پیروی حتمی اور ناگزیر ہے۔

اس کتاب کو منصہ شہود پر لانے کا مقصدِ وحید بجز اس کے کچھ نہیں کہ پیغمبر اسلام اکی سیرت طیبہ، خلق عظیم، اور بے مثال کردار پر غائرانہ روشنی ڈال کر اخلاقِ نبوی کے مختلف پہلوئوں کو اُجاگر کیا جائے اور دنیا کو صحیح معنوں میں آپ اسے متعارف کرایا جائے۔ (اور اللہ ہی توفیق بخشنے والا ہے)

قرآن کا فرمان عظمت نشان ہے: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور سب انبیا کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں۔ (سورۂ احزاب: ۳۳/ ۴۰)

انسانیت کی ہدایت کی خاطر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں بن کر جلوہ گر ہوئے۔ آپ آخری وحی الٰہی کے عظیم اخلاقی کردار زندہ نمونہ بن کر تشریف لائے۔ آپ محبوب سبحانی بھی تھے اور تقرب الی اللہ کے اعلیٰ منصب پر فائز بھی؛ لٰہذا آپ نے لوگوں کو رشد و ہدایت کی راہ پر گامزن فرمایا۔ نیز آپ خلیفۃ اللہ، برگزیدۂ بارگاہ، اور مومنین کی قلوب کی دھڑکن بھی تھے۔ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ہم عنقریب آپ پر ایک بھاری فرمان نازل کریں گے۔ (سورۂ مزمل: ۷۳/ ۵)

اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک بھاری ذمہ داری عائد فرمائی، اپنے ایمان راسخ کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذمہ داری کو بدرجہ احسن سرانجام دے کر بنی نوعِ انساں کو جادۂ الٰہی اور دین اسلام پر گامزن ہونے کی دعوت دی۔ اور مومنین کی خاطر جادۂ ایمانی کو چراغاں فرمادیا۔ دیدار اور صحبت نبوی نصیب نہ ہونے کے باوجود احادیث نبوی اور قرآنی آیات کی روشنی میں ان کے مثالی کردار کو سمجھنے کی ہم از حد کوشش کرسکتے ہیں۔ آخرت میں قرب نبوی حاصل

کرنے کی خاطر ہمیں اپنی زندگی کے طور طریقوں کو ان کی سنت و شریعت کے سانچے میں ڈھالنا از حد ضروری ہے۔

عصر حاضر میں سادہ لوح عوام خصوصًا نوجوان طبقہ بہت سی نام نہاد شخصیتوں کو ''رول ماڈل'' کے طور پر قبول کرکے اُن کے عادات واطوار اور لباس و گفتار کو اپنا کر اُن کی سی زندگی گزارنے میں فخر محسوس کررہا ہے اور اسی روش پر سرپٹ بھاگا جارہا ہے؛ حالاں کہ ایسے لوگوں کی بھاری اکثریت بذات خود راہِ راست پر نہیں اور انھیں سچے اخلاق و کردار کی ہوا تک نہیں لگی ہوتی ہے؛ لہٰذا عوام الناس کو صداقت و سچائی، اخلاق حسنہ اور بہتر سلوک و کردار کی طرف متوجہ کرنا ہماری دینی اور اخلاقی ذمہ داری ہے۔ اہل اسلام کے لیے اخلاقِ حسنہ سے آراستگی اور سنت نبوی پر جادہ پیمائی نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

فی الحقیقت تمھارے لیے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونہ (حیات) ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ (سے ملنے) کی اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے۔ (سورۂ احزاب: ۲۱/۳۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح گزشتہ پیغمبرانِ الٰہی بھی مومنین کے لیے اخلاق و کردار کا نمونہ بن کر آئے تھے۔ قرآن میں اس کی شہادت یوں ملتی ہے:

بے شک ان کے قصوں میں سمجھ داروں کے لیے عبرت ہے، یہ (قرآن) ایسا کلام نہیں جو گڑھ لیا جائے بلکہ (یہ تو) ان (آسمانی کتابوں) کی تصدیق ہے جو اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں اور ہر چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت ہے اور رحمت ہے اس قوم کے لیے جو ایمان لے آئے۔ (سورۂ یوسف: ۱۱۱/۱۲)

اس کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد وحید یہ ہے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گوناگوں اخلاق و صفاتِ حمیدہ کے مختلف پہلوؤں کا تعارف کرایا جائے ؛جن اخلاقیات کو اپنانے سے قوم و معاشرہ خود بھی قلبی سکون پا سکے، اور دوسروں کو بھی اس رنگ میں رنگنے کی دعوت دے سکے۔ جیسا کہ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بیان فرمایا ہے:

بلا شبہہ میں تمھارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑے جارہا ہوں : ایک اللہ کی کتاب، دوسرے تمھارے نبی کی سنت۔ جب تک تم ان پر عمل پیرا رہوگے، راہِ راست سے بھٹک نہیں سکتے (۱)۔

گویا قرآن کریم اور سنت محمدی اہل اسلام کے دو سچے راہ نما ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جملہ بنی نوعِ انسانیت کے لیے نمونۂ کامل تھے، انھوں نے انسانیت کو زندگی گزارنے کی حقیقی حیثیتوں سے صحیح معنوں میں آگاہ کیا۔ اور ایک نبی ہی کو زیب دیتا ہے کہ وہ فرمائے:

میں اس لیے بھیجا گیا ہوں تاکہ اخلاق و کردار کی تعمیر و تکمیل کروں (۲)۔

نیز یہ کہ:

قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جنت کا حقیقی حقدار وہی ہے جس کے اخلاق و کردار اچھے ہوں (۳)۔

وہ اہل ایمان جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر جادہ پیما ہیں انھیں اپنے کردار و اخلاق میں طاق ہونے کی ضرورت ہے تاکہ دوسروں پر ان کی تبلیغ اثر انداز ہو سکے، اور وہ اوروں کو بھی اس اخلاق سے متّصف ہونے کی دعوت دے سکیں۔

قرآن میں صاحب قرآن کے اخلاقِ حمیدہ کا بیان

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اخلاقِ حسنہ کی سب سے اعلیٰ منزل پر فائز قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

نون۔ قلم کی قسم اور اس (مضمون) کی قسم جو (فرشتے) لکھتے ہیں۔ (اے حبیب مکرم!) آپ اپنے رب کے فضل سے (ہرگز) دیوانے نہیں ہیں۔ اور بے شک آپ کے لیے ایسا اَجر ہے جو کبھی ختم نہ ہو گا۔ اور بیشک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں۔ (یعنی آدابِ قرآنی سے مزین اور اَخلاقِ الٰہیہ سے متّصف ہیں)۔ پس عنقریب آپ (بھی) دیکھ لیں گے اور وہ (بھی) دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے۔ بے شک آپ کا رب اس شخص کو (بھی) خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور وہ ان کو (بھی) خوب جانتا ہے جو ہدایت یافتہ ہیں۔ (سورۂ قلم: ۶۸/ ۱ تا ۷)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو بھی منکشف فرمادیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جادۂ الٰہی پر کس پامردی سے قائم تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ہمیشہ دل بھاتے اخلاق کا مظاہرہ فرمایا اور کبھی بھی راہِ خدا سے علیحدگی اختیار نہ فرمائی۔

ذیل کے فرمانِ رسالت سے اس کی تائید ہوتی ہے:

جس کے اخلاق جتنے اچھے ہوں سمجھو وہ ایمان میں اتنا ہی کامل ہے (۴)۔

سچی راہ کے مسافر کے لیے اخلاق کی دولت سے گراں مایہ کوئی دولت نہیں؛ اس لیے نکاتِ اخلاق سیکھنا اور اس پر مثالی انداز میں عمل پیرا ہونا دین کی سب سے اہم ذمہ داری ہے۔

پیش آمدہ اَبواب میں اخلاقِ محمدی کے بہت سے گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ (امید کہ آپ ان سے محظوظ ہوں گے)

حضورِ اقدس ﷺ کا ہر عمل آئینۂ وحیِ خدا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن خصائل و شمائل کا ذکر جمیل قرآن میں تواتر کے ساتھ وارد ہوا ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی باتوں کی پروا کیے بغیر محض اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی کی اتباع فرماتے تھے۔ ایسے عالم میں جب کہ دوسرے مذاہب کے اہم کارکن اور چیدہ افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے فائدے کے احکام جاری کرانا چاہتے تھے، اور وہ تعداد میں بھی زیادہ اور شہ زور تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہر حال احکام الٰہی اور قرآن حکیم کی مکمل پابندی کو حرزِ جان بنائے رکھا۔ درج ذیل آیت میں اللہ تعالیٰ اس کی نشان دہی یوں فرماتا ہے:

اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کے سوا کوئی اور قرآن لے آئیے یا اسے بدل دیجیے۔ (اے نبی مکرم!) فرمادیں: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو فقط جو میری طرف وحی کی جاتی ہے (اس کی) پیروی کرتا ہوں۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بے شک میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ فرمادیجیے: اگر اللہ چاہتا تو نہ ہی میں اس (قرآن) کو تمھارے اوپر تلاوت کرتا اور نہ وہ (خود) تمھیں اس سے باخبر فرماتا۔ بے شک میں اس (قرآن کے اُترنے) سے قبل (بھی) تمھارے اندر عمر (کا ایک حصہ) بسر کرچکا ہوں، سو کیا تم عقل نہیں رکھتے۔ (سورۂ یونس: ۱۰/ ۱۵تا۱۶)

قرآن کریم کی بہت سی آیات میں اللہ پاک نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ان کی قوم کے کردار اور رویے پر تنبیہ فرمائیے مثلاً:

اور (اے نبی مکرم!) ہم نے آپ کی طرف (بھی) سچائی کے ساتھ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرنے والی ہے اور اس (کے اصل احکام و مضامین) پر نگہبان ہے، پس آپ ان کے درمیان ان (احکام) کے مطابق فیصلہ فرمائیں جو اللہ نے نازل فرمائے ہیں اور آپ ان

کی خواہشات کی پیروی نہ کریں، اس حق سے دور ہو کر جو آپ کے پاس آچکا ہے۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے الگ شریعت اور کشادہ راہِ عمل بنائی ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (ایک شریعت پر متفق) ایک ہی امت بنا دیتا؛ لیکن وہ تمھیں ان (الگ الگ احکام) میں آزمانا چاہتا ہے جو اس نے تمھیں (تمھارے حسب حال) دیے ہیں، سو تم نیکیوں میں جلدی کرو، اللہ ہی کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے، پھر وہ تمھیں ان (سب باتوں میں حق و باطل) سے آگاہ فرما دے گا جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۔ (سورۂ مائدہ:۵/۴۸ تا ۴۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار اور استقامت کے ساتھ جاری کردہ فرمان یہی تھا کہ اے لوگو! وہی کام سرانجام دو جسے کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ قرآن کی ایک آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاقی اقدار کے بارے میں یوں ارشاد ہوا ہے:

آپ (ان کافروں سے) فرما دیجیے کہ میں تم سے (یہ) نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں از خود غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے (یہ) کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اسی (حکم) کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے، فرما دیجیے: کیا اندھا اور بینا برابر ہو سکتے ہیں؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے۔ (سورۂ انعام:۶/۵۰)

اللہ تعالیٰ کے راستے پر اس استقامت و تسلیم کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عوام الناس کو بہترین اور خوش اسلوبی کے ساتھ دین حق کی دعوت دیتے تھے۔ عوام الناس کے اخلاق کو سامنے رکھ کر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔ آج کی طرح ماضی میں عوام کی اکثریت اپنے جذبات و خواہشات اور لہو و لعب کے طوفان میں گھری ہوئی تھی، اکثر لوگ دین پر تو یقین رکھتے ہیں مگر ان جذبات پر قابو رکھنا ان کے لیے بھی کارِ مشکل ہو جاتا ہے۔ اپنی خواہشات کو ترک کرنے کی بجائے وہ اپنے دینی فرائض میں مراعات کی طرف مائل و راجع ہوتے ہیں۔ وہ

اپنے دوست احباب، شرکاے حیات، اور رشتہ داروں کے کہے کی پرواہ کیے بغیر ان فرائض کو بخوبی نباہنے میں ناکام ہوجاتے ہیں۔ وہ اپنے اندران عادتوں کو ترک کرنے کی سکت نہیں پاتے جن کی دین میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس طرح وہ دین کی تعبیر وتشریح اپنی مصلحتوں کے مطابق کرنا شروع کردیتے ہیں۔ ان احکام کو قبول کرتے ہیں جو ان کی مرضی کے مطابق ہوں ورنہ انھیں یکسر مسترد کردیتے ہیں۔

لوگوں کی من مانیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پرواہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ کی وحی میں کسی تغیر و تبدل کے بغیر آپ نے بنی نوعِ انساں کو قرآن کا پیغام پہنچایا۔ اپنے ذاتی مفاد کی کبھی کوئی پروانہ کی۔ اور یہ سب کام محض خوفِ مولا اور فرمانِ الٰہی کے پیش نظر سرانجام دیے۔ قرآن میں رسول اللہ کے تقویٰ وطہارت کا ذکر یوں آیا ہے:

قسم ہے روشن ستارے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی جب وہ (چشم زدن میں شب معراج اوپر جاکر) نیچے اُترے۔ تمھیں (اپنی) صحبت سے نوازنے والے (یعنی تمھیں اپنے فیض صحبت سے صحابی بنانے والے رسول) نہ (کبھی) راہ بھولے اور نہ (کبھی) راہ سے بھٹکے۔ اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ اُن کا ارشاد سراسر وحی ہوتا ہے جو انھیں کی جاتی ہے۔ ان کو بڑی قوتوں والے نے علم (کامل) سے نوازا۔ (سورۂ نجم:۵۳/۱تا۶)

اور جان لو کہ تم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہنا مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑجاؤگے لیکن اللہ نے تمھیں ایمان کی محبت عطا فرمائی اور اسے تمھارے دلوں میں آراستہ فرمادیا اور کفر اور نافرمانی اور گناہ سے تمھیں متنفر کردیا، ایسے ہی لوگ دین کی راہ پر ثابت اور گامزن ہیں۔ (سورۂ حجرات:۴۹/۷)

رسول اللہ ﷺ کا توکل علی اللہ - اہل کائنات کے لیے ایک نمونہ

قرآن کریم میں مذکور جن حالات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو ڈھالا وہ آپ کی دنیا سے بے رغبتی اور اطاعت الٰہی میں آپ کی سرشاری کو باور کراتے ہیں۔ مثلاً آپ کا اپنے سچے دوست کی معیت میں مکہ چھوڑ کر غارِ ثور میں پناہ گزیں ہونا آپ کی اطاعت الٰہی کا بہترین نمونہ ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

اگر تم ان کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلبہ اسلام کی جدوجہد میں) مدد نہ کرو گے (تو کیا ہوا) سو بیشک اللہ نے ان کو (اس وقت بھی) مدد سے نوازا تھا جب کافروں نے انھیں (وطنِ مکہ سے) نکال دیا تھا دراں حالیکہ وہ دو (ہجرت کرنے والوں) میں سے دوسرے تھے جب کہ دونوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر) غارِ (ثور) میں تھے جب اپنے ساتھی (ابوبکر) سے فرما رہے تھے: غمزدہ نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پس اللہ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرمادی اور انھیں (فرشتوں کے) ایسے لشکروں کے ذریعہ قوت بخشی جنھیں تم نہ دیکھ سکے اور اس نے کافروں کی بات کو پست و فرو تر کردیا، اور اللہ کا فرمان تو (ہمیشہ) بلند وبالا ہی ہے، اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔ (سورۂ توبہ: ۹/۴۰)

اللہ کے رسول ہر حال میں اطاعت الٰہی میں مگن رہتے۔ بلاشبہہ اللہ کی تخلیق کردہ ہر شے میں حسن وجمال اور خوبصورتی کے عناصر موجود ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی قوم سے فرمائے ہوئے وہ الفاظ اسی اطاعت کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے:

اگر آپ کو کوئی بھلائی (یا آسائش) پہنچتی ہے (تو) وہ انھیں بری لگتی ہے اور اگر آپ کو مصیبت (یا تکلیف) پہنچتی ہے (تو) کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے سے ہی اپنے کام (میں احتیاط) کو اختیار کر لیا تھا اور خوشیاں مناتے ہوئے پلٹتے ہیں۔ (اے حبیب!) آپ فرما دیجیے کہ ہمیں ہرگز (کچھ) نہیں پہنچے گا مگر وہی

کچھ جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا ہے، وہی ہمارا کارساز ہے اور اللہ ہی پر ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہیے۔(سورۂ توبہ:۹/۵۰ تا ۵۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اطاعت الٰہی کے ذریعہ تمام مسلمانوں کے لیے نمونہ حیات بن کر جلوہ گر ہوئے تھے۔ آپ نے باخبر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ان احکامات میں کبھی بھی تغیر و تبدل ممکن نہیں۔

ہر چیز اللہ کی طرف سے معین و مقرر رہے، حتیٰ کہ قابلیت اور عدم صلاحیت بھی(۵)۔

اگر تمھیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو اسے اللہ سے مانگو اور اسی سے مدد طلب کرو۔ یہ بات ذہن نشیں کر لو کہ اگر لوگ اکٹھا ہو کر تمھیں کچھ نفع پہنچانے کی سوچیں تو وہ بس اتنا ہی کر سکتے ہیں جتنا کہ اللہ نے تمھارے حصہ میں مقرر کر دیا ہے اور یوں ہی اگر وہ تمھیں تکلیف پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو تمھیں کچھ اتنا ہی پہنچے گا جتنا کہ اللہ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے۔(تقدیر کے سلسلہ میں)قلم خشک ہو گیا اور اوراق سوکھ گئے (٦)۔(یعنی جو لکھ دیا گیا وہ ہو کے رہے گا اس میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی متصور نہیں۔)

ہر متبعِ سنت اسی اطاعت کے مختلف مشاکل سے گزر کر رہے گا، یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کہ اللہ کی پیدا کردہ ہر چیز میں حسن و خیر ہے۔ خوفِ الٰہی سے سرشار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی راہ میں مختلف مشاکل و صعوبات سے گزرنا پڑا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب معاشروں نے آپ کی راہ میں طرح طرح کے کانٹے بچھائے۔ منافقانہ رویہ اختیار کرکے آپ کے خلاف سازشیں رچیں۔ مشرکین نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو ترک کرنے سے انکار کر دیا۔ کسی نے بس مزے لینے کے لیے ان سے کچھ معجزات کا مطالبہ کیا، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے، قید کرنے اور شہر بدر کرنے کی کوششیں تک کیں، اور آپ کی راہ میں ہر طرح کی رکاوٹیں بھی پیدا کر دینا چاہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار و مشرکین کی باتوں پر صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے دین الٰہی اور قرآن کی روشنی میں مسلمانوں کو سامانِ ہدایت فراہم کرنے کا سلسلہ زریں جاری رکھا، اور ان کو خطرات سے بچائے رکھا۔ اس عزم، فیروز مندی اور حوصلے کا منبع و سرچشمہ اللہ تعالیٰ پر راسخ عقیدہ رکھنے، اورآپ کی حسن سیرت و اطاعت میں پنہاں تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین تھا کہ اللہ جل مجدہ ہر آن آپ کے ساتھ ہے جیسا کہ غار میں ہوا۔ نیز آپ کو اس بات کا علم الیقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر حالت سے باخبر ہے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ ہر چیز اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور اس کا نتیجہ بھی خیر ہی ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل فرمان اس اطاعت کا ایک بہترین نمونہ ہے :

ایک مردِ مومن کا معاملہ عجیب و غریب ہوتا ہے کہ اس کے ہر کام میں (اللہ کی طرف سے) خیر ہوتی ہے۔ اور یہ صرف مومن ہی کا خاصہ ہے کسی اور کا نہیں؛ کیوں کہ (آپ دیکھیں) جب کوئی خوشی کا موقع ہوتا ہے تو وہ اس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے، جس میں اس کے لیے خیر ہوتی ہے، یوں ہی جب کوئی مشکل و مشقت کی گھڑی ہوتی ہے تو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے برداشت کرتا ہے اور اس میں بھی وہ مستحق اجر قرار پاتا ہے (۷)۔

حالات کی پرواہ کیے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنی ذمہ داری کو بحسن و خوبی سرانجام دیا اور اس کے اثرات کو اللہ کی مشیت پر چھوڑ دیا۔ آپ محض اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد کیا کرتے تھے۔ اور اسی اطاعت کے صلے میں اللہ تعالیٰ آپ کو قوت و کامرانی عطا فرماتا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھانے والے لوگوں کے مقابلے میں آپ کو صابرانہ رویہ اختیار کرنے کی ہدایت ملی۔ اور اپنی پوری زندگی آپ نے انھیں احکامات کی تعمیل کرتے ہوئے گزار دی۔ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اور (ان منافقوں کا یہ حال ہے کہ آپ کے سامنے) کہتے ہیں کہ (ہم نے آپ کا حکم) مان لیا، پھر وہ آپ کے پاس سے (اُٹھ کر) باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کی کہی ہوئی بات کے برعکس رات کو رائے زنی (اور سازشی مشورے) کرتا ہے، اور اللہ (وہ سب کچھ) لکھ رہا ہے جو وہ رات بھر منصوبے بناتے ہیں۔ پس (اے محبوب!) آپ ان سے رخِ انور پھیر لیجیے اور اللہ پر بھروسہ رکھیے، اور اللہ کافی کارساز ہے۔ (سورۂ نساء: ۸۱/۴)

ایک اور مشکل گھڑی میں قرآن کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاری کی ہوئیں ہدایات آپ کی اطاعت و برگزیدگی کو برملا ظاہر کرتی ہیں:

اور (اے حبیب!) اگر پھر بھی آپ سے جھگڑا کریں تو فرمادیں کہ میں نے اور جس نے (بھی) میری پیروی کی اپنا روئے نیاز اللہ کے حضور جھکا دیا ہے، اور آپ اہل کتاب اور اَن پڑھ لوگوں سے فرمادیں: کیا تم بھی اللہ کے حضور جھکتے ہو (یعنی اسلام قبول کرتے ہو)؟ پھر اگر وہ فرماں برداری اختیار کرلیں تو وہ حقیقتاً ہدایت پا گئے، اگر منہ پھیر لیں تو آپ کے ذمہ فقط حکم پہنچادینا ہی ہے، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ (سورۂ آل عمران: ۲۰/۳)

پیکرانِ طاعت و توکل کی خاطر تیار کردہ ثواب کے تعلق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے:

اگر تم پورے طور پر اللہ پر اعتماد و بھروسہ کرلو تو وہ تمھیں بالکل ایسے ہی رزق فراہم کرے گا جیسے پرندوں کو کہ وہ صبح تو خالی پیٹ جاتے ہیں مگر سرِ شام واپسی پر وہ شکم سیر ہوتے ہیں (۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ وآعمال اہل اسلام کے لیے بہترین نمونۂ حیات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ناسازگاریِ حالات کے باوجود ہر مومن کو قرآن کی آیات کے بارے میں ضرور

سوچنا چاہیے، اور اس حقیقت کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے، اور اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ تقدیر کے ساتھ رسول اللہ اکی اطاعت و پیروی بہر صورت اختیار کرنی چاہیے۔

حضورِ اقدس ﷺ کا مطلوب و مقصود محض رضائے مولیٰ تھا

اسلام کے بنیادی اصول میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان کی جملہ جدوجہد کا محور و مرکز خشیت مولا اور خوف الٰہی ہو، اور اپنی تمام ذمہ داریوں کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا، رحمت اور اس کی جنت کے حصول کو بنالے۔ ایک آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ مومنوں سے یوں مخاطب ہے:

فرمادیجیے کہ بے شک میری نماز اور میراحج اور قربانی (سمیت سب بندگی) اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (سورۂ انعام: ۶/ ۱۶۲)

پیش آمدہ آیت میں اہل ایمان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ محض رضائے الٰہی کے لیے ہر دینی عمل کو سرانجام دیں۔ اور دوسرے کسی مقصد کو خاطر میں نہ لائیں۔

مگر وہ لوگ جنھوں نے توبہ کرلی اور سنور گئے اور انھوں نے اللہ سے مضبوط تعلق جوڑ لیا اور انھوں نے اپنا دین اللہ کے لیے خالص کر لیا تو یہ مومنوں کی سنگت میں ہوں گے اور عنقریب اللہ مومنوں کو عظیم اجر عطا فرمائے گا۔ (سورۂ نساء: ۴/ ۱۴۶)

دین الٰہی پر ثابت قدم رہنے والا ہر شخص اس حقیقت سے باخبر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں، اور بس اسی نتیجے میں وہ اپنی پوری حیاتِ مستعار کو رضاے الٰہی کے حصول میں صرف کر دیتا ہے، اور اس عقیدہ پر اپنے ایمان کو کبھی کمزور نہیں ہونے دیتا۔ اور ہمیشہ اپنے پختہ اور ٹھوس ایمان کا مظاہرہ کرتا ہے۔

کوئی بھی مخلص مسلمان اپنے اعمال اور فرائض دینی کا مقصود اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی محبت ،رضاجوئی اور بخشش وعطا کو نہیں گردانتا۔ ایسے سچے اور مخلص مومنوں کے لیے بہترین مثالیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا و مرسلین ہیں۔

دنیوی غرض اور ذاتی مفاد سے بالاتر ہوکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلوب ومقصود ہر حال میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضاوخوشنودی ،اس کی رحمت وشفقت اور اس کی جنت کا حصول تھا:

فرمادیجیے: میں تم سے اِس (حق کی تبلیغ) پر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔(سورۂ ص:۳۸/۸۶)

فرمادیجیے: میں نے (اس احسان کا) جو صلہ تم سے مانگا ہو وہ بھی تم ہی کو دے دیا، میرا اَجر صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے، اور وہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔(سورۂ سبا:۳۴/۴۷)

حضورِ اقدس ﷺ !اور حوادث ومصائب پر صبر وتحمل

اپنے مشن کی تکمیل کے دوران رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی مشکلات برداشت کرنا پڑیں۔ اور اپنی ہی قوم کے منکرین ومشرکین نے آپ کو مجنون وساحر تک کہہ کر آپ کی ناموس کو پامال کرنے کی بے باکانہ جرأت وجسارت کی۔ جب کہ بہتوں نے آپ کو قتل کرنے اور آپ کے خلاف سازشیں کرنے کی مہم چلائی۔ ان سب کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طبقہ اور ہر تمدن ومعاشرت کے لوگوں کو قرآنی تعلیمات سے روشناس کرانے کی بے لوث کوشش فرمائی۔ اور اس طرح انھیں اخلاقِ حسنہ اور اچھے کردار کا زریں سبق پڑھایا۔

جیسا کہ قرآنی آیت سے ظاہر ہے کہ عرب کے بعض اُجڈ لوگوں کو اچھے اخلاق و کردار کی ہوا تک نہیں لگی تھی اس وجہ سے انھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ ہم اپنے سے کہیں زیادہ برتر و بالا شخص کے اخلاقی تقدس کو ٹھیس پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حال میں صبر جمیل کا مظاہرہ فرمایا اور محض مددِ خداوندی ہی کے طلب گار رہے اور اہل اسلام کو بھی صبر و تحمل اپنانے کی تلقین فرمائی۔ قرآن کی بہت سی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی ایذا رسانیوں اور ہرزہ سرائیوں پر دامن صبر و تحمل تھامے رہنے کی نصیحت کی ہے:

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ اُن پر جبر کرنے والے نہیں ہیں۔ پس قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت فرمائیے جو میرے وعدۂ عذاب سے ڈرتا ہے۔ (سورۂ ق:۵۰/۴۵)

(اے حبیب مکرم!) ان کی (عناد و عداوت پر مبنی) گفتگو آپ کو غمگین نہ کرے، بے شک ساری عزت و غلبہ اللہ ہی کے لیے ہے (جو جسے چاہتا ہے دیتا ہے) وہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔ (سورۂ یونس:۱۰/۶۵)

اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ آپ کا سینۂ (اقدس) ان باتوں سے تنگ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں۔ (سورہ حجر:۱۵/۹۷)

بھلا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے اور اس سے آپ کا سینۂ (اطہر) تنگ ہونے لگے (اس خیال سے) کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر کوئی خزانہ کیوں نہ اُتارا گیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہ آیا۔ (ایسا ہرگز ممکن نہیں۔ اے رسولِ معظم!) آپ تو صرف ڈر سنانے والے ہیں (کسی کو دنیوی لالچ یا سزا دینے والے نہیں) اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔ (سورۂ ہود:۱۱/۱۲)

مشکلات و حوادث سے آنکھیں دوچار کرتے وقت اہل اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار کو یادرکھنانہ بھولیں۔ جولوگ معمولی معمولی سے مسائل میں اُلجھ کرنا امید ہوجاتے ہیں، اور ذراسے اعتراض کو برداشت کرنے کی اپنے اندر سکت نہیں پاتے، اور نتیجے میں دین الٰہی کی تبلیغ کو روک دیتے ہیں، اور اگر بات ذراسی بگڑ جائے تو امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہیں تو ایسے لوگوں کو خوب اچھی طرح دل میں بٹھا لینا چاہیے کہ ان کا یہ کردار و عمل کتاب الٰہی اور سنت نبوی سے سراسر متصادم ہے۔ اہل ایمان کو ہر حال میں صبر کا دامن تھامے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنا مددگار سمجھ کر اس کا شکر گزار بندہ بنا رہنا چاہیے، اعلیٰ ترین اخلاقِ مصطفوی کی لہروں کو اپنے اندر جذب کرلینا چاہیے اور اپنے رب سے رحمت و شفقت اور جنت کی امید رکھنی چاہیے۔

سرکار ﷺ کا صبر و تحمل اور آپ کی حد درجہ شفقت

جیساکہ ہم اوپر ملاحظہ کرچکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش موجود اَفراد مختلف کردار و نظریات کے حامل تھے۔ اپنی پوری حیات طیبہ کے دوران آپ نے ہر ایک کے مصالح و مسائل میں بھرپور دلچسپی دکھائی، ان کو ان کی غلطیوں اور ناکامیوں پر متنبہ فکیا، اور طہارت سے لے کر ایمان کے مسائل تک جملہ امور میں ان کی رہنمائی فرمائی۔ آپ کے تدبر و تحمل، فراست وبصیرت اور شفقت ورحمت نے لوگوں کے دلوں میں دخولِ اسلام کے راستے ہموار کردیے ساتھ ہی آپ کی محبت کے نشیمن ان کے باطن میں آباد ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد و پیش موجود لوگوں کا تذکرہ یوں فرماتا ہے:

(اے حبیب والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں، اور اگر آپ تند خو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے، سو آپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لیے بخشش مانگا کریں۔۔۔۔۔۔ (سورۂ آل عمران: ۳/۱۵۹)

ایک دوسری آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگوں کے ساتھ برتاو کا طریقہ یوں بتاتا ہے:

ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں اور آپ اُن پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، پس قرآن کے ذریعہ اس شخص کو نصیحت فرمائیے جو میرے وعدۂ عذاب سے ڈرتا ہے۔ (سورۂ ق: ۵۰/۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ایمان لانے کے سلسلہ میں اور اس پر کوئی شرط عائد کرنے کے تعلق سے کوئی جبر نہیں فرمایا۔ اس کے برعکس آپ ہمیشہ ان کو نہایت ہی خوش اسلوبی کے ساتھ دعوتِ دین دیتے رہے۔

آپ نے اسلامی معاشرہ کی بنیادوں کو مضبوط کرنے کے لیے اعلیٰ اخلاقی رویے پیش فرمائے۔ اور ہمیشہ ان کے ساتھ شفیقانہ برتائو فرماتے رہے۔ انہیں صفات کے باعث ڈھیر ساری آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "اپنی صحبت سے نوازنے والا" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے۔ (سورہ سبا: ۴۶۔ سورۂ نجم: ۲۔ سورۂ تکویر: ۲۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق کو سمجھنے والے مومنین آپ کو اپنا نہایت ہی رازداں سمجھتے تھے۔ اور آپ سے ٹوٹ کر ملتے تھے۔ ایک آیت میں یوں آیا ہے:

یہ نبی (مکرم) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ کی ازواجِ (مطہرات) ان کی مائیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ (سورۂ احزاب: ۳۳/۶)

عالم اسلام کی عظیم و جلیل ہستی حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے حدیث کی روشنی میں شمع رسالت کے پروانوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و مروت کا نقشہ یوں کھینچا ہے:

۔۔۔ہر کوئی یہ سمجھتا کہ سرکار مجھے زیادہ عزت دے رہے ہیں۔ جو بھی آتا حضور کے چہرۂ مبارک کی زیارت کرلیتا۔

۔۔۔آپ ہر کسی کو بصد اکرام اس کی کنیت کے ساتھ پکارا کرتے تھے، اور جس کی کوئی کنیت نہ ہوتی اسے کنیت عطا فرماتے تھے۔

۔۔۔لوگوں کے ساتھ آپ کا سلوک اور برتائو نہایت شفیقانہ اور رحیمانہ تھا۔

۔۔۔آپ کی بارگاہ میں کسی کو بآوازِ بلند بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی (۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت سے ہمدردی اپنا جواب آپ تھی نیز آپ کے مشفقانہ و رحیمانہ خیالات ایسے پرکشش تھے کہ جن کے باعث لوگ سچے دین سے روشناس ہوتے چلے گئے اور اُن کے دلوں کو حب ایمانی کی حرارت نصیب ہوتی چلی گئی؛ لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلیٰ اخلاق کی جملہ اہل اسلام کو کامل اتباع کرنی چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ کا مثالی عدل وانصاف

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے یہ حکم جاری کیا ہے:

۔۔۔تم انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے والے (محض) اللہ کے لیے گواہی دینے والے ہوجائو خواہ (گواہی) خود تمھارے اپنے یا (تمھارے) والدین یا (تمھارے) رشتہ داروں کے ہی خلاف ہو، اگرچہ (جس کے خلاف گواہی ہو) مال دار ہے یا محتاج، اللہ ان دونوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، سوتم خواہش نفس کی پیروی نہ کیا کرو کہ عدل سے ہٹ جائو۔۔۔۔۔۔ (سورۂ نساء: ۴/۱۳۵)

مسلمانوں پر اخلاقی قواعد وضوابط کا نفاذ فرماکر دیگر مذاہب، زبانوں اور قبائل کے افراد کے ساتھ آپ کا منصفانہ اور متحمّلانہ رویہ نیز امیروں اور غریبوں میں کوئی امتیازی سلوک روا رکھے بغیر ہر ایک کے ساتھ یکساں اور مساویانہ سلوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو پوری انسانیت کے لیے ایک عظیم اُسوہ بناکر پیش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرماتا ہے:

(یہ لوگ) جھوٹی باتیں بنانے کے لیے جاسوسی کرنے والے ہیں (مزید یہ کہ) حرام مال خوب کھانے والے ہیں۔ سو اگر (یہ لوگ) آپ کے پاس (کوئی نزاعی معاملہ لے کر) آئیں تو آپ (کو اختیار ہے کہ) ان کے درمیان فیصلہ فرمادیں یا ان سے گریز فرمالیں، اور اگر آپ ان سے گریز (بھی) فرمالیں تو (تب بھی) یہ آپ کو ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچاسکتے، اور اگر آپ فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان (بھی) عدل سے (ہی) فیصلہ فرمائیں (یعنی ان کی دشمنی عادلانہ فیصلے میں رکاوٹ نہ بنے) بے شک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ (سورۂ مائدہ:۵/۴۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی طرف سے ناگفتہ بہ سلوک کے باوصف اللہ کے احکامات پر سختی سے جمے رہے، اور کبھی بھی نفاذِ عدل کے سلسلہ میں کسی کی رورعایت نہ فرمائی۔ اور اپنے پُرانصاف اقوال کے ذریعہ آپ ہر دور کے بنی نوعِ انسان کے لیے ایک مکمل مثال بن گئے۔

فرمادیجیے: میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے۔۔۔۔۔ (سورۂ اعراف:۹/۲۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف پر بہت سے واقعات شاہد عدل ہیں۔ آپ ایک ایسی جگہ فروکش تھے جہاں مختلف قبائل وزبان اور تہذیب وتمدن کے حامل افراد زندگی گزارتے تھے۔ ایسے حالات میں ان معاشروں کا آپس میں امن وسلامتی کے ساتھ رہنا اور فتنہ گروں اور فسادیوں کی راہ پر بند باندھنا دشوار گزار اَمر تھا۔ ایک گروہ معمولی معمولی سی باتوں پر اپنے

جارحانہ عزائم سے لیس ہوکر اٹھتا اور دوسرے گروہ پر حملہ آور ہوجاتا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبنی برانصاف دستور و آئین نہ صرف مسلمانوں بلکہ ان دوسرے معاشروں کے لیے بھی امن وسکون کا سنگ میل ثابت ہوئے۔ عہد رسالت میں عیسائی، یہودی اور کافروں کے ساتھ مساویانہ سلوک کیا جاتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت پر مکمل طور پر عمل پیرا تھے:

دین میں کوئی زبردستی نہیں۔۔۔۔(سورۂ بقرہ:۲/۲۵۶)

ہر شخص کے سامنے آپ نے سچے دین کی توضیحات پیش فرمائیں لیکن انتخاب کے سلسلہ میں انھیں آزاد چھوڑ دیا۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے مذاہب کے ساتھ انصاف وصلح کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی:

پس آپ اسی (دین) کے لیے دعوت دیتے رہیں اور جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے (اسی پر) قائم رہیے اور ان کی خواہشات پر کان نہ دھریے، اور (یہ) فرما دیجیے: جو کتاب بھی اللہ نے اُتاری ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان عدل و انصاف کروں۔ اللہ ہمارا (بھی) رب ہے اور تمھارا (بھی) رب ہے۔ ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال، ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی بحث و تکرار نہیں، اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کا) پلٹنا ہے۔(سورۂ شوریٰ:۴۲/۱۵)

قرآن کے متعیّن کردہ احکام و خطوط کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریفانہ کردار و رویہ کو آج کل مختلف مذاہب کے افراد کے ساتھ معاملہ کرنے کے لیے بطورِ مثال اپنانا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل و انصاف نے مختلف نسلوں کے لوگوں کے درمیان افہام و تفہیم کی خوشگوار فضا قائم فرمادی۔ اپنے خطابات میں یہاں تک کہ خطبہ حجۃ الوداع میں بھی آپ نے

فضیلت وبرتری کا معیار نسل ونسب کو نہیں بلکہ تقویٰ وطہارت کو قرار دیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے درجِ ذیل آیت میں نشاندہی فرمائی ہے:

اے لوگو! ہم نے تمھیں مرد اور عورت سے پیدا فرمایا اور ہم نے تمھیں (بڑی بڑی) قوموں اور قبیلوں میں (تقسیم) کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ بے شک اللہ خوب جاننے والا خوب خبر رکھنے والا ہے۔ (سورۂ حجرات: ۴۹/ ۱۳)

اس سلسلہ میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں بھی ملاحظہ فرمائیں:

تم آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے، تو چاہیے کہ لوگ اپنے آباؤاجداد پر فخر کرنے سے باز آئیں (۱۰)۔

تم اپنے حسب ونسب کی بلندی سے سربلند نہیں ہوسکتے۔ تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو ، دین وتقویٰ کے علاوہ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت وبرتری نہیں (۱۱)۔

حجۃ الوداع کے موقع پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے یوں خطاب فرمایا:

کسی عربی کو عجمی پر یا کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں، یوں ہی کسی گورے کو کالے پر یا کسی کالے کو گورے پر کوئی برتری حاصل نہیں سوائے تقویٰ اور بزرگی کے۔ یقیناً تم میں زیادہ معزز و مکرم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے (۱۲)۔

جزیرۂ عرب کے مغربی علاقہ نجران کے نصرانیوں سے جو اسلامی معاہدہ ہوا تھا وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان میں ذیل کا ایک یہ دفعہ بھی شامل تھا:

باشندگانِ نجران کی زندگیاں، ان کا سرحدی علاقہ، ان کا دین، ان کی زمین، جائداد، مویشی، حاضر وغائب حضرات، ان کے قاصدین، اور ان کی پرستش گاہیں اللہ کی حفاظت اور اس کے رسول کی نگرانی میں ہیں (۱۳)۔

مہاجرین وانصاراور مدینہ کے یہودیوں کے درمیان ہوامعاہدہ بھی عدل وانصاف میں اپنی نظیر آپ ہے۔اس دستور کے نتیجے میں جہاں مختلف عقائد کے حامل معاشروں کے درمیان انصاف وآشتی کی فضا قائم ہوئی وہیں ان کے مختلف مفادات کے تحفظ کی ضمانت بھی فراہم ہوگئی۔ نیز یہ دفعہ زمانہ قدیم سے چلی آتی ان کی دشمنیوں کے خاتمے کا بھی سبب بنا۔اس معاہدے کی ایک اہم خصوصیت حریت فکر ونظر تھی، جس کی نشاندہی ذیل کے اس دفعہ سے ہوتی ہے:

بنو عوف کے یہودی مسلمانوں کی معیت میں ایک قوم ہیں۔ہاں! یہودیوں کے لیے ان کے دین کی آزادی ہوگی اور مسلمانوں کے لیے اُن کے دین کی۔۔۔۔۔۔(۱۴)

معاہدے کا ۱۶واں دفعہ یوں ہے:

جو یہود ہمارے تابع فرمان ہیں وہ ہماری معاونت کے پورے حق دار ہیں اور بالکل وہی حقوق رکھتے ہیں جو ہم میں سے کوئی رکھتا ہے۔نہ اس کے ساتھ زیادتی کی جائے گی اور نہ اس کے دشمن کی کوئی مدد (۱۵)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نہ صرف آپ کی حیات طیبہ بلکہ آپ کے وصال فرماجانے کے بعد بھی اس معاہدہ پر قائم ودائم رہے ۔یہاں تک کہ کچھ یہی طرزِ عمل بربر، بدھ مت، برہمن اور دیگر مذاہب کے ساتھ بھی روار کھا گیا۔

اسلام کی سنہری دور کی ایک اہم وجہ امن وسلامتی نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاقِ قرآنی کی آئینہ داری کرتا منصفانہ رویہ وکردار تھا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف نے لوگوں کے اندر یقین واعتماد کی خوشگوار لہر دوڑادی حتیٰ کہ بہت سے مشرکین نے بھی خود کوآپ کی پناہ میں دینے کی درخواست کی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مشرکین کی اس خواہش کا تذکرہ یوں فرمایا ہے۔ اوراس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کولوگوں سے برتائو کرنے کا طریقہ یوں بتایا گیا ہے:

اور اگر مشرکوں میں سے کوئی بھی آپ سے پناہ کا خواستگار ہو تو اسے پناہ دے دیں تاآنکہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر آپ اسے اس کی جائے امن تک پہنچادیں، یہ اس لیے کہ وہ لوگ (حق کا) علم نہیں رکھتے۔ (بھلا) مشرکوں کے لیے اللہ کے ہاں اور اس کے رسول کے ہاں کوئی عہد کیوں کر ہوسکتا ہے؟ سوائے ان لوگوں کے جن سے تم نے مسجد حرام کے پاس (حدیبیہ میں) معاہدہ کیا ہے سو جب تک وہ تمھارے ساتھ (عہد پر) قائم رہیں تو ان کے ساتھ قائم رہو، بے شک اللہ پرہیزگاروں کو پسند فرماتا ہے۔ (سورۂ توبہ:۹/۶تا۷)

عالمی سطح پر پھیلے ہوئے جنگ وجدل اور اختلاف کے اس لامتناہی سلسلے کو ختم کرنے کا واحد حل بس یہی ہے کہ قرآنی اخلاق کواپنایا جائے اور رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نسل وزبان اور تہذیب ومذہب کے امتیازات سے بالاتر ہوکر انصاف وامن کی راہ پر جادہ پیمائی اختیار کی جائے۔

طاعتِ رسول طاعتِ خداوندی ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنے مبعوث کردہ پیغمبروں کی طاعت وپیروی کو ہر کسی کے لیے لازم قرار دیا۔ یہ مقدس رسول ایسے محترم آدمیوں سے تھے جنھوں نے اللہ کے فرمان وحکم پر عمل کیا، اس کی وحی کے ذریعہ رابطہ استوار کیا، اور اپنے اقوال واعمال بلکہ اپنی بے مثال طرز ہائے زندگی کے ذریعہ بنی نوعِ انساں کو خوش اسلوبی کے ساتھ پیغام حق پہنچایا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ

جواس کے پیغمبروں کے نقش قدم پر جادہ پیما ہیں وہی محفوظ ومامون ہیں۔اسی باعث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت وپیروی نہایت ہی عظیم وجلیل فریضہ ہے۔اہمیت اطاعت کو قرآن میں اللہ نے یوں واضح کیا ہے :

اور ہم نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر اس لیے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے، اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بنا پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔(سورۂ نساء:۴/۶۴)

اور جو کوئی اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔(سورۂ نساء:۴/۶۹)

قرآن کی متعدّد آیتوں میں آیا ہے کہ جو لوگ اللہ کے پیغمبروں کی پیروی کرتے ہیں وہ دراصل اللہ کی اطاعت کا کام کرتے ہیں۔اس کے برعکس جو لوگ ان کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہیں وہ در حقیقت اللہ کے خلاف اعلانِ جنگ کرتے ہیں۔اس سلسلہ کی چند آیتیں یوں ہیں:

جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا، اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔(سورۂ نساء:۴/۸۰)

(اے حبیب!) بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں، ان کے ہاتھوں پر (آپ کے ہاتھ کی صورت میں) اللہ کا ہاتھ ہے۔پھر جس شخص نے بیعت کو توڑا تو اس کے توڑنے کا وبال اس کی اپنی جان پر ہوگا اور جس نے (اس) بات کو پورا کیا جس (کے پورا کرنے) پر اس نے اللہ سے عہد کیا تھا تو وہ عنقریب اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔(سورۂ فتح:۴۸/۱۰)

طاعت و تابعداری کی اہمیت کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حدیث میں زور دیا ہے:

جو میری اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کا بھی اطاعت گزار ہے، اور جو میری نافرمانی کرتا ہے وہ اللہ کا بھی نافرمان ہے۔ اور جو میرے مقرر کردہ امیر کی تابعداری کرتا ہے وہ میرا بھی تابعدار ہے، اور جو اس کی نافرمانی کرے تو سمجھو میرا بھی نافرمان ہے (۱۶)۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کا محافظ و رہنما قرار دیا ہے؛ لہٰذا ہر معاملہ میں انھیں کی طرف رجوع لایا جائے، اور کسی کام کے آغاز سے پہلے اُن کی اجازت و مشورے کو مقدم سمجھا جائے۔ خواہ وہ ان کے غیر متفقہ معاملات ہوں یا متفقہ کہ جن کی وہ خود ہی تحلیل کرلیں، یا مسلمانوں کے معاشرتی اقتصاد، تحفظ اور تندرستی کا معاملہ ہو، وہ انھیں لے کر فوراً رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوجایا کریں، اور آپ کے پیش کردہ بے مثال مشورہ اور یقینی حل پر آمنا صدقنا کہیں۔

صنف اخلاق کا یہ اہم ترین پہلو ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دیا ہے۔ مثلاً ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہر قسم کی خبریں اللہ کے رسول یا ان کے ترجمانوں تک پہنچنی چاہئیں۔ حکم یہ ہے:

اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا خوف کی آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں اور اگر وہ (بجائے شہرت دینے کے) اسے رسول اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کی طرف لوٹا دیتے تو ضرور ان میں سے وہ لوگ جو (کسی) بات کا نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں اس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے، اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا تم (سب) شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔ (سورۂ نساء: ۸۳)

بلا شبہہ یہ ایک نہایت ہی نفع بخش اور حکمت آمیز حکم ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک چیز، اور ہر ہر حکم وفرمان اللہ کی طرف سے ضمانت شدہ ہے۔ مزید برآں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی معاشرے کے افراد میں سب سے زیادہ علم وحکمت اور ذکاوت کے مالک تھے۔ کیوں کہ عام طور پر مشورے انھیں سے لیے جاتے ہیں جو نسبتاً زیادہ ذہین وذکی ہوتے ہیں۔ نیز یہ کہ جو اپنے احساسات وخیالات کو بہتر طریقے پر استعمال کر سکتا ہے لوگ اپنے معاملوں کے فیصلے کرانے میں زیادہ تر اسی کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔

اس پر مستزاد یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سارے اوصاف، ایک ہی فردِ بشر میں بجملہ معاملات کی حکمت کا یکجا ہو جانا عمدہ اور اطمینان بخش جواب فراہم کرنے کا سبب ہو گا، کیوں کہ ایک ہی شخص معاملے کے جملہ گوشوں پر آگاہ ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہا ہے کہ وہ پیارے آقا کو کسی بھی نااتفاقی یا آپسی اختلافات میں اپنا حکم مان لیں۔ یہی حکم الٰہی ہے کہ سارے اختلافات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیے جائیں وہیں پر اس کا بہترین معقول اور مہذب جواب مل سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ آئین ودستور کی فراخ دلی اور کشادہ خاطری سے فرماں برداری بھی ضروری ہے، گو کہ وہ فیصلۂ رسول کسی کے ذاتی مفاد سے متصادم ہو، سچے مسلمانوں کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد کسی شک کی گنجائش نہ رہے گی، اور وہ اللہ کے رسول کے حکم کو فوراً قبول کر لیں گے۔ فرماں برداری کے اس اہم گوشے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں بیان کیا ہے:

پس (اے حبیب!) آپ کے رب کی قسم یہ لوگ مسلمان نہیں ہوسکتے یہاں تک کہ وہ اپنے درمیان واقع ہونے والے ہر اختلاف میں آپ کو حاکم بنالیں پھر اس فیصلہ سے جو آپ صادر فرمادیں

اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور (آپ کے حکم کو) بخوشی پوری فرماں برداری کے ساتھ قبول کرلیں۔(سورۂ نساء:۴/۶۵)

کچھ منافقین یا ضعیف الایمان حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک غلط خبریں پہنچاتے وقت یہ سمجھنے میں ناکام رہے کہ آپ کے فیصلے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتے ہیں اس لیے وہ فتنے بپا کرنے میں لگے رہے۔ایسے لوگوں کا حال اللہ نے قرآن میں یوں بیان کیا ہے:

اور ان (منافقوں) میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں: وہ تو کان (کے کچے) ہیں۔ فرما دیجیے: تمھارے لیے بھلائی کے کان ہیں۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اہل ایمان (کی باتوں) پر یقین کرتے ہیں اور تم میں سے جو ایمان لے آئے ہیں ان کے لیے رحمت ہیں، اور جو لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (اپنی بدعقیدگی، بدگمانی اور بدزبانی کے ذریعے) اذیت پہنچاتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(سورۂ توبہ:۹/۶۱)

حقیقت ایمان کو پانے میں ناکام ہوجانے اور خود کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمات کی تحسین کے قابل نہ پانے کی وجہ سے انھوں نے اپنے اندر غلط سوچ کو جنم دیا معاملات کی بابت آپ کو مطلع کرنے کے سلسلہ میں انھوں نے اپنے اندر غلط سوچ کو پروان چڑھایا۔ جاہلوں کو اتنا بھی پتا نہیں کہ کیا چیز ان کے لیے نفع رساں اور انسانیت کے تحفظ کے لیے ناگزیر ہے۔ انھوں نے اپنی ساری کوششیں لوگوں کو آپس میں بھڑکانے، ایک دوسرے کے خلاف نفرت کا بیج بونے اور دسیسہ کاری و فتنہ پردازی میں صرف کردیں۔ اس لیے مسلمانوں اور ان کے زیر حفاظت رہنے والے لوگوں کی امن وسلامتی، تحفظ وبقا اور صحت و تندرستی کے حوالے سے آئی ہوئی اطلاعات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جائزہ لیتے) اور ہر ممکن کوشش فرماتے کہ مسلمانوں کو ہر طرح کے خطرے اور مکرو فریب سے

بچایا جا سکے۔ ضعیف الایمان لوگوں کے اِیمان کو تقویت بخشنے اوران کے ایمان و کردار کو کمزور کردینے والی چیزوں سے بچانے کے لیے آپ نے پیمانے مقرر فرمائے۔

آپ نے لوگوں کو ایسے طریقوں سے آشنا کیا جو ان کے اندر اچھائیوں کو جنم دے کر اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد کرے۔ اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے ایک آیت میں آپ کو "بھلائی کے کان" سے تعبیر فرمایا ہے۔ سرورِ کائنات کے اقوال، فیصلے اور تعین کردہ پیمانے مسلمانوں کے ساتھ جملہ انسانیت کے لیے بھی نفع رساں اور مثبت اثرات کے حامل ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کا اندازِ تبلیغ دل میں اُتر جانے والا ہوا کرتا

نزولِ قرآن کے ساتھ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی لوگوں کو دعوت دین دینے اور جادۂ ہدایت پر لگانے میں گزر گئی۔ ایک آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ لوگوں سے یوں مخاطب ہوا کریں:

فرما دیجیے: اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی جانب سے حق آگیا ہے، سو جس نے راہِ ہدایت اختیار کی بس وہ اپنے ہی فائدے کے لیے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہو گیا پس وہ اپنی ہی ہلاکت کے لیے گمراہ ہوتا ہے اور میں تمھارے اوپر داروغہ نہیں ہوں (کہ تمھیں سختی سے راہِ ہدایت پر لے آئوں)۔ (سورۂ یونس:۱۰۸)

قرآن کریم کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دین ،تہذیب اخلاق اور تعلیم قرآن کی راہ میں بہت سی مشکلات کا سامنا کیا۔ جب کوئی بھی جادۂ حق پر نہ تھا اس وقت لوگوں نے حسد وکینہ اور نفرت وبغض کی بنیاد پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جینا دوبھر کر دیا تھا، پھر آپ کا کلام آہستہ آہستہ کچھ لوگوں کے دل میں گھر کرنے لگا، اور کچھ یہ کہتے ہوئے یوں ہی

اپنی منافقانہ روش پر قائم رہے کہ ہم ان کی باتوں پر یقین رکھتے ہیں جب کہ سچی بات یہ ہے کہ وہ یقین رکھنے والے نہ تھے۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاوٹوں کی پروا کیے بغیر اپنی دینی جدو جہد کو پورے عزم و استقلال کے ساتھ جاری و ساری رکھا۔ ایسے لوگوں کی صفات کا تذکرہ قرآن نے یوں کیا ہے:

آگاہ ہوجائو! تم وہ لوگ ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو اور وہ تمھیں پسند (تک) نہیں کرتے حالاں کہ تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، اور جب وہ تم سے ملتے ہیں (تو) کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے ہیں، اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیاں چباتے ہیں، فرمادیں: مرجائو اپنی گھٹن میں، بے شک اللہ دلوں کی (پوشیدہ) باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ (سورۂ آل عمران: ۳/۱۱۹)

ایک دوسری آیت کریمہ دشمنوں کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقلال وثبات قدمی کو یوں واضح کرتی ہے:

اور جن لوگوں کو ہم کتاب (تورات) دے چکے ہیں (اگر وہ صحیح مومن ہیں تو) وہ اس (قرآن) سے خوش ہوتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا ہے اور ان (ہی کے) فرقوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اس کے کچھ حصہ کا انکار کرتے ہیں۔ فرمادیجیے کہ بس مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ ٹھہرائوں، اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔ (سورۂ رعد: ۱۳/۳۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تسلسل کے ساتھ بہترین اور پر تاثیر اسلوب بیان میں دعوت دین سے کفار و مشرکین کے کانوں کو آشنا کرتے رہے کہ شاید اُن کی نفرتوں کے اندھیرے چھٹ جائیں اور انھیں دین کی روشنی نصیب ہوجائے۔ ایسے موقع پر ان کا رویہ آپ کے ساتھ کیا رہا اسے قرآن کی سورۂ نساء میں یوں بیان کیا گیا ہے:

کیا آپ نے اِن (منافقوں) کو نہیں دیکھا جو (زبان سے) دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب (یعنی قرآن) پر ایمان لائے جو آپ کی طرف اُتارا گیا اور ان (آسمانی کتابوں) پر بھی جو آپ سے پہلے اُتاری گئیں (مگر) چاہتے یہ ہیں کہ اپنے مقدمات (فیصلے کے لیے) شیطان (یعنی احکام الٰہی سے سرکشی پر مبنی قانون) کی طرف لے جائیں حالاں کہ انھیں حکم دیا جا چکا ہے کہ اس کا (کھلا) انکار کر دیں، اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ انھیں دور دراز گمراہی میں بھٹکاتا رہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ (قرآن) کی طرف اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آجائو تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ (کی طرف رجوع کرنے) سے گریزاں رہتے ہیں۔ (سورۂ نساء: ۴/ ۶۰ تا ۶۱)

اپنے معاندین کے دوہرے رویے کے باوجود محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایسے اچھوتے انداز میں مخاطب کیا جو انھیں حق دیکھنے کے قابل بنا سکے اور جو اُن کے تہ خانہ دل میں اُتر سکے۔ ایک آیت دیکھیں:

یہ وہ (منافق اور مفسد) لوگ ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کی ہر بات کو خوب جانتا ہے، پس آپ ان سے اِعراض برتیں اور انھیں نصیحت کرتے رہیں اور ان سے ان کے بارے میں موثر گفتگو فرماتے رہیں۔ (سورۂ نساء: ۴/ ۶۳)

دشمنوں کو نصیحت کرنا، ان کی غلطیوں کی نشان دہی کرنا اور جادۂ حق کی سمت بلانا یقینا ایک دشوار گزار اور بڑی ذمہ داری کا کام تھا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند اُن لوگوں کو جنھیں دولت ایمان نصیب ہوئی، انھیں خوب پتا تھا کہ ایمان ‘اللہ کی طرف سے ایک تحفہ ہے، اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ رکھنے والوں کو اللہ اپنی حمایت و نصرت سے نوازتا ہے۔

قرآن کی بہتیری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ بعثت نبوت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو گمراہی کے گڑھے سے نکال کر ہدایت کے اُجالے کی طرف

لایا جائے، انھیں ستھرا کیا جائے اور تعلیماتِ قرآنی سے انھیں آراستہ کیا جائے۔ جیسا کہ ہم اوپر پڑھ آئے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات' اللہ کی طرف سے عائدہ کردہ ذمہ داری کو کس صبرو تحمل اور استقلال وثابت قدمی کے ساتھ سرانجام دیا۔ حتیٰ کہ اپنی وفات سے کچھ قبل دیے گئے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ نے مسلمانوں کو تعلیم وہدایت سے بہرہ ور کیا۔

اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں آپ کی ذمہ داریوں کا تذکرہ فرمایا ہے:

اسی طرح ہم نے تمھارے اندر تمھیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمھیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمھیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت ودانائی سکھاتا ہے اور تمھیں وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ (سورۂ بقرہ: ۲/ ۱۵۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انھی میں سے (عظمت والا) رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انھیں پاک کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (سورۂ آل عمران: ۳/ ۱۶۴)

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انھی میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا وہ اُن پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن (کے ظاہر وباطن) کو پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بے شک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (سورۂ جمعہ: ۶۲/ ۲)

ایک آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت وہدایت کو ''جاودانی زندگی عطا کرنے'' سے تعبیر فرمایا ہے:

اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھیں کسی کام کے لیے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماں برداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہوجایا کرو، اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان (شانِ قربت خاصہ کے ساتھ) حائل ہوتا ہے اور یہ کہ تم سب (بالآخر) اسی کی طرف جمع کیے جائوگے۔ (سورۂ انفال:۸/۲۴)

یہی وجہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت وہدایات ہر اعتبار سے اپنا جواب آپ تھیں۔ ان تنبیہات پر عمل پیرا ہونے سے یقیناً دونوں جہان میں سرخروئی اور نجات نصیب ہوگی۔ ہر نبی کی وصیت ایسی حکمت وبصیرت پر مبنی ہوتی جس سے لوگوں کو برائیوں، مخاصمت، قنوطیت اور مشکلات سے تحفظ بخشا جاسکتا تھا۔ اللہ کی جانب سے عطا کردہ حضور کی حکمت کے پیش نظر ایک مخلص مسلمان کا فرض بنتا ہے کہ وہ ان پر عمل پیرا ہو اور اپنے عقیدے کو استحکام بخشے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی مسلمانوں کو عطا کردہ نصیحت و معرفت ایک عظیم اثاثہ ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو کی گئی ایک نصیحت کو بطورِ مثال دیکھا جاسکتا ہے۔ آپ نے اُن سے فرمایا:

اے معاذ! میری تمھیں نصیحت ہے کہ اللہ کا خوف اختیار کرو، سچ بولا کرو، امانت ادا کیا کرو، وعدہ خلافی نہ کیا کرو، پڑوسی کی حفاظت کیا کرو، یتیموں پر شفقت و مروت کا مظاہرہ کیا کرو، حیادارانہ انداز میں باتیں کیا کرو، امن وسلامتی پھیلائو، اچھے کام سرانجام دو، عقیدے پر سختی سے جمے رہو، علم قرآن سیکھنے کی لگن میں رہا کرو، آخرت کو عزیز رکھا کرو، اور حساب لیے جانے سے ڈرتے رہا کرو۔۔۔۔

اے معاذ! میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ کسی معتمد اور سچے آدمی کو جھوٹا نہ کہو، گناہ کے ہر کام سے خود کو دور رکھو، انصاف پر مبنی فیصلے کی نافرمانی نہ کرو، اور (اللہ کی) زمین میں فساد برپا نہ کرو۔

اے معاذ! میں تمھیں ہدایت کرتا ہوں کہ کسی شجر و حجر اور قطعہ زمین سے گزرتے وقت اللہ کی خشیت اپنے ساتھ رکھو، گناہ کے فوراً بعد توبہ کرلیا کرو، خفیہ گناہوں کی توبہ خفیہ اور اعلانیہ گناہ کی توبہ اعلانیہ طور پر کیا کرو(۱۷)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گرداگرد منڈلانے والے جاں نثاروں اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت یوں فرمایا کرتے تھے اور انھیں اچھے اخلاق اور بہترین کردار سے آراستہ ہونے کی دعوت دیتے تھے۔

زبانِ رسالت ہمیشہ ذکرِ الٰہی سے تر رہتی

۔۔۔۔۔(اے حبیب!) آپ اسی کو بزرگ ترجان کر اسی کی خوب بڑائی (بیان) کرتے رہیے۔(سورۂ اسرا:۱۷/۱۱۱)

مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اس بات کی مکمل وضاحت موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی موضوع پر کلام فرماتے، مسلمانوں کو نصیحت کرتے، لوگوں کے لیے تبلیغ یا دعائیں کرتے، تو پہلے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت و جلالت کے گن گاتے، اس کی قدرت وطاقت، اور اس کی مقدس ذات وصفات کو نہایت خوبصورتی سے بیان فرماتے تھے۔ بہت سی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں سے خطاب کا طریقہ بیان کیا ہے:

(اے حبیب! یوں) عرض کیجیے: اے اللہ، سلطنت کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت عطا فرمادے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت عطا فرمادے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر بڑی قدرت والا ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو ہی زندہ کر مردہ سے نکالتا ہے

اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے (اپنی نوازشات سے) بہرہ اندوز کرتا ہے۔(سورۂ آل عمران:۳/۲۶ تا ۲۷)

آپ فرمادیں کہ جو تمھارے سینوں میں ہے خواہ تم اسے چھپاؤ یا اسے ظاہر کردو اللہ اسے جانتا ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ خوب جانتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔(سورۂ آل عمران:۳/۲۹)

فرمادیجیے:۔۔۔۔۔حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔(سورۂ انعام:۶/۵۷)

آپ فرمادیں: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول (بن کر آیا) ہوں جس کے لیے تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی جلاتا اور مارتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ جو (شانِ اُمیّت کا حامل) نبی ہے، جو اللہ پر اور اس کے (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کے پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پاسکو۔(سورۂ اعراف:۷/۱۵۸)

فرمادیجیے: اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لیے روشنائی ہوجائے تو وہ سمندر میرے رب کے کلمات کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہوجائے گا اگرچہ ہم اس کی مثل اور (سمندر یا روشنائی) مدد کے لیے لے آئیں۔(سورۂ کہف:۱۸/۱۰۹)

(اے نبی مکرم!) آپ فرمادیجیے: وہ اللہ ہے جو یکتا ہے۔ اللہ سب سے بے نیاز، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ ہی وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔(سورۂ اخلاص:۱۱۲/۱ تا ۴)

اہل اسلام کو نصیحت کرتے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت کو ان کے سامنے بیان فرماتے:

اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، حمد وثنا اور بادشاہت اسی کو زیبا ہے، اور وہ ہر چیز پر بہترین قدرت رکھنے والا ہے۔ تمام مدح وستائش اللہ ہی کے لیے ہیں۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ سب سے بڑا اور عظیم ہے اللہ کے سوا کوئی طاقت وسلطنت نہیں، وہی سرچشمہ قوت ہے (۱۸)۔

ہر وہ خوش نصیب جو رسولِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار وسلوک ،اخلاقِ حمیدہ اور خدا ترسی کے ساتھ قرآن وسنت کی راہ پر جادہ پیمائی اختیار کرے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسا طرزِ کلام اپنائے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت وجلالت پر دال ہو،اور جس کے باعث محبت وخشیت الٰہی کے چراغ ان کے دلوں میں فروزاں ہوجائیں۔جب بھی وہ سلسلہ گفتگو کا آغاز کرے یادِ الٰہی اس کے پیش نظر ہونا چاہیے نیز یہ دھیان کہ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ لوگوں کو محبت الٰہی کی تعلیم دی نیز اپنی محبت کی شمع جلانے کا مشورہ بھی دیا کیوں کہ محبت نبوی کے نتیجے ہی میں اللہ کی محبت نصیب ہوگی۔ایک حدیث میں ہے:

محبت الٰہی سے اپنے قلب وروح آباد کرو کیوں کہ روزی فراہم کرنے والا وہی ہے۔اور میری محبت وعقیدت کی شمع بھی طاقِ جاں میں جلاؤ کیوں کہ اللہ مجھے محبوب رکھتا ہے (۱۹)۔

حضورِ اقدس ﷺ سفیر بشارت

اے نبی(مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حسن آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذاب آخرت کا) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔(سورۂ احزاب:۳۳/۴۵)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ (بعثت نبوی کا مقصد) بیان کررہا ہے کہ آپ بشیرو نذیر بناکر مبعوث کیے گئے ہیں۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ لوگوں کو جہنم کی ہولناکیوں اوراس کی جاں سوزیوں سے ڈرایااور اس دنیا میں انھیں درخشندہ مستقبل کے انتظار اور آخرت میں یقینی طور پر دخولِ جنت کی بشارت دی۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کو قرآن نے یوں بیان کیا ہے:

(اے حبیب مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بناکر بھیجا ہے اور اہل دوزخ کے بارے میں آپ سے پرسش نہیں کی جائے گی۔(سورۂ بقرہ:۲/۱۱۹)

اور حق کے ساتھ ہی ہم نے اس (قرآن) کو اُتارا ہے اور حق ہی کے ساتھ وہ اُترا ہے، اور (اے حبیب مکرم!) ہم نے آپ کو خوش خبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا ہی بناکر بھیجا ہے۔(سورۂ اسرا:۱۷/۱۰۵)

اور بے شک یہ (قرآن) سارے جہانوں کے رب کا نازل کردہ ہے۔ اسے روح الامین(جبرائیل علیہ السلام) لے کر اُترا ہے۔ آپ کے قلب(اطہر) پر تاکہ آپ (نافرمانوں کو) ڈر سنانے والوں میں سے ہوجائیں۔(سورۂ شعراء:۲۶/۱۹۲تا۱۹۴)

اور (اے حبیب مکرم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ (آپ) پوری انسانیت کے لیے خوش خبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (سورۂ سبا: ۳۴/ ۲۸)

جو لوگ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بطورِ نمونہ اپنا کر ان کی سنتوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ بھی لوگوں کو خوش خبریاں دیتے پھریں اور (عذاب آخرت کا) ڈر سناتے رہیں۔ ایسے لوگوں کے کردار کی بابت فرمانِ رسول یہ ہے:

لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرو، مشکلوں کے جال نہ پھیلائو، انھیں خوش خبریاں دو اور امن فراہم کرو، لوگوں کو دین سے متنفر نہ کرو (۲۰)۔

خوش خبریاں دینے سے جہاں اہل ایمان کے کردار و شوق میں اضافہ ہوتا ہے، وہیں راہِ الٰہی پر پامردی سے جادہ پیمائی کے حوصلے بھی توانا ہو جاتے ہیں۔ وہ شخص جو جنت کا آرزومند ہے یقیناً ایک جداگانہ صفت و مزاج کا مالک ہوگا بہ نسبت ان لوگوں کے جو ان اعمال کو غیظ و غضب سے بچنے یا محض ایک ذمہ داری سمجھتے ہوئے انجام دیتے چلے آئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں حکم فرمایا ہے: ''مومنوں پر حریص''۔ (سورۂ نساء: ۸۴)

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور اہل ایمان کو اس بات کی بشارت دے دیں کہ ان کے لیے اللہ کا بڑا فضل ہے (کہ وہ اس خاتم الانبیاء کی نسبت غلامی میں ہیں)۔ (سورۂ احزاب: ۳۳/ ۴۷)

ہر وہ مسلمان جسے احکام الٰہی کا پاس ہے اور جو جادۂ سنت پر گامزن ہے اس کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو خوش خبریاں دیا کرے اور اُن کے حوصلے بڑھایا کرے۔ نفرت انگیز باتیں کرنا، نیز آسان کو مشکل بنا کر پیش کرنا مسلمانوں کو زیب نہیں دیتا، چہ جائے کہ مسلمانوں کی حوصلہ شکنی کی جائے اور

قرآن میں نزول پذیر اللہ کی بشارتوں کو پردۂ خمول میں ڈال چھوڑا جائے؛ یہ چیزیں مسلمانوں کے احساسِ امید کو توانا رکھتی ہیں۔ قرآن کے ساتھ موافقت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو اپنا کر سفیرِ بشارت ہو جایا جائے جس کا اللہ نے مومنوں سے وعدہ کیا ہے، اور جس کی اہمیت کو اس نے طشت ازبام کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قسم کی جو بشارتیں لوگوں کو دینے کا حکم ہوا تھا تو اُن میں ایک یہ بھی تھی کہ اللہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے:

آپ فرما دیجیے: اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کرلی ہے! تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، بے شک اللہ سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے، وہ یقیناً بڑا بخشنے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۂ زمر:۳۹/ ۵۳)

اور جب آپ کے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ (ان سے شفقتاً) فرمائیں کہ تم پر سلام ہو تمھارے رب نے اپنی ذات (کے ذمہ کرم) پر رحمت لازم کرلی ہے، سو تم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی برائی کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور (اپنی) اصلاح کرلے تو بے شک وہ بڑا بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۂ انعام:۶/ ۵۴)

اور دوسری خوش خبری جنت کے حوالے سے یوں ہے:

(اے حبیب!) آپ فرما دیں: کیا میں تمھیں ان سب سے بہترین چیز کی خبر دوں؟ (ہاں) پرہیزگاروں کے لیے ان کے رب کے پاس (ایسی) جنتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (ان کے لیے) پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور (سب سے بڑی بات یہ کہ) اللہ کی طرف سے خوشنودی نصیب ہوگی، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔ (سورۂ آل عمران:۳/ ۱۵)

سرکار ﷺ نے اپنی بشریت کا اعلانِ عام فرمایا

جہالت 'اسلام ناآشنا لوگوں کی ایک بنیادی خصلت ہے، جو انھیں پیغمبر خدا کی اطاعت سے روکے رکھتی ہے اور انھیں بہانہ بازی کا موقع فراہم کرتی ہے۔ان کا عذر یہ تھا کہ وہ ایسے پیغمبروں کی اطاعت کرنا چاہتے تھے جو بشری پیکر نہ ہوں۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے دوٹوک فرمادیا کہ میں ایک بشر اور خالص اللہ کا غلام ہوں۔اور اس طرح دیگر امیدیں زیر خاک دفن ہوکر رہ گئیں (کامیاب ہیں وہ جنھیں) اللہ کی طرف رجوع نصیب ہوا۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے:

فرمادیجیے: میں تو صرف (بخلقت ظاہری) بشر ہونے میں تمھاری مثل ہوں (اس کے سوا اور تمھاری مجھ سے کیا مناسبت ہے! ذرا غور کرو) میری طرف وحی کی جاتی ہے (بھلا تم میں یہ نوری استعداد کہاں ہے کہ تم پر کلام الٰہی اُتر سکے) وہ یہ کہ تمھارا معبود، معبودِ یکتا ہی ہے پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔(سورۂ کہف:۱۸/ ۱۱۰)

فرمادیجیے: اگر زمین میں (انسانوں کی بجائے) فرشتے چلتے پھرتے سکونت پذیر ہوتے تو یقیناً ہم (بھی) ان پر آسمان سے کسی فرشتہ کو رسول بنا کر اُتارتے۔فرمادیجیے: میرے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہ کے طور پر کافی ہے، بے شک وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ خوب دیکھنے والا ہے۔(سورۂ اسرا:۱۷/ ۹۵تا۹۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے بھی مسلم رہنے اور اللہ کی اطاعت کرتے رہنے کا حکم ہوا ہے۔ نیز غیر مسلموں کو تبلیغ و تنبیہ کرنا بھی آپ کا فرض تھا لیکن اُن کی پسند و ناپسند پر آپ کا کوئی ذمہ نہ تھا۔اس سلسلہ کی آیتیں دیکھیں:

(آپ ان سے فرمادیجیے کہ) مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے عزت و حرمت والا بنایا ہے اور ہر چیز اسی کی (ملک) ہے اور مجھے (یہ) حکم (بھی) دیا گیا ہے کہ میں (اللہ کے) فرماں برداروں میں رہوں۔ نیز یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناتا رہوں جس شخص نے ہدایت قبول کی تو اس نے اپنے فائدہ کے لیے راہِ راست اختیار کی، اور جو بہکا رہا تو آپ فرمادیں کہ میں تو صرف ڈر سنانے والوں میں سے ہوں۔ اور آپ فرمادیجیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں وہ عنقریب تمھیں اپنی نشانیاں دکھادے گا سو تم انھیں پہچان لوگے، اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم انجام دیتے ہو۔ (سورۂ نمل:۲۷/۹۱تا۹۳)

حضور اقدس ﷺ اُمت کے غمخوار اور خیر خواہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی صفات کے حوالے سے ہم اوپر گفتگو کر آئے ہیں کہ آپ نے مسلمانوں کے بارِ گراں کو ہلکا کیا، جو اپنے معاملوں کے صحیح فہم و ادراک سے قاصر رہ جاتے ان کی ہدایت فرمائی، ورنہ وہ بڑی مشکل میں پڑ جاتے۔ اپنی زندگیوں کو بڑی آسانی سے مشکلات کی نذر کر دینا اور اپنے اوپر من مانا حکم نافذ کرکے لوگوں کا یہ سمجھنا کہ وہ از خود اپنے مسائل حل کرلیں گے صریح غلطی ہے۔ بنی نوعِ انساں کا بطورِ خاص یہ کردار ان اسباب میں سے ایک ہے جس کے باعث گزشتہ مذاہب فرسودہ و خستہ ہوگئے۔ بہت سے معاشروں نے ایسے اصول وضع کیے جو اصلاً اُن کے مذہب سے میل نہیں کھاتے تھے۔ پھر انھوں نے دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کے لیے مجبور کرتے ہوئے کہا کہ پرہیز گار صرف وہی ہے جو اُن کے قانون کی پاسداری کرے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم خوبی یہ تھی کہ آپ لوگوں سے اس بارِ گراں کو اُتارتے جو وہ اپنے اوپر خود لاد لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خوبی کا تذکرہ ایک آیت میں یوں کیا ہے:

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتے ہیں جو اُمی (لقب) نبی ہیں، جن (کے اوصاف و کمالات) کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں، جو انھیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے ہیں۔ پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اُتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔
(سورۂ اعراف: ۷/ ۱۵۷)

آیت مبارکہ میں "بارِ گراں اور طوق" سے مراد وہ مشکلات ہیں جو لوگوں نے خود اَپنے لیے پیدا کرلی ہیں۔ معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف اپنے عہد کے لوگوں کے لیے نمونۂ عمل تھے تو دوسری طرف نیکیوں کی سمت بلا کر اور برائیوں کے خلاف وارننگ دے کر اُن کے بوجھ بھی ان سے اُتار دیتے تھے، جیساکہ آیت میں گزرا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جملہ خصوصیات کے ساتھ خداترسی میں اپنا جواب آپ تھے؛ کیوں کہ یہی وہ ایسی صفت ہے جس سے تنہا اللہ کا منظورِ نظر بنا جاسکتا ہے۔ آپ کا دل ہمیشہ خوفِ الٰہی سے لرزاں رہا، جادۂ مستقیم سے ایک ذرا نہیں ہٹے، اور کبھی بھی لوگوں کی خواہش و ترنگ کے سامنے نہیں جھکے۔ اخلاقِ قرآنی کا یہ پہلو دراَصل لوگوں کی بڑی سہولت اور عمدگی کا وسیلہ ہے۔ دوسروں کو خوش کرنا، ان سے اپنے مفاد کا حصول اور دوسروں کے ذریعہ کسی کو خوش کردینا، خالق و مخلوق دونوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنا، اور (پھر اس کے صلے میں) ان سے ستائش کا آرزومند ہونا قبولیت عمل کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ ایسے لوگ اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ خاطر خواہ طور پر دیانت دارانہ

سوچ رکھ سکیں اور مساویانہ سلوک کر سکیں۔ پھر جب وہ لوگوں کو خوش کرنے میں ناکام ہوجاتے ہیں تو نتیجتاً جس ستائش کی انھیں تلاش ہوتی نہیں مل پاتی۔وہ معمولی سی غلطی پر ہراساں ہوتے ہیں،اور یہ خوف لاحق ہوتا ہے کہ وہ ان کی نگاہوں میں اپنا وقار واعتماد کھوبیٹھے ہیں جن کو خوش کرنے کی جتن کررہے تھے جب وہ انھیں اپنے سے مکمل خوش وراضی نہیں پاتے۔

اس کے برعکس ایک مردِ مومن ہمیشہ خوشنودیِ مولیٰ کی کوشش کرتا ہے،صرف اسی کا خوف رکھتا ہے،اور ایسی چیزوں کے بوجھ تلے نہیں دبتا جو دین و دنیا میں اس کے نقصان کا باعث ہوں۔انھیں لوگوں کی خوشی وناراضگی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ وہ ہمیشہ چین وسکون سے ہوتے ہیں۔انھیں پتا ہے کہ غلطی ہوجانے کی صورت میں انھیں صرف اللہ کے حضور جواب دہ ہونا ہے اور اسی سے معافی بھی طلب کرنا ہے؛تو اس طرح انھیں کوئی فکر وغم بھی نہیں ہوتا۔

اپنے قول وفعل کی روشنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو طہارت ایمان وعقیدہ کے ساتھ رہنے کی تعلیم فرمائی۔ اس طرح آپ نے ”دوسروں کی خوشنودی کے حصول“ کا بارِ گراں بھی انسانیت کی گردن سے اُتار دیا۔اور یہی مسلمانوں کے لیے مصیبت کا پہاڑ بن کر رہی جس کو آپ نے نیست و نابود کردیا۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہر معاملے میں جملہ اہل اسلام کے لیے جامع نمونہ تھے جو کہ اس دنیا کے ساتھ اُخروی دنیا میں بھی نیکی اور عظیم برکتوں کے حصول کا ذریعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا ہے کہ کلمہ طیبہ اور ستھرے عقائد کے حامل لوگ کبھی بھی اُن لوگوں کی طرح نہیں ہوسکتے جو اللہ کے علاوہ اور شریک ٹھہراتے ہیں:

اللہ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے ایسے (غلام) شخص کی جس کی ملکیت میں کئی ایسے لوگ شریک ہوں جو بداخلاق بھی ہوں اور باہم جھگڑالو بھی۔ اور (دوسری طرف) ایک ایسا شخص ہو جو صرف ایک ہی فرد کا

غلام ہو، کیا یہ دونوں (اپنے) حالات کے لحاظ سے یکساں ہو سکتے ہیں ؟(ہرگز نہیں) ساری تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ (حقیقت توحید کو) نہیں جانتے۔ (سورۂ زمر:۳۹/ ۲۹)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف بت پرستی کی لعنت ہی کو اہل ایمان سے دور نہیں کیا بلکہ آپ نے ان کے کاندھوں سے ان تمام بوجھوں کو بھی اُتار دیا جو اُن کی زندگی کو اجیرن کیے دے رہے تھے، انھیں آسان و کامیاب راہِ زندگی کی طرف بلایا اور ان کے جملہ مسائل کی تحلیل فرمادی۔ یہی وجہ ہے کہ سرورِ کائنات کی سنت و شریعت پر عمل پیرا ہونے والے خوش نصیب (مادی دولت نہ ہونے کے باوجود) راحت و سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس موضوع کے حوالے سے چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ اور ابو موسیٰ کو اس نصیحت کے ساتھ ملک یمن روانہ کیا کہ لوگوں کے ساتھ مروت و نرمی کا برتائو کرنا، ان پر شقاوت و سختی نہ کرنا، انھیں بشارت و خوش خبری سنانا، نفرت و بیزاری کا ماحول نہ بنانا، ایک دوسرے کے ساتھ محبت واُلفت سے پیش آنا اور اختلاف و شقاق سے پرہیز کرنا (۲۱)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو معاملوں میں سے کسی کو چننے کا اختیار دیا گیا تو آپ نے اسی کا انتخاب فرمایا جو لوگوں کے لیے آسان و سہل ہو، الا یہ کہ اس میں کوئی نقص ہو، اگر اس میں کوئی خامی ہوتی تو آپ اس سے اپنے آپ کو کوسوں دور رکھتے (۲۲)۔

حضور اقدس ﷺ مسلمانوں پر حد درجہ شفیق و کریم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت و کرم، شفقت و پیار اور فراست و بصیرت سے لبریز ایک عظیم انسان تھے۔ آپ نے احباب واقربا اور اپنے گرد رہنے والوں کے روحانی اور جسمانی دونوں قسم کے

مسائل میں دلچسپی لی ،اور ان کی صحت و تندرستی، تحفظ وامان،اور مسرت وخوشی کو بحال کرنے میں ہر ممکنہ کوشش فرمائی۔آپ نے انھیں اپنے سایہ عاطفت میں لے لیااور آخرت کی سرمدی نعمتوں سے بہرہ مند ہونے کے لیے انھیں ہمیشہ خداترس بنے رہنے کی تلقین فرمائی۔سرورِ کائنات کے یہ فیچرز جو کل بنی نوعِ انساں کے لیے سراپا نمونہ ہیں قرآن میں یوں بیان ہوئے ہیں:

بے شک تمھارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے۔تمھارا تکلیف ومشقت میں پڑنا انھیں سخت گراں (گزرتا) ہے۔(اے لوگو!) وہ تمھارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب وآرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔(سورۂ توبہ:۱۲۸/۹)

اور آپ اپنا بازوے (رحمت وشفقت) ان مومنوں کے لیے بچھا دیجیے جنھوں نے آپ کی پیروی اختیار کرلی ہے۔(سورۂ شعراء:۲۱۵/۲۶)

جب صحابۂ رسول نے معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ماڈل سمجھ لیا تو بہت سی قربانیاں دے کر وہ شفقت وہمدردی کا سلوک کرنے کے خوگر ہوگئے، جیساکہ قرآن میں مذکور ہے۔ایک آیت بتاتی ہے کہ مسلمانوں نے ایک دوسرے کی بھلائی کے لیے بہت سی قربانیاں دیں:

(یہ مال اُن انصار کے لیے بھی ہے) جنھوں نے اُن (مہاجرین) سے پہلے ہی شہر (مدینہ) اور ایمان کو گھر بنالیا تھا۔یہ لوگ ان سے محبت کرتے ہیں جو اِن کی طرف ہجرت کرکے آئے ہیں۔اور یہ اپنے سینوں میں اُس (مال) کی نسبت کوئی طلب (یا تنگی) نہیں پاتے جو اُن (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے اور اپنی جانوں پر انھیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اِنھیں شدید حاجت ہی ہو،اور جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچالیا گیا پس وہی لوگ ہی بامراد و کامیاب ہیں۔(سورۂ حشر:۹/۵۹)

نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں تعلیم پانے والے اور قرآنی آیات پر عمل پیرا ہونے والے صحابہ کرام کی شفقت ومروت کا عالم یہ تھا کہ وہ جنگی قیدیوں سے بھی خوش گوار سلوک کیا کرتے تھے۔آیتوں میں اس کا ذکر یوں ہے:-

اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب وحاجت ہونے کے باوجود ایثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔(اور کہتے ہیں کہ) ہم تو محض اللہ کی رضا کے لیے تمھیں کھلا رہے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواست گار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (خواہش مند) ہیں۔ہمیں تو اپنے رب سے اُس دن کا خوف رہتا ہے جو (چہروں کو) نہایت سیاہ (اور) بدنما کر دینے والا ہے۔(سورۂ انسان/دہر:۷۶/۸تا۱۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود تو رحمت وشفقت ومروّت کی مجسم تصویر تھے ہی مسلمانوں کو بھی اس سے مزین وآراستہ ہونے کی تلقین فرماتے رہتے تھے:

کریم ومہربان لوگ، رحیم پروردگار کی رحمت سے حصہ وافر پاتے ہیں۔زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحمت کے پھول برسائے گا(۲۳)۔

جن کے پاس لوگوں کے لیے کوئی رحم ومروت نہیں ان کے لیے خزانۂ رحمت الٰہی سے کوئی حصہ نہیں (۲۴)۔

قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم جنت میں اس وقت تک داخل نہ ہو سکو گے جب تک ایمان نہ لائو، اور تم اس وقت تک ایمان رکھنے میں کامیاب نہ ہو سکو گے جب تک ایک دوسرے کے لیے پیار ومحبت کے جذبات نہ رکھو۔کیا میں تمھیں ایسی بات نہ بتا دوں کہ اگر تم اس پر عمل کرنے لگو تو ایک دوسرے سے محبت ولگائو پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائو؟ آپس میں ''سلام'' کو رواج دو(۲۵)۔

حضور اقدس ﷺ ، اور مسلمانوں کے لیے مغفرت و بخشش کی دعا

اہل ایمان کے لیے اپنی بے پایاں شفقت و مروت کی بنیاد پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ الٰہی میں اُن کے گناہوں کی مغفرت کی دعا کی۔ قرآن میں اللہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں حکم ہوا ہے:

اے نبی! جب آپ کی خدمت میں مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گی اور چوری نہیں کریں گی اور بدکاری نہیں کریں گی اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی اور اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان سے کوئی جھوٹا بہتان گڑھ کر نہیں لائیں گی اور (کسی بھی) امر شریعت میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی، تو آپ ان سے بیعت لے لیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ (سورۂ ممتحنہ: ۶۰/ ۱۲)

پس جان لیجیے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ (اظہارِ عبودیت اور تعلیم امت کی خاطر اللہ سے) معافی مانگتے رہا کریں کہ کہیں آپ سے خلافِ اولیٰ فعل صادر نہ ہو جائے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے بھی طلب مغفرت فرماتے رہا کریں۔ اور (اے لوگو!) اللہ (دنیا میں) تمھارے چلنے پھرنے کے ٹھکانے اور (آخرت میں) تمھارے ٹھہرنے کی منزلیں (سب) جانتا ہے۔ (سورۂ محمد: ۴۷/ ۱۹)

۔۔۔۔۔اور جب وہ آپ کے ساتھ کسی ایسے (اجتماعی) کام پر حاضر ہوں جو (لوگوں کو) یکجا کرنے والا ہو تو وہاں سے چلے نہ جائیں (یعنی امت میں اجتماعیت اور وحدت پیدا کرنے کے عمل میں دل جمعی سے شریک ہوں) جب تک کہ وہ (کسی خاص عذر کے باعث) آپ سے اجازت نہ لے لیں۔ (اے رسولِ معظم!) بے شک جو لوگ (آپ ہی کو حاکم اور مرجع سمجھ کر) آپ سے اجازت طلب کرتے ہیں وہی لوگ

اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان رکھنے والے ہیں، پھر جب وہ آپ سے اپنے کسی کام کے لیے (جانے کی) اجازت چاہیں تو آپ (حاکم و مختار ہیں) ان میں سے جسے چاہیں اجازت مرحمت فرمادیں اور ان کے لیے (اپنی مجلس سے اجازت لے کر جانے پر بھی) اللہ سے بخشش مانگیں (کہ کہیں اتنی بات پر بھی گرفت نہ ہوجائے)، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔(سورۂ نور:۲۴/۶۲)

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے لیے دعا کرنے کی تعلیم یوں فرمائی:

۔۔۔۔۔۔اور ان کے حق میں دعافرمائیں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے (باعث) تسکین ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔(سورۂ توبہ:۹/۱۰۳)

اس آیت کریمہ سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں مومنوں کی جھولیاں سکون و سلامتی سے بھر دیتی ہیں۔اس موقع پر یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ دلوں کے اندر امن و سلامتی کی کیفیت پیدا کرنا اللہ کا کام ہے۔ تاہم اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائوں کو راحت وآرام کا ذریعہ بنادیا ہے؛کیوں کہ مسلمانوں کے نگہبان و محافظ آپ ہی تو ہیں۔ مسلمانوں کے لیے خداوند قدوس کی محبت و شفقت اور اس کی رحمت و حفاظت کا اخلاقِ محمدی کی شکل میں خوب مظاہرہ ہوا ہے۔

رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ مبارک الفاظ مسلمانوں کے لیے دعا کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہیں:

جب تم بارگاہِ خداوندی میں دعا کے لیے ہاتھ اُٹھاؤ تو یہ نہ کہو: اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخشش دے ۔اے اللہ! اگر تو چاہے تو میری مغفرت فرما دے ؛ بلکہ تم اپنی دعا میں نہایت دلجمعی اور مضبوط اعتقادی کے ساتھ فریاد کرو، کیوں کہ کوئی اللہ کو کسی چیز پر مجبور نہیں کر سکتا(۲۶)۔

صدقہ وخیرات سے مختار کائنات ﷺ نے لوگوں کو صاحب تقویٰ وطہارت بنادیا

سورۂ توبہ کے اخیر میں آیت نمبر ۱۰۳ کے حوالے سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ حکم صادر فرماتا ہے:

آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انھیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور انھیں (ایمان ومال کی پاکیزگی سے) برکت بخش دیں اور ان کے حق میں دعافرمائیں۔۔۔۔۔(سورۂ توبہ:۹/ ۱۰۳)

بالفاظِ دیگر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا کہ صدقہ وخیرات سے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو صاحب تقویٰ وطہارت بنادیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں لہٰذا اپنے جملہ اقوال وافعال میں اللہ کے دکھاے ہوئے جادۂ حق پر قائم رہتے ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندیِ اخلاق اور علوکردار کا راز یہ ہے کہ آپ ہر حال میں غیر اللہ کی عبادت سے مبرارہ کر محض اللہ کی طرف رجوع لاتے ہیں۔اور ایسا اس لیے تھا کہ آپ اللہ کے ہر ہر حکم کی تعمیل کا پیکر اور بے مثال قسم کے اخلاق وکردار سے لیس ہوکر کل کائنات کے لیے نمونۂ عمل بن کر مبعوث ہوئے ہیں۔

تمام مسلمانوں اور مؤمنوں کے لیے یہ حقیقت جس طرح ایک رہبر ورہنما کی حیثیت رکھتی ہے؛اسی طرح وحی الٰہی قرآن پر عمل پیرا ہوکر اور پیغمبر کے سکھائے ہوئے اخلاق سے آراستہ ہوکر ان کے سلوک وکردار کو بھی پوری دنیا کے لیے ایک نمونہ وآئیڈیل ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ !اور اہل اسلام کے ساتھ مشاورت

حکم الٰہی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کے ساتھ مشورے کیا کرتے اور ان کی رائے لیا کرتے تھے۔ذیل کی آیت میں یہی بات کہی گئی ہے:

۔۔۔۔۔سوآپ ان سے درگزر فرمایا کریں اور ان کے لیے بخشش مانگا کریں اور (اہم) کاموں میں ان سے مشورہ کیا کریں، پھر جب آپ پختہ ارادہ کرلیں تو اللہ پر بھروسہ کیا کریں، بے شک اللہ توکل والوں سے محبت کرتا ہے۔(سورۂ آل عمران:۳/ ۱۵۹)

اہل ایمان کی آراء وخیالات کے بعد نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی فیصلہ پر پہنچتے اور پھر نتیجے کے لیے اسے اللہ کے دست قدرت کے حوالے کر دیتے۔ایک اہم نکتہ جس پر آگاہی ہر کسی کے لیے ضروری ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو تمام فیصلوں کا پیشگی علم ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر فیصلہ اور اس کے نتیجہ کو مقدر فرمادیا ہے۔تو اہل ایمان کے لیے یہ ایک کارِ عبادت ہے کہ وہ باہمی مشورے کے بعد کسی فیصلہ پر پہنچیں۔یہ بات معلوم ہوگئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی فیصلہ کرنے سے قبل مسلمانوں سے اس کے بارے میں مشورہ فرمایا کرتے تھے اور اس کا نتیجہ اللہ کے دست قدرت میں چھوڑ دیتے تھے،اس یقین کے ساتھ کہ اللہ جل مجدہ اس میں جو سب سے زیادہ نفع بخش نتیجہ ہوگا اسی کی جانب ہماری رہبری فرمادے گا۔

ایک دوسرے سے مشورہ کرنا ایک ایسا عمل ہے جو مسلمانوں کے آنگن میں زیادہ سے زیادہ برکتیں لاسکتا ہے۔پہلے مرحلے میں جو دوسروں سے مشورہ کرتا ہے تو دیانتدارانہ عمل کی بنیاد پر وہ اچھے کردار کا مظاہرہ کرتا ہے۔مثلاً سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اُمت مسلمہ میں سب سے زیادہ صاحب دانش وبینش،نہایت ہی دور اندیش اور فہم وبصیرت کے حامل تھے،اس کے باوجود آپ کا اپنے صحابہ

سے مشورے کرنا،ان کی رائے معلوم کرنا، اور کسی خاص مسئلے کی تحلیل کے لیے ان کے پوچھ تاچھ کرنابتاتاہے کہ آپ کس قدر پاکباز اور منکسر المزاج تھے۔

جملہ معاملات میں عجزوانکسار کااظہاراہل اسلام کا طرۂ امتیاز ہوناچاہیے وہ کبھی یہ خیال بھی اپنے اندر نہ آنے دے کہ وہ سب سے زیادہ اور بہتر جانتاہے۔باہمی رائے مشورہ انھیں عظیم فوائد سے ہم کنار کردے گا۔رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اداکواختیار کرکے انھیں جہاں قرب نبی میسر ہوگا وہیں انھیں رضاے الٰہی کی دولت بیدار بھی نصیب ہوجائے گی۔اپنی دانش مندی پر فخر و گھمنڈ سے ہر حال میں بچناچاہیے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادیاہے کہ :۔۔۔۔۔اور ہر صاحب علم سے اوپر(بھی) ایک علم والا ہوتاہے۔(سورۂ یوسف:۱۲/ ۷۶) ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص محض اپنی فہم وفراست پر تکیہ کرکے کسی اچھے نتیجے پر نہیں پہنچ سکتاالایہ کہ وہ دوسروں کی فراست ودانائی، آئیڈیا، اور ان کے عمدہ تجربات بھی معلوم کرلے۔ایک دماغ سے فیصلے کی بجائے دراصل اسے مشورہ کرنے والے بہت سے لوگوں کی حمایت حاصل ہوجاتی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کوایک دوسرے سے مشورہ کرنے کی اہمیت کااندازہ ان لفظوں میں بیان کیاہے:

جو لوگ اپنے معاملات میں اللہ کی خوشنودی پیش نظر رکھ کر لوگوں سے رائے مشورے کرتے ہیں وہ ہمیشہ بامراد ہوتے ہیں (۲۷)۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جوراہیں دکھائی ہیں،نیزسرورِ کائنات نے جس اخلاق وسلوک کا مظاہرہ فرمایاہے وہ یقیناہرشے سے افضل اورانمول ہیں۔دوسروں کو نیک مشورہ دینااس کی ایک بہترین مثال ہے۔لہٰذا یہ بات نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ احکام الٰہی کی تعمیل کے ساتھ صحیح طور پر دینی اُمور کی ادائیگی کے لیے اخلاقِ مصطفیٰ کواپنی زندگی میں اُتاراجائے۔اور جس قدر ممکن ہوسکے اَچھے اور عمدہ کردار کواپنایاجائے۔

اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو تاجِ شہرت و عزت پہنادیا

اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا ذکر (اپنے ذکر کے ساتھ ملا کر دنیا و آخرت میں ہر جگہ) بلند فرمادیا۔ (سورۂ انشراح:۹۴/۴)

مذکورہ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اَپنے عہد کے ساتھ بعد کے اَدوار کے لیے تعارف کرایا جارہا ہے۔ وصال النبی کے چودہ سو سال گزر جانے کے بعد آج تک چہار دانگ عالم میں آپ کی عظمت و جلالت کی دھومیں مچی ہوئی ہیں۔ چودہ صدیوں کے اِس عرصہ میں کروڑہا لوگ آپ کی محبت والفت کے قلادہ کو اپنے گلے کا ہار بنا کر خود کو آپ کی بارگاہ میں حاضر سمجھتے ہیں گرچہ شومئ قسمت سے آپ کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا، نیز دعا کرتے ہیں کہ آخرت میں اُن کی لازوال صحبت و معیت نصیب ہوجائے۔ اور یہ عمل آج تک جاری ہے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم المرتبت پیغمبر کہہ کر یاد فرمارہا ہے:

بے شک یہ (قرآن) بزرگی و عظمت والے رسول کا (منزل من اللہ) فرمان ہے۔ (سورۂ الحاقہ:۶۹/۴۰)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت سے انبیا مثلاً نوح و الیاس اور موسیٰ و ہارون (علیہم السلام) سب کے سب عزت و عظمت سے بہرہ ور تھے۔ بہت سے لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ شہرت و ناموری کے حصول میں اپنی پوری زندگی کھپا دیتے ہیں، اس مادّی و فانی دنیا کی آسائش و آرائش کی تلاش میں وہ دیوانہ وار پھرتے رہتے۔ یا پھر جہالت کے غلبہ کی وجہ سے اِتراتے نہیں تھکتے۔ گو وہ حصول عزت کے لیے سخت جدوجہد کرتے ہیں تاہم انجام کار خسارہ ہی ان کے ہاتھ لگتا ہے۔

بلاشبہہ اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت و مقام حاصل کرنے کی صرف یہی ایک صورت ہے کہ زیورِ اخلاقِ قرآنی سے خود کو آراستہ کرلیا جائے۔ایک آیت کریمہ دیکھیں:

اور اگر حق (تعالیٰ) ان کی خواہشات کی پیروی کرتا تو (سارے) آسمان اور زمین اور جو (مخلوقات و موجودات) ان میں ہیں سب تباہ و برباد ہو جاتے بلکہ ہم ان کے پاس وہ (قرآن) لائے ہیں جس میں ان کی عزت و شرف (اور ناموری کا راز) ہے سو وہ اپنی عزت ہی سے منہ پھیر رہے ہیں۔ (سورۂ مومنون:۲۳/۷۱)

اس دنیا میں عزت و وقار کے ساتھ زندگی گزارنے کا اس سے بہتر کوئی فارمولہ نہیں کہ خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و کردار کے سانچے میں ڈھال لیا جائے، جسے اللہ نے قرآن میں نازل فرمایا تھا۔ یہ ایک بے غبار حقیقت ہے کہ (نقوشِ پائے مصطفیٰ کی پیروی سے ہٹ کر) دوسرے تمام طریقے دونوں جہان میں نقصان و خسارہ کا سبب ہوں گے۔

حضورِ اقدس ﷺ مجسمہ مروّت و شفقت

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اِرد گرد رہنے والوں میں کچھ ایسے تھے جنھیں اخلاق و کردار اور تہذیب و ثقافت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ بہت سی آیتوں سے پتا چلتا ہے کہ انھیں خود اپنی کم ظرفی اور خردماغی کا اندازہ نہیں تھا نتیجتًا وہ دوسروں کے چین و سکون کو بھی غارت کر دیتے تھے۔ مثلاً آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ سامنے کے دروازے کی بجائے پیچھے کے دروازے سے گھر کے اندر داخل ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خورد و نوش کے وقت گھروں میں گھس آتے، یا پھر لمبی لمبی باتوں میں مصروف ہو کر آپ کا وقت ضائع کرتے تھے۔ دوسری طرف رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے شفیق، بامروت، اور صابر و مہذب واقع ہوئے تھے کہ ان کے برعکس آپ کے

ساتھ نہایت ہی بردباری سے پیش آتے تھے۔نیز آپ دوسروں کے لیے تکلیف دہ حرکتوں پر انھیں نہایت خوش اسلوبی سے مطلع فرماتے تھے۔ اس طرح آپ ضبط واخلاق کے زیور سے آراستہ کرتے ہوئے اُن کی ہمدردیوں کا مرکز بن جاتے تھے۔اس خوبی نے آپ کو جملہ اہل اسلام کے لیے بے مثال نمونہ عمل بنادیا۔

ہمارے رب کریم نے-جوکہ سراپا شفقت ورحمت ہے-اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معاونت وحمایت کرتے ہوئے یہ آیتیں اُن پر نازل فرمائیں،جن میں سے ایک یہ ہے:

اے ایمان والو! نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں داخل نہ ہواکرو سوائے اس کے کہ تمھیں کھانے کے لیے اجازت دی جائے (پھر وقت سے پہلے پہنچ کر) کھانا پکنے کا انتظار کرنے والے نہ بناکرو،(ہاں جب) تم بلائے جائو تو (اس وقت) اندر آیا کرو پھر جب کھانا کھاچکو تو (وہاں سے اُٹھ کر) فوراً منتشر ہوجایا کرو اور وہاں باتوں میں دل لگاکر بیٹھے رہنے والے نہ بنو۔یقیناً تمھارا ایسے (دیر تک بیٹھے) رہنا نبی (اکرم) کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے (اُٹھ جانے کا کہتے ہوئے) شرماتے ہیں اور اللہ حق (بات کہنے) سے نہیں شرماتا۔۔۔۔۔(سورۂ احزاب:۳۳/ ۵۳)

صحابہ کرام کے تاثرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کیسے کریم اور عظیم اخلاق وکردار کے مالک تھے۔پیغمبر خدا اور سربراہِ مملکت ہونے کی وجہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمہ وقت حکومت کے باثروت و رسوخ امیروں سے لے کر افلاس زدہ قبائل کے افراد اور بیوہ عورتوں اور یتیموں تک زندگی کے مختلف حوالوں سے براہِ راست رابطہ رہا کرتا تھا۔ معیشت ومعاشرت کے تفاوت،اورایک دوسرے کے طرز ہائے حیات کے مختلف ہونے باوجود آپ اُن سے معاملہ کرنے اور اُن کے دل جیت لینے کا خوب ہنر جانتے تھے۔آپ نے افہام وتفہیم،صبر وضبط اور قابل رشک خوبیوں کا مظاہرہ فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقوں کے بیان کردہ واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کس درجہ شفیق، ملامت سے بالاتر، انسان دوست اور بامروت تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اخلاقی کا غور سے مشاہدہ کرنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں گویا ہوتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا (۲۸)۔

حضرت انس بن مالک جو کہ خانۂ اقدس میں خادم کی حیثیت سے بڑھے اور سالوں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ آپ کی بے مثال کریمی کا تذکرہ یوں کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ جب آپ کسی سے مصافحہ فرماتے تو جب تک وہ اپنے ہاتھ نہ کھینچتا آپ اپنا دست مبارک اس سے نہ چھڑاتے تھے۔ یوں ہی اس کے چہرہ پھیرنے سے پہلے اپنا چہرۂ مبارک کسی سمت نہ گھماتے تھے۔ اور ایسا کبھی نہ ہوا کہ جس کے ساتھ آپ نشست فرما رہے ہوں اس کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا دیے ہوں (۲۹)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کسی خاتون) عاصیہ (نافرمان) کا نام بدل دیتے ہوئے فرمایا: تم جمیلہ (یعنی خوبصورت اور سعادت مند) ہو (۳۰)۔

جب کوئی آپ کے ساتھ محوِ گفتگو ہوتا تو جب تک وہ اپنی پوری بات ختم نہ کر لیتا آپ اس وقت تک خاموشی کے ساتھ اس کی باتیں سن رہے ہوتے (۳۱)۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں دس سال تک سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، اس درمیان آپ نے ایک مرتبہ بھی مجھے ''اُف'' نہ کہا۔ اگر میں نے کبھی کچھ کر دیا تو آپ نے پوچھ گچھ نہ فرمائی کہ ایسا کیوں کیا؟ اور اگر کبھی کوئی سونپا ہوا کام نہ کر سکا تو نہیں پوچھا کہ اسے کیوں نہیں کیا؟ (۳۲)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد رسالت میں ہزاروں افراد کو زیورِ تعلیم وتربیت سے آراستہ کیا۔آپ کی ذات ایک ایسا چشمہ فیض تھی جس کی بدولت دین واخلاق ناآشنا لوگ عظمت اخلاق، بلندی کردار، سنجیدہ فکر اور جفاکشی کی صفات سے بہرہ مند ہوگئے۔حتیٰ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی حدیثیں، اورآپ کے صفات وکردار (اہل کائنات کو) سبق دے رہے ہیں۔بلاشبہہ آپ ایک عظیم ترین معلم اور باکمال راہنما تھے۔

اللہ ہمیشہ محافظِ نبی ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیز جملہ مومنوں کا محافظ ومددگار ہے۔اللہ نے ہمیشہ اپنے نبی کے تحفظ کی ضمانت فراہم کی، ان کی مشکلات کو آسان کیا، ان کے لیے راہیں واکیں، جسمانی وروحانی طور پر انھیں شہ زور کیا، اوران پر جان چھڑکنے والے مسلمانوں کے ذریعہ ان کی حمایت کی۔جہاں تک آپ کے دشمنوں کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے فہم پر تالے لگادیے، ان کی قوت کا شیرازہ بکھیر کررکھ دیا، ان کی چالوں کو ناکام بنادیا اوروہ کسی طور بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زک نہ پہنچاسکے۔اللہ تعالیٰ نے خود کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا معاون ومحافظ قرار دیا ہے:

اگر تم ان کی (یعنی رسول اللہ کی غلبہ اسلام کی جدوجہد میں) مدد نہ کروگے (تو کیا ہوا) سو بے شک اللہ نے ان کو مدد سے نوازا تھا۔۔۔۔۔(سورۂ توبہ:۹/۴۰)

آیت مذکورہ کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی ہمیشہ حمایت کرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی خدمت ومعاونت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے احسان تلے دبا نہیں سکتی؛ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاونِ حقیقی اللہ جل جلالہ ہے۔حتیٰ کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی نہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ فرشتوں یا جن یا کسی اور کے ذریعہ آپ کی نصرت ومدد کا کام لے لیتا ہے۔

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہدایت فرمائی کہ آپ لوگوں کے خوف کی پرواہ کیے بغیر تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیں ،آپ کا تحفظ میرے ذمہ کرم پر ہے۔اس سلسلہ کی آیت کریمہ یوں ہے:

اے (برگزیدہ) رسول! جوکچھ آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (وہ سارا لوگوں کو) پہنچا دیجیے، اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اس (رب) کا پیغام پہنچایا ہی نہیں، اور اللہ (مخالف) لوگوں سے آپ (کی جان) کی (خود) حفاظت فرمائے گا۔ بے شک اللہ کافروں کو راہِ ہدایت نہیں دکھاتا۔ (سورۂ مائدہ:۵/۶۷)

وہ کم ظرف اور خردماغ معاندین جو قدرت الٰہی کی وسعت اور معاملے کی صحیح نوعیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آجائیں گے یا انھیں خوف زدہ اور ناکارہ بنادیں گے، جس کی خاطر ان کے خلاف وہ طرح طرح کے مکر و فریب کے جال بن رہے ہیں۔ لیکن شاید انھیں معلوم نہیں کہ وہ محترم رسول ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو پیغمبر اسلام سے بلند و بالا اور شہ زور تصور کیے ہوئے ہیں حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دسیسہ کاریوں کے رازفاش کردیے اور معجزاتی طور پر انھیں خود اپنا دشمن جانی بنادیا، اور ان کی چال بازیوں نے انھیں کچھ فائدہ نہ دیا۔ اپنے مقصد میں نامراد ہوجانے والے یہ لوگ کہ رسول عربی کے خلاف چال چلنے کے تعلق سے جن کے دلوں کے رازہاے سربستہ کو اللہ تعالیٰ نے دیکھ، سن اور جان لیا اس حقیقت کو باور نہ کرسکے کہ اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی طرح چھپا بھی لیں لیکن اللہ سے کبھی بھی وہ مخفی نہیں رکھ سکتے۔ ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قرآن میں یوں مخاطب ہوا ہے:

اور جب کافر لوگ آپ کے خلاف خفیہ سازشیں کررہے تھے کہ وہ آپ کو قید کردیں یا آپ کو قتل کرڈالیں یا آپ کو (وطن سے) نکال دیں، اور (اِدھر) وہ سازشی منصوبے بنارہے تھے اور (اُدھر)

اللہ(ان کے مکر کے رد کے لیے اپنی) تدبیر فرمارہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر مخفی تدبیر فرمانے والا ہے۔(سورۂ انفال:۸/ ۳۰)

ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ' پیغمبر سے فرماتا ہے کہ آپ کو تکلیف پہنچانے کی کسی میں مجال نہیں کیوں کہ میں آپ کا محافظ و نگہبان ہوں۔اور جبرئیل امین،اور جانثار مومنین بھی آپ کے دوست،معاون اور حمایتی ہیں:

اور تم دونوں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو(تو تمھارے لیے بہتر ہے)کیوں کہ تم دونوں کے دل (ایک ہی بات کی طرف)جھک گئے ہیں،اگر تم دونوں نے اس بات پر ایک دوسرے کی اعانت کی(تو یہ نبی مکرم کے لیے باعثِ رنج ہوسکتا ہے)سو بے شک اللہ ہی ان کا دوست و مددگار ہے،اور جبرئیل اور صالح مومنین بھی اور اس کے بعد(سارے)فرشتے بھی(ان کے)مددگار ہیں۔(سورۂ تحریم:۶۶/ ۴)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ اپنے انعامات و عنایات کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

آپ کے رب نے(جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے)آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ ہی(جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہوا ہے۔اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلے سے بہتر(یعنی باعث عظمت و رفعت) ہے۔اور آپ کو رب عنقریب آپ کو(اتنا کچھ)عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔(اے حبیب!)کیا اُس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے(آپ کو معزز و مکرم) ٹھکانا دیا۔اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔اور اس نے آپ کو(وصالِ حق کا)حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی لذتِ دید سے نواز کر ہمیشہ کے لیے ہر طلب سے)بے نیاز کردیا۔(سورۂ والضحیٰ:۹۳/ ۳تا۸)

مشکل سے مشکل گھڑی میں نصرت وحمایت ایزدی کے شامل حال ہونے کے اعتقاد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد وتوکل کا رشتہ محض اللہ سے جوڑ دیا جس سے آپ کبھی مایوس نہ ہوئے۔آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ اللہ ان کے ساتھ ہے (اوران کے ہر قول وعمل کو)سنتا اور دیکھتا ہے؛ توان کے اندر بھی یہ اعتقاد جم گیا۔

جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کے پیرو کار ہیں اور انھیں اپنا رہبرو رہنما تصور کرتے ہیں انھیں کبھی بھی اللہ کی رحمت وحفاظت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔انھیں یقین کی اس منزل پر فائز ہونا چاہیے کہ اللہ ہر وقت ان کے ساتھ ہے اور وہ لوگ اُس کی رحمت وکرم اور بہشت بریں کے متلاشی ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ایک آیت کریمہ میں یہی وعدہ مسلمانوں سے لیا ہے:

۔۔۔۔۔اور جو شخص اللہ (کے دین) کی مدد کرتا ہے یقینا اللہ اس کی مدد فرماتا ہے۔بے شک اللہ ضرور (بڑی) قوت والا (سب پر) غالب ہے۔(سورۂ حج:۲۲/ ۴۰)

نگاہِ رسالت میں طہارت ونظافت کی اہمیت

اخلاق وکردار اور قلب ونظر کی پاکیزگی کے ساتھ اہل اسلام اپنے بدن، کپڑے، رہائش گاہ اور کھانے کی طہارت و صفائی کے لیے بھی مشہور ہیں۔ ایک مسلم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے بال، ہاتھ، چہرہ بلکہ پورے جسم کو ہر وقت صاف ستھرا رکھے۔اس کے کپڑے بھی طاہر، عمدہ اور بھلے معلوم ہوں۔نیز اس کی رہائش یا کار گاہ بھی صاف، پر سلیقہ، خوشبودار اور کسی پر فضا جگہ پر ہو۔ایک بار اور یاددہانی کراتے چلیں کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی وقار اس (طہارت وصفائی کے) حوالے سے بھی مسلمانوں کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ایک آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا:

اے چادر اوڑھنے والے (حبیب!)۔ اُٹھیں اور (لوگوں کو اللہ کا) ڈر سنائیں۔ اور اپنے رب کی بڑائی (اور عظمت) بیان فرمائیں۔ اور اپنے (ظاہر و باطن کے) لباس (پہلے کی طرح ہمیشہ) پاک رکھیں۔ اور (حسب سابق گناہوں اور) بتوں سے الگ رہیں۔ (سورۂ مدثر: ۷۴/ ۱ تا ۵)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مسلمانوں کو صرف وہی غذائیں استعمال کرنے کا حکم دیا ہے جو حلال و پاک ہوں، نیز زبانِ رسالت سے بھی کہلوایا کہ مسلمانوں کے لیے صرف پاک چیزیں ہی جائز و حلال ہیں:

اے رُسل (عظام!) تم پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو (جیسا کہ تمھارا معمول ہے) اور نیک عمل کرتے رہو۔۔۔۔۔۔۔ (سورۂ مومنون: ۲۳/ ۵۱)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں، آپ (ان سے) فرمادیں کہ تمھارے لیے پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں اور وہ شکاری جانور جنھیں تم نے شکار پر دوڑاتے ہوئے یوں سدھار لیا ہے کہ تم انھیں (شکار کے وہ طریقے) سکھاتے ہو جو تمھیں اللہ نے سکھائے ہیں سو تم اس (شکار) میں سے (بھی) کھائو جو وہ (شکاری جانور) تمھارے لیے (مار کر) روک رکھیں اور (شکار پر چھوڑتے وقت) اس (شکاری جانور) پر اللہ کا نام لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ حساب میں جلدی فرمانے والا ہے۔ (سورۂ مائدہ: ۵/ ۴)

حدیثوں میں بھی طہارت و پاکی کے حوالے سے کچھ اشاریے ملتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو صفائی اختیار کرنے کی تعلیم یوں دیتے ہیں:

بلاشبہہ اسلام پاک ہے، اس لیے اپنے اندر بھی پاکی پیدا کرو، کیوں کہ ایسا شخص کبھی بھی جنت میں داخلے کا حقدار نہیں ہوسکتا جو پاک نہ ہو (۳۴)۔

رسول اللہ ﷺ کی نمازیں اور دعائیں

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تنہائی میں عبادت وریاضت کے لیے بیدار ہوتے تھے:

اور یہ کہ جب اللہ کے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی عبادت کرنے کھڑے ہوئے تو وہ ان پر ہجوم در ہجوم جمع ہو گئے (تاکہ ان کی قراءت سن سکیں)۔ آپ فرمادیں کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔ (سورۂ جن:۷۲/۱۹تا۲۰)

بہت سی آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائوں کا حال بیان ہوا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کر کے اس کی حمد وثنا بجالایا کرتے تھے۔ قرآن کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاوں میں سے ایک دعا کو اس طرح بیان کیا ہے:

(اے حبیب! یوں) عرض کیجیے: اے اللہ، سلطنت کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت عطا فرمادے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت عطا فرمادے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر بڑی قدرت والا ہے۔ (سورۂ آل عمران:۳/۲۶)

دیگر انبیا و مرسلین کی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آتش عداوت میں جلنے والے انسان وجنات کی طرف سے سختی ودبائو کا سامنا کرنا پڑا، جس کے جواب میں آپ نے نہایت حلم وصبر سے کام لیا اور آپ کو خصوصی ہدایت تھی کہ آپ شیطانی حرکات وخیالات اور بدروحوں کے حملوں کے خلاف اللہ کی پناہ اس طرح طلب کریں:

اور آپ (دعا) فرمائیے: اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے میرے رب! میں اس بات سے (بھی) تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔(سورۂ مومنون:۲۳/ ۹۷تا۹۸)

آپ کو اپنی دعائوں میں رحمت و مغفرت الٰہی طلب کرنے کی بھی تعلیم دی گئی تھی:

اور آپ عرض کیجیے: اے میرے رب! تو بخش دے اور رحم فرما اور تو (ہی) سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔(سورۂ مومنون:۲۳/ ۱۱۸)

حدیثوں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن خلق، اور مکارم اخلاق کی دعا کیا کرتے تھے اور وہ اپنے معبودِ حقیقی سے اس طرح درخواست کیا کرتے تھے:

اے اللہ ! میرے احوال واخلاق درست فرمادے۔ اے پروردگار! مجھے بری عادت واخلاق سے محفوظ فرما(۳۴)۔

اس آیت کریمہ کے مطابق: ’’ فرمادیجیے: میرے رب کو تمھاری کوئی پرواہ نہیں اگر تم (اس کی) عبادت نہ کرو، پس واقعی تم نے (اسے) جھٹلایا ہے تو اب یہ (جھٹلانا تمھارے لیے) دائمی عذاب بنا رہے گا‘‘(سورۂ فرقان: ۲۵/ ۷۷) نماز مسلمانوں پر ایک مہتم بالشان فریضہ ہے۔ یہ بات ہر شخص کے علم میں ہونی چاہیے کہ اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی طاقت وقوت معمولی سا فائدہ بھی نہیں پہنچا سکتی؛ لہٰذا خوف ورجا بلکہ جملہ معاملات میں اسے اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اور ہر چیز کے لیے اسی کی بارگاہ میں سجدۂ شکر ادا کرنا چاہیے۔ قرآن کریم میں بیان کردہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر پیغمبروں کی نمازیں اہل ایمان کے لیے نمونہ ہائے گراں مایہ ہیں۔ ان کی نمازوں کے احوال پر مطلع ہونے کے بعد پتا چلتا ہے کہ وہ خود کو کس طرح اللہ کے سپرد کردیتے ، اور اس کے علاوہ کسی کو اپنا کارساز و مددگار نہیں سمجھتے، ساتھ ہی وہ اللہ کو اس کے اسمائے حسنیٰ کے ساتھ پکارا کرتے تھے۔ ہم

بھی انبیاے کرام کی نمازوں کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں کہ وہ دعاو صلوٰۃ میں کس خشوع و خضوع کا مظاہرہ فرماتے تھے، اور اپنی ہر ضرورت میں خداوند قدوس کی بارگاہ میں سر بہ سجود ہو جایا کرتے تھے۔

حضور اقدس ﷺ! اور پیغام الٰہی کی ترسیل

جیسا کہ آیت کریمہ: ''پس آپ اسی (دین) کے لیے دعوت دیتے رہیں اور جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے (اسی پر) قائم رہیے۔۔۔۔۔(سورۂ شوریٰ:۴۲/۱۵) نے واضح کر دیا کہ آپ اللہ کے آخری نبی اور بنی نوعِ انساں کو (عذاب اخرت) سے ڈرانے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ دیگر انبیا کی طرح آپ نے بھی لوگوں کو دین حق کی طرف بلاتے ہوئے اللہ پر ایمان رکھنے، آخرت کی تیاری کرنے اور اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہونے کی دعوت و تبلیغ کی۔ جو طرز آپ نے اپنائی، جس اسلوب میں آپ نے وضاحت فرمائی، اور جو طور طریقہ آپ کے استعمال میں رہاوہ پوری دنیاے اسلام کے لیے تاقیام قیامت بطورِ نمونہ باقی رہے گا؛ لٰہذا ایک مسلمان کا فرض ہے کہ جب وہ لوگوں کو دین کی دعوت دے تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز گفتار و کردار کو سامنے رکھتے ہوئے اس فریضے کو سر انجام دے۔

قرآن کریم بھی یہی بتاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بنی نوعِ انساں کی ہدایت کے لیے ہوئی تھی:

(اے حبیب مکرم!) فرما دیجیے: یہی میری راہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر (قائم) ہوں، میں (بھی) اور وہ شخص بھی جس نے میری اتباع کی، اور اللہ پاک اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔(سورۂ یوسف:۱۲/۱۰۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دین حق کے فروغ میں) ہر ممکن کوشش کی ،لوگوں کو (عذابِ آخرت سے) ڈرایا۔ اور اس پیغام الٰہی کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانے کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔ایک آیت کریمہ میں ہے:

آپ (ان سے دریافت) فرمائیے کہ گواہی دینے میں سب سے بڑھ کر کون ہے؟ آپ (ہی) فرمادیجیے کہ اللہ میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے، اور میری طرف یہ قرآن اس لیے وحی کیا گیا ہے کہ اس کے ذریعہ تمھیں اور ہر اس شخص کو جس تک (یہ قرآن) پہنچے ڈر سنائوں۔ کیا تم واقعی اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دوسرے معبود (بھی) ہیں؟ آپ فرمادیں: میں (تو اس غلط بات کی) گواہی نہیں دیتا، فرمادیجیے: بس معبود تو وہی ایک ہی ہے اور میں ان (سب) چیزوں سے بیزار ہوں جنھیں تم (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو۔ (سورۂ انعام:۶/۱۹)

پیغام قرآنی کی تشہیر فرماکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرسودہ ادیان کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیا جنھیں کہ مشرکین نے اپنے آبائواجداد سے ورثے میں پایا تھا، اور جس کے باعث آپ کو بہت سی رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم آپ نے فرمانِ الٰہی پر عمل کیا اور ان کی عداوت واذیت کی کوئی پرواہ نہ کی۔ایک آیت میں اللہ تعالیٰ آپ کو یوں حکم فرماتا ہے:

پس آپ وہ (باتیں) اِعلانیہ کہ ڈالیں جن کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اور آپ مشرکوں سے منہ پھیر لیجیے۔ بے شک مذاق کرنے والوں (کو انجام تک پہنچانے) کے لیے ہم آپ کو کافی ہیں۔ (سورۂ حجر:۱۵/۹۴تا۹۵)

عصر حاضر کے مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ صلہ واجر پر نگاہ کیے بغیر لوگوں تک قرآن کا پیغام اخلاق پہنچائیں چاہے لوگ اس کی راہ میں رکاوٹوں کے پہاڑ ہی کیوں نہ کھڑے کردیں۔ انھیں کسی ہرزہ سرا کی ملامت کی پرواہ کیے بغیر اپنا عمل جاری رکھنا چاہیے جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ یہ

بھی اخلاق وکردار اور خدا رسائی کی ایک علامت ہے جس کے صلے میں وہ خلد آشیاں کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل پیرا ہونے کا پیغام ان لفظوں میں دیا ہے:

لوگوں تک میرا پیغام پہنچادو اگرچہ ایک آیت (حدیث) ہی سہی (۳۵)۔

قدرت واختیار کا مالک صرف اللہ

قدرتِ الٰہی کی قیمت وعظمت کو جاننے اور بتوفیق الٰہی اخلاقِ عالیہ سے آراستگی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اللہ کی طاقت وقوت اور تخلیق انسانی میں اس کی جلالت وشوکت کو دلائل کی روشنی میں پیش فرمایا۔ اس طرح لوگوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت وخشیت نے جنم لیا۔ ان آیتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور کو اس موضوع پر کس طرح گفتگو کرنے کی تلقین کی گئی تھی:

فرمادیجیے: ذرا اتنا بتائو کہ اگر اللہ تمھارے اوپر روزِ قیامت تک ہمیشہ رات طاری فرمادے (تو) اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھیں رات لادے کہ تم اس میں آرام کرسکو، کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ (سورۂ قصص ۲۸/۷۱ تا ۷۲)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تخلیق الٰہی کے حوالے دیتے ہوئے بھی منکرین قیامت سے باتیں کیں، اور دوٹوک انداز میں فرمایا کہ جو اللہ ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ یوں ہی دوبارہ قیامت میں بھی پیدا کرسکتا ہے۔ اس سلسلہ کے آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

فرمادیجیے: تم زمین میں (کائناتی زندگی کے مطالعہ کے لیے) چلو پھرو، پھر دیکھو کہ اس نے مخلوق کی (زندگی کی) ابتدا کیسے فرمائی، پھر وہ دوسری زندگی کو کس طرح اُٹھاکر (ارتقا کے مراحل سے گزارتا ہوا) نشوونما دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر شے پر بڑی قدرت رکھنے والا ہے۔ (سورۂ عنکبوت: ۲۹/ ۲۰)

چند آیتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ آپ لوگوں سے فرمادیں کہ وہ جس شرک میں ملوث ہیں اللہ تعالیٰ کی شان وعظمت اس سے کہیں بلند وبالا ہے اور اسے کسی چیز کی کوئی حاجت وپروانہیں :

فرمادیجیے: کیا میں کسی دوسرے کو (عبادت کے لیے اپنا) دوست بنالوں (اس) اللہ کے سوا جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ (سب کو) کھلاتا ہے اور (خود اسے) کھلایا نہیں جاتا۔ فرمادیں: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں (اس کے حضور) سب سے پہلا (سر جھکانے والا) مسلمان ہوجاؤں اور (یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ) تم مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوجانا۔ فرمادیجیے کہ بے شک میں (تو) بڑے عذاب کے دن سے ڈرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں (سو یہ کیسے ممکن ہے؟)۔ (سورۂ انعام: ۶/ ۱۴تا۱۵)

قرآن حکیم کے اندر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی تعلیم دی گئی کہ پیغام لاالہ الااللہ کی تشریح وتعبیر کیسے کرنی ہے، نیز یہ کہ ہمارا پروردگار ہی سب کا رب ہے:

(ان کافروں کے سامنے) فرمائیے کہ آسمانوں اور زمین کا رب کون ہے؟ آپ (خود ہی) فرمادیجیے: اللہ ہے۔ (پھر) آپ (ان سے دریافت) فرمائیے: کیا تم نے اس کے سوا (ان بتوں) کو کارساز بنالیا ہے جو نہ اپنی ذاتوں کے لیے کسی نفع کے مالک ہیں اور نہ کسی نقصان کے۔ آپ فرمادیجیے: کیا اندھا اور بینا برابر ہوسکتے ہیں یا کیا تاریکیاں اور روشنی برابر ہوسکتی ہیں۔ کیا انھوں نے اللہ کے لیے ایسے شریک بنائے ہیں جنھوں نے اللہ کی مخلوق کی طرح (کچھ مخلوق) خود (بھی) پیدا کی ہو، سو (ان بتوں کی پیدا کردہ) اس مخلوق سے ان کو تشابہ (یعنی مغالطہ) ہوگیا ہو، فرمادیجیے: اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہ ایک ہے وہ سب پر غالب ہے۔ (سورۂ رعد: ۱۳/ ۱۶)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس معاشرے کی تشکیل اس انداز میں کی جو کہ وجودِ الٰہی سے توباخبر تھامگر اللہ کی اصل قدرت وقوت سے ناواقف تھااور اسی باعث اُسے وجودِ الٰہی کی کماحقہ قدرومعرفت نہ تھی۔اعلانِ نبوت کے بعد آپ نے لوگوں کو مزید محتاط بنادیا۔اس تعلق سے ذیل میں آیاتِ قرآنی یوں ہیں:

(ان سے) فرمائیے کہ زمین اور جو کوئی اس میں (رہ رہا) ہے (سب) کس کی ملک ہے اگر تم (کچھ) جانتے ہو؟۔ وہ فوراً بول اُٹھیں گے کہ (سب کچھ) اللہ کا ہے۔(تو) آپ فرمائیں: پھر تم نصیحت قبول کیوں نہیں کرتے !۔(ان سے دریافت)فرمائیے کہ ساتوں آسمانوں کا اور عرش عظیم (یعنی ساری کائنات کے اقتدارِ اعلیٰ) کامالک کون ہے ؟وہ فوراً کہیں گے: یہ (سب کچھ) اللہ کا ہے (تو) آپ فرمائیں: پھر تم ڈرتے کیوں نہیں ہو!۔آپ (ان سے)فرمائیے کہ وہ کون ہے جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی کامل ملکیت ہے اور جو پناہ دیتاہے اور جس کے خلاف (کوئی) پناہ نہیں دی جاسکتی، اگر تم (کچھ) جانتے ہو۔ وہ فوراً کہیں گے: یہ (سب شانیں) اللہ ہی کے لیے ہیں (تو) آپ فرمائیں: پھر تمھیں کہاں سے (جادو کی طرح)فریب دیا جارہاہے۔(سورۂ مومنون:۲۳؍ ۸۴تا۸۹)

جادۂ حق کی تفسیر نبوی

کچھ لوگ اپنی پسند سے ایسی شاہراہِ حیات کا انتخاب کرتے ہیں جو بڑی خاردار دشوار گزار اور اوہام پرستانہ افکارونظریات کی حامل ہوتی ہے۔ یہ انھیں دونوں جہاں میں نقصان وخسران کے سوا کچھ بھی نہیں عطاکرسکتی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہمیشہ ایک ایسی اچھی اور بہترین راہ یعنی راہِ خدا پر بلایا جس میں قدم قدم پر دارین کی سعادتیں بکھری ملیں گی۔

فرمادیجیے: کیاہم اللہ کے سواایسی چیز کی عبادت کریں جو ہمیں نہ (تو) نفع پہنچاسکے اور نہ (ہی) نقصان دے سکے اور اس کے بعد کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دے دی ہم اس شخص کی طرح اپنے اُلٹے پائوں پھر جائیں جسے زمین میں شیطانوں نے راہ بھلاکر درماندہ وحیرت زدہ کردیا ہو جس کے ساتھ اسے سیدھی راہ کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آجا (مگر اسے کچھ سوجھتا نہ ہو)، فرمادیں کہ اللہ کی ہدایت ہی (حقیقی) ہدایت ہے، اور (اسی لیے) ہمیں (یہ) حکم دیا گیا ہے کہ ہم تمام جہانوں کے رب کی فرماں برداری کریں۔ (سورۂ انعام:۶/۷۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ سچا راستہ وہی ہے جو اللہ ورسول کا بتایا ہوا ہے: بہترین بات اللہ کی بات ہے۔ اور بہترین ہدایت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ہے (۳۶)۔

حضور اقدس ﷺ نے بت پرستی کے خلاف وارننگ دی

ایک بہت ہی عظیم گناہ جس کے خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی ہے وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے۔ قرآن کریم کی آیتوں سے پتا چلتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ہمیشہ یہی بتایا ہے کہ معبود صرف اللہ ہے، اللہ کے علاوہ کسی کو کوئی قدرت واختیار حاصل نہیں، اور آپ نے بت پرستی کے خلاف انھیں وارننگ دی۔ بہت سی آیتوں میں آپ کو ایسا کرنے پر مامور کیا گیا ہے، ان میں سے کچھ ملاحظہ فرمائیں:

(اے حبیب مکرم!) فرمادیجیے: یہی میری راہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، پوری بصیرت پر (قائم) ہوں، میں (بھی) اور وہ شخص بھی جس نے میری اتباع کی، اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔ (سورۂ یوسف:۱۲/۱۰۸)

آپ فرمادیں کہ میں تو صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا۔ آپ فرمادیں کہ میں تمھارے لیے نہ تو نقصان (یعنی کفر) کا مالک ہوں اور نہ بھلائی (یعنی ایمان) کا (گویا حقیقی مالک اللہ ہے میں تو صرف ذریعہ اور وسیلہ ہوں)۔ آپ فرمادیں کہ نہ مجھے ہرگز کوئی اللہ کے (اَمر کے خلاف) عذاب سے پناہ دے سکتا ہے اور نہ ہی میں قطعاً اس کے سوا کوئی جائے پناہ پاتا ہوں۔ (سورۂ جن: ۷۲/۲۰ تا ۲۲)

فرمادیجیے: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت، اپنی طاعت وبندگی کو اس کے لیے خالص رکھتے ہوئے سرانجام دوں۔ اور مجھے یہ (بھی) حکم دیا گیا تھا کہ میں (اس کی مخلوقات میں) سب سے پہلا مسلمان بنوں۔ فرمادیجیے: اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں زبردست دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ فرمادیجیے: میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں، اپنے دین کو اسی کے لیے خالص رکھتے ہوئے۔ سو تم اللہ کے سوا جس کی چاہو پوجا کرو، فرمادیجیے: بے شک نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو خسارہ میں ڈالا۔ یادرکھو یہی کھلا نقصان ہے۔ (سورۂ زمر: ۳۹/۱۱ تا ۱۵)

بلکہ وہ کون ہے جو مخلوق کو پہلی بار پیدا فرماتا ہے پھر اسی (عمل تخلیق) کو دہرائے گا اور جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق عطا فرماتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) معبود ہے؟ فرمادیجیے: (اے مشرکو!) اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ (سورۂ نمل: ۲۷/۶۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اَللہ کی وحدانیت کا پیغام دیا ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے جانے والے نہ تو کسی چیز کو پیدا کرنے کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ کسی کو کوئی فائدہ ونقصان پہنچانے کی۔ اس حوالے سے ذیل کی آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

فرما دیجیے: تم ان سب کو بلالو جنھیں تم اللہ کے سوا (معبود) گمان کرتے ہو وہ تم سے تکلیف دور کرنے پر قادر نہیں ہیں اور نہ (اسے دوسروں کی طرف) پھیر دینے کا (اختیار رکھتے ہیں)۔ (سورۂ اسرا: ۱۷/۵۶)

آپ فرمادیں کہ مجھے بتاؤ تو کہ جن (بتوں) کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انھوں نے زمین میں کیا چیز تخلیق کی ہے یا (یہ دکھادو کہ) آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کی کوئی شراکت ہے۔ تم میرے پاس اس (قرآن) سے پہلے کی کوئی کتاب یا (اگلوں کے) علم کا کوئی بقیہ حصہ (جو منقول چلا آرہا ہو ثبوت کے طور پر) پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ (سورۂ احقاف: ۴۶/۴)

فرما دیجیے: تم انھیں بلالو جنھیں تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو، وہ آسمانوں میں ذرہ بھر کے مالک نہیں ہیں اور نہ زمین میں، اور نہ ان کی دونوں (زمین وآسمان) میں کوئی شراکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ (سورۂ سبا: ۳۴/۲۲)

فرما دیجیے: کیا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا ہے جنھیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، مجھے دکھادو کہ انھوں نے زمین سے کیا چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کی کوئی شراکت ہے، یا ہم نے انھیں کوئی کتاب عطا کر رکھی ہے کہ وہ اس کی دلیل پر قائم ہیں؟ (کچھ بھی نہیں ہے) بلکہ ظالم لوگ ایک دوسرے سے فریب کے سوا کوئی وعدہ نہیں کرتے۔ (سورۂ فاطر: ۳۵/۴۰)

بہت سے لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن انھیں اُس کی قدرت وعظمت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کو فراموش کر بیٹھتے ہیں کہ ان کا حقیقی معاون و مددگار صرف اللہ ہے۔ اور جہالت کی بنیاد پر لوگ بعض دوسری چیزوں میں بھی مدد و نصرت کی تاثیر کو ماننے لگتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر اس سچائی کا سورج اُگایا اور انھیں شرک سے دور رکھنے کی ہر کوشش کی۔ ان آیتوں میں آپ کو یوں حکم ہوا ہے:

اور اگر آپ اُن سے دریافت فرمائیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور کہیں گے: اللہ نے۔ آپ فرمادیجیے: بھلا یہ بتائو کہ جن بتوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ (بت) اس کی (بھیجی ہوئی) تکلیف کو دور کرسکتے ہیں یا وہ مجھے رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ (بت) اس کی (بھیجی ہوئی) رحمت کو روک سکتے ہیں، فرمادیجیے: مجھے اللہ کافی ہے، اسی پر توکل کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ (سورۂ زمر:۳۹/۳۸)

فرمادیجیے: کون ایسا شخص ہے جو تمھیں اللہ سے بچاسکتا ہے اگر وہ تمھیں تکلیف دینا چاہے یا تم پر رحمت کا ارادہ فرمائے، اور وہ لوگ اپنے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی کارساز پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ (سورۂ احزاب:۳۳/۱۷)

اللہ تعالیٰ ہی انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور صرف وہی ان کا دوست اور مددگار ہے، تاہم جنھیں اس ذاتِ اقدس کا کوئی خوف نہیں ہوتا دھڑلے سے اس کا انکار کردیتے ہیں۔ ہاں جب مصیبتیں اُترتی ہیں اور انھیں اپنی بے بسی کا پورا احساس ہوجاتا ہے تب انھیں سمجھ میں آتا ہے کہ اب صرف اللہ ہی ان کی مدد کرسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے لوگوں کو تنبیہات فرمائی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مصیبت ونقصان کے وقت اللہ کے سوا کوئی حقیقی کارساز ومددگار نہیں ہوتا۔ قرآن کریم میں ایسے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یوں یاددہانی کرائی گئی ہے:

آپ (ان کافروں سے فرمایئے: ذرا یہ تو بتائو اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا تم پر قیامت آپہنچے تو کیا (اس وقت عذاب سے بچنے کے لیے) اللہ کے سوا کسی اور کو پکاروگے؟ (بتائو) اگر تم سچے ہو۔ (ایسا ہرگز ممکن نہیں) بلکہ تم (اب بھی) اسی (اللہ) کو ہی پکارتے ہو پھر اگر وہ چاہے تو ان (مصیبتوں) کو دور فرمادیتا ہے جن کے لیے تم (اسے) پکارتے ہو اور (اس وقت) تم ان (بتوں) کو بھول جاتے ہو جنھیں (اللہ کا) شریک ٹھہراتے ہو۔ (سورۂ انعام:۶/۴۰تا۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی عقیدت کا گن گانے والے اہل ایمان کو جان لینا چاہیے کہ مشکلات و حوادث کے وقت مددِ حقیقی صرف اللہ کی جانب سے اُترتی ہے اور وہ اللہ ہی کی ذات اقدس ہے جسے مصائب وآلام کو دور کرنے اور بوجھوں کو اُتارنے کی طاقت ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

آپ (ان سے دریافت)فرمائیں کہ بیابان اور سمندر کی تاریکیوں سے تمھیں کون نجات دیتا ہے؟ (اس وقت تو) تم گڑگڑا کر(بھی) اور چپکے چپکے(بھی) اسی کو پکارتے ہو کہ اگر وہ ہمیں اس (مصیبت) سے نجات دے دے تو ہم ضرور شکر گزاروں میں سے ہو جائیں گے۔ فرما دیجیے کہ اللہ ہی تمھیں اس (مصیبت) سے اور ہر تکلیف سے نجات دیتا ہے تم پھر (بھی) شرک کرتے ہو۔(سورۂ انعام:٦/ ٦٣ تا ٦٤)

حدیثوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصنام پرستی سے دور رہنے کی مسلمانوں کو تلقین و تعلیم دی ہے:

سب سے عظیم و خطرناک گناہ یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے حالاں کہ اللہ خود اس کا بھی خالق ہے(٣٧)۔

علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا عقیدہ صحیحہ کے لیے علامت بھی ہے اور لابدی بھی۔

جو بھی اللہ سے اس حال میں ملا کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، وہ ضرور جنت کا حقدار رہے(٣٨)۔

حضور نے اس بات کی وضاحت بھی فرمادی کہ شرک کتنا عظیم چھپا ہوا خطرناک مرض ہے:

کیامیں تمھیں ایک ایسی پر خطر چیز پر مطلع نہ کردوں جس کا مجھے تمھارے بارے میں دجال کے فتنے سے کہیں زیادہ خطرہ لاحق ہے؟ یہ چھپا ہوا شرک ہے۔ایک بندۂ خدا نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اپنی نماز کو بہتر طریقے پر ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے کیوں کہ وہ یہ محسوس کررہا ہوتا ہے کہ لوگ اسے دیکھ رہے ہیں(۳۹)۔

میری امت میں شرک اس سے زیادہ چھپا ہوا ہے جیسے کسی تاریک رات میں کسی کالے پتھر پر کوئی سیاہ چیونٹی رینگ رہی ہو(۴۰)۔

فرمان نبوی کہ غیب کا علم صرف اللہ کو ہے

قرآن کریم میں ''غیب'' کا لفظ ایسی پوشیدہ چیزوں کے لیے استعمال ہوا ہے کہ جس کا علم وادراک انسان کے بس سے باہر ہے۔ بر سبیل مثال مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں کا ہمیں کیا علم!۔ تاہم مستقبل میں ہونے والی تمام چیزوں کا علم خواہ وہ کسی فرد کے تعلق سے ہوں یا ملکوں کی باتیں ہوں یا عمارتوں کے احوال وغیرہ سب کچھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو معلوم ہیں۔اسی بات کو ''علم غیب'' کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس کی بابت بتایا:

فرمادیجیے: اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدت (وہاں) ٹھہرے رہے، آسمانوں اور زمین کی (سب) پوشیدہ باتیں اسی کے علم میں ہیں، کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے، اس کے سوا ان کا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک فرماتا ہے۔(سورۂ کہف:۱۸/۲۶)

فرمادیجیے: میرا رب (انبیا کی طرف) حق کا القا فرماتا ہے (وہ) سب غیبوں کو خوب جاننے والا ہے۔(سورۂ سبا:۳۴/۴۸)

قرآن کریم میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں حکم ملا ہے:

آپ (ان سے یہ بھی) فرمادیجیے کہ میں اپنی ذات کے لیے کسی نفع اور نقصان کا خود مالک نہیں ہوں مگر (یہ کہ) جس قدر اللہ نے چاہا، اور (اسی طرح بغیر عطاے الٰہی) اگر میں خود غیب کا علم رکھتا تو میں از خود بہت سی بھلائی (اور فتوحات) حاصل کرلیتا اور مجھے (کسی موقع پر) کوئی سختی (اور تکلیف بھی) نہ پہنچتی، میں تو (اپنے منصب رسالت کے باعث) فقط ڈر سنانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔ (سورۂ اعراف: ۷/ ۱۸۸)

اللہ تعالیٰ ہر چیز حتّٰی کہ لوگوں کی سرگوشیوں پر بھی مطلع

کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ جب وہ کسی برے چیز کے کرنے کا ارادہ کرتے ہیں یا دوسروں کے ساتھ کسی بدکاری کا منصوبہ بناتے ہیں تو وہ اسے دوسروں سے چھپالیں گے (ہوسکتا ہے) تاہم اللہ تعالیٰ ان کی ہر انفرادی سوچ، ذہنی منصوبے، باہمی سرگوشیوں بلکہ زمین وآسمان کی تمام چیزوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔ وہ انسان کے ہر عمل پر گواہِ عادل ہے۔ ہر شخص کو اپنی سوچ وفکر، اور سرگوشیوں میں کیے ہوئے اپنے قول وعمل کا آخرت میں خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ گرچہ اس شخص نے اپنی کارستانیوں کو فراموش کردیا ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت ہر چیز کو اُس کے روبرو کردے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس حقیقت کو آشکار فرمایا ہے، اور لوگوں کو اپنا محاسبہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس حوالے سے ذیل میں چند آیتیں دیکھیں:

آپ فرمادیں کہ جو تمھارے سینوں میں ہے خواہ تم اسے چھپائو یا اسے ظاہر کردو اللہ اسے جانتا ہے، اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ خوب جانتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر بڑا قادر ہے۔ (سورۂ ۳: ۲۹/)

فرما دیجیے: میرے اور تمھارے درمیان اللہ ہی گواہی کے طور پر کافی ہے، بے شک وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ خوب دیکھنے والا ہے۔(سورۂ اسراء:۱۷/۹۶)

پھر اگر وہ روگردانی کریں تو فرما دیجیے: میں نے تب سب کو یکساں طور پر باخبر کر دیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ وہ(عذاب) نزدیک ہے یا دور جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ بے شک وہ بلند آواز کی بات بھی جانتا ہے اور وہ(کچھ) بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔(سورۂ انبیاء:۲۱/۱۰۹تا۱۱۰)

فرما دیجیے: کیا تم اللہ کو اپنی دین داری جتلا رہے ہو، حالاں کہ اللہ ان(تمام) چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور اللہ ہر چیز کا خوب علم رکھنے والا ہے۔(سورۂ حجرات:۴۹/۱۶)

قرآن' اللہ کا نازل کردہ کلام

عہد نبوی اور اُس کے بعد بھی کچھ اَیسے خبط الحواس لوگ گزرے ہیں جنھوں نے قرآن کے آسمانی کتاب ہونے کا انکار کیا ہے، بلکہ ان میں سے بعض نے تو کچھ اور آگے بڑھ کر یہ دعویٰ کر دیا کہ یہ محمد عربی کا نوشتہ ہے۔ بہر حال یہ تو متحقق ہے کہ قرآن کو کسی دست انسانی نے تحریر نہیں کیا ہے بلکہ قرآن کلام الٰہی ہے جو بہت سے معجزات اور حکمت و معرفت کا اتھاہ سنگم ہے، اُس کا مثل لانا انسانی دسترس سے بالاتر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس حقیقت پر آگاہی بخشتے ہوئے اعلان فرمایا کہ قرآن اللہ کا نازل کردہ کلام ہے۔ اس حوالے سے ذیل میں کچھ آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

فرما دیجیے: اِس(قرآن) کو اُس(اللہ) نے نازل فرمایا ہے جو آسمانوں اور زمین میں(موجود) تمام رازوں کو جانتا ہے، بے شک وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔(سورۂ فرقان:۲۵/۶)

فرمادیجیے: بھلا تم بتائو اگر یہ (قرآن) اللہ ہی کی طرف سے (اُترا) ہو پھر تم اس کا انکار کرتے رہو تو اس شخص سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جو پرلے درجے کی مخالفت میں (پڑا) ہو۔(سورۂ فصلت:۴۱/۵۲)

جو لوگ قرآن کو(کلام اللہ نہ جان کر) کلام مخلوق مانتے ہیں وہ یقیناً اس کے معجزات سے ناواقف ہیں اور اس طرح کے اسرار و رموز اور حکمت و دانش کا سرچشمہ فیضانِ الٰہی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بلاشبہہ قرآن ایک ایسی بے مثال کتاب ہے جسے دنیا جہان کے انسان و جنات بھی مل کر نہیں لکھ سکتے تھے چہ جائیکہ ایک شخص واحد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان عام کر دینے کا حکم صادر ہوا:

فرمادیجیے: اگر تمام انسان اور جنات اس بات پر جمع ہو جائیں کہ وہ اس قرآن کے مثل (کوئی دوسرا کلام بنا) لائیں گے تو(بھی) وہ اس کی مثل نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔(سورۂ اسراء:۱۷/۸۸)

کیا وہ کہتے ہیں کہ اسے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود گڑھ لیا ہے، آپ فرمادیجیے: پھر تم اس کی مثل کوئی (ایک) سورت لے آئو(اور اپنی مدد کے لیے) اللہ کے سوا جنھیں تم بلا سکتے ہو بلا لو اگر تم سچے ہو۔(سورۂ یونس:۱۰/۳۸)

ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے:

ایمان داری کا نزول بہشت بریں سے ہوا ہے جو نہاں خانۂ قلب مومن میں جاگزیں ہے۔ پھر قرآن اُترا اور لوگوں نے اسے پڑھا سیکھا اس کی مزید روشنی حدیث سے ملی۔ تو قرآن اور حدیث دونوں نے اہل اسلام کی ایمانداری و دیانت داری میں توانائی کی لہر دوڑائی ہے (۴۱)۔

نزول قرآن کا مقصد اہل اسلام کی ہدایت وبشارت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن لوگوں کو راہِ راست کی ہدایت دیتا ہے؛ لہٰذا لوگوں کو اسے اپنا راہنما مان لینا چاہیے۔ اس موضوع کے حوالے سے چند آیتیں درج ذیل ہیں:

فرما دیجیے: اس (قرآن) کو روح القدس (جبرئیل) نے آپ کے رب کی طرف سے سچائی کے ساتھ اُتارا ہے تاکہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے اور (یہ) مسلمانوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔ (سورۂ نحل:۱۶/۱۰۲)

فرما دیجیے: اگر میں بہک جائوں تو میرے بہکنے کا گناہ (یا نقصان) میری اپنی ہی ذات پر ہے، اور اگر میں نے ہدایت پالی ہے تو اس وجہ سے (پائی ہے) کہ میرا رب میری طرف وحی بھیجتا ہے۔ بے شک وہ سننے والا قریب ہے۔ (سورۂ سبا:۳۴/۵۰)

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم قرآن پر بڑا زور دیا ہے اور اس کی بے پناہ عظمت بیان کی ہے:

علم حاصل کرو اور اسے لوگوں تک پہنچائو۔ قرآن سیکھو اور لوگوں کو پڑھائو؛ کیوں کہ مجھے اس دنیا سے ایک دن رحلت کر جانا ہے (۴۲)۔

عرصہ محشر میں ہر کوئی اپنے کیے کا ذمہ دار ہوگا

جہالت زدہ اقوام کے فاسد عقائد میں ایک یہ بھی ہے کہ ایک شخص کا گناہ دوسرے کے سر لادا جاسکتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص اپنے دوستوں کو مذہبی فرائض سے سبک دوش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہے کہ: ''اس گناہ کا ذمہ دار میں ہوں گا'' تو وہ شخص بلا شبہہ اپنے دوستوں کو مذہبی فرائض

سے سبکدوش کرنے کی کوشش کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا لیکن اس کے دوست مذہبی فرائض کی عدم انجام دہی کے باعث تاہنوز گرفتارِ گناہ ہوں گے۔ بالفاظِ دیگر کوئی بھی شخص دوسرے کا گناہ اپنے کندھے پر نہیں لے سکتا۔ حساب کے دن ہر کوئی محض اپنے اعمال کا ذمہ دار ہوگا، کسی سے دوسرے کے گناہوں کی بابت باز پرس نہیں کی جائے گی۔ یوں ہی کسی کا گناہ کسی اور کے حصے میں نہیں ڈال دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو سمجھانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انداز میں بیان کرنے کے لیے کہا:

فرمادیجیے: کیا میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا رب تلاش کروں حالاں کہ وہی ہر شے کا پروردگار ہے، اور ہر شخص جو بھی (گناہ) کرتا ہے (اس کا وبال) اسی پر ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ پھر تمھیں اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے پھر وہ تمھیں ان (باتوں کی حقیقت) سے آگاہ فرمادے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ (سورۂ انعام: ۶/ ۱۶۴)

فرمانِ رسالت: کسی جان پر اس کے اپنے اعمال کے سوا کسی دوسرے کا بوجھ نہ ڈالا جائے گا (۴۳)۔ درج بالا فرمانِ رسول مشہور اوہام پرستی کے خلاف سچائی کی روشنی دکھا رہا ہے۔

موت سراپا سامانِ عبرت

تاریخ انسانی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن قوموں نے اللہ تعالیٰ، اس کے پیغمبروں اور مذہبی ہدایات کی نافرمانیاں کیں وہ بڑے عذاب میں مبتلا کرکے اس صفحہ ہستی سے کسی حرفِ غلط کی طرح مٹا دی گئیں۔ ان قوموں کی ہلاکت وفلاکت سے لوگوں کو عبرت حاصل کرکے اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس کے غضب سے دہل جانا چاہیے۔

فرمادیجیے: تم زمین میں سیروسیاحت کرو پھر دیکھو مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔(سورۂ نمل:۲۷/۶۹)

فرمادیجیے کہ تم زمین پر چلو پھرو، پھر(نگاہِ عبرت سے) دیکھو کہ (حق کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔(سورۂ انعام:۶/۱۱)

آپ فرمادیجیے کہ تم زمین میں سیروسیاحت کیا کرو پھر دیکھو پہلے لوگوں کا کیسا (عبرتناک) انجام ہوا، ان میں زیادہ تر مشرک تھے۔(سورۂ روم:۳۰/۴۲)

مذکورہ بالاآیتوں کی روشنی میں معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے: خوشیاں مناؤاور اس کی تمنا رکھو جو تمھیں خوش کردے۔اللہ کی قسم! مجھے تمھاری غربت وافلاس کا خوف نہیں مجھے صرف اس کی پرواہے کہ کہیں تم گزشتہ قوموں کی طرح تعیش پرستی اور آرام طلبی میں بدمست نہ ہوجاؤ، اگر تم نے اس سلسلے میں باہم مقابلہ آرائی شروع کردی جیسا کہ انھوں نے کی تھی تو جیسے وہ ہلاکت کے گھاٹ اُتار دیے گئے تم بھی تباہی کی نذر ہوجاؤگے (۴۴)۔جس کے ذریعہ آپ نے لوگوں کو اس بربادی سے آگاہ فرمایا کہ جن کی موج مستیوں کے باعث دوسرے بھی اس میں پسے جاتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو موت کی یاددہانی فرمائی

یوم آخرت پر ایمان نہ رکھنے والے یا موت کے بارے میں شک وشبہہ میں پڑے لوگ ' مرنے سے کچھ زیادہ ہی ڈرتے ہیں۔وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ موت ہر چیز کے خاتمے کا نام ہے؛اس وجہ سے اس حیاتِ فانی میں وہ بری طرح کھوئے ہوئے ہیں۔مگر(سچی بات یہ ہے کہ ایک نہ ایک دن) ہر کسی کو اللہ کے متعیّن کردہ وقت پر موت سے ہمکنار ہوجاناہے،اوراس سے فرار کی کوئی صورت ممکن

نہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں کو یہی بتایاسمجھایاکہ موت سے دنیا کی کوئی طاقت بچانہیں سکتی،نیزیہ کہ انھیں پیش آمدہ اپنی حقیقی زندگی کے بارے میں غوروتامل کرنے کی دعوت دی۔

فرمادیجیے:تمھیں فرار ہرگز کوئی نفع نہ دے گا،اگر تم موت یاقتل سے (ڈرکر) بھاگے ہوتو تم تھوڑی سی مدت کے سوا(زندگانی کا)کوئی فائدہ نہ اٹھاسکوگے۔(سورۂ احزاب:۱۶/۳۳)

فرمادیجیے:تمھارے لیے وعدہ کا دن مقرر ہے نہ تم اس سے ایک گھڑی پیچھے رہوگے اور نہ آگے بڑھ سکوگے۔(سورۂ سبا:۳۰/۳۴)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اندر موت کے بارے میں سوچنے کا داعیہ پیداکرتے ہوئے فرمایا:

وہ لوگ جو اپنی موت سے آگاہ رہتے ہیں اور اس کی تیاری میں لگے ہوتے ہیں وہ لوگوں میں سب سے زیادہ داناہیں(۴۵)۔

فرمانِ مصطفیٰ کہ قیامت کی خبر صرف اللہ کو ہے

لوگ روز جزااور قیام قیامت کے متعلق باہم شش وپنج میں پڑے ہوئے ہیں حالاں کہ اللہ نے واضح فرمادیاہے کہ اس کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں ہے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اس کی بابت پوچھنے والوں کو اس طرح جواب عنایت فرمائیں:

لوگ آپ سے قیامت کے (وقت) کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔فرمادیجیے:اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے،اور آپ کو کس نے آگاہ کیا شاید قیامت قریب ہی آچکی ہو۔(سورۂ احزاب: ۶۳/۳۳)

آپ فرمادیں: میں نہیں جانتا کہ جس (روزِ قیامت) کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب ہے یا اس کے لیے میرے رب نے طویل مدت مقرر فرمادی ہے۔ (سورۂ جن: ۲۵/۷۲)

پھر اگر وہ روگردانی کریں تو فرمادیجیے: میں نے تم سب کو یکساں طور پر باخبر کردیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ وہ (عذاب) نزدیک ہے یا دور جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ (سورۂ انبیاء: ۱۰۹/۲۱)

کچھ سیاہ بختوں کے لیے خلود فی النار

کچھ جاہل معاشروں میں یہ غلط فہمی بھی عام ہے کہ لوگ صرف ایک متعیّنہ مدت تک جہنم میں رہیں گے پھر اس کے بعد اس سے چھٹکارا مل جائے گا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کچھ بدبخت ایسے ہوں گے جو ہمیشہ ہمیش آتش جہنم میں پڑے رہیں گے۔ حکم الٰہی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو باخبر کردیا کہ کچھ لوگ دوزخ میں مقررہ وقت تک کے لیے جائیں گے جب کہ بعض ایسے ہوں گے جو تاابد اس کے عذاب میں مبتلا رہیں گے:

اور وہ (یہود) یہ (بھی) کہتے ہیں کہ ہمیں (دوزخ کی) آگ ہرگز نہیں چھوئے گی سوائے گنتی کے چند دنوں کے، (ذرا) آپ (ان سے) پوچھیں: کیا تم اللہ سے کوئی (ایسا) وعدہ لے چکے ہو؟ پھر تو وہ اپنے وعدے کے خلاف ہرگز نہ کرے گا یا تم اللہ پر یوں ہی (وہ) بہتان باندھتے ہو جو تم خود بھی نہیں جانتے۔ ہاں واقعی جس نے برائی اختیار کی اور اس کے گناہوں نے اس کو ہر طرف سے گھیر لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور (انھوں نے) نیک عمل کیے تو وہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (سورۂ بقرہ: ۸۰/۲ تا ۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جنت و دوزخ کی بابت اشارے دیے ہیں:

جب مستحقین جنت، جنت میں اور مستحقین دوزخ دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت کو آواز دی جائے گی اور اسے جنت و دوزخ کے درمیان (ایک مینڈھے کی شکل میں) رکھ کر ذبح کر دیا جائے گا پھر ایک اعلان کرنے والا ندا کرے گا: اے جنتیو اور اے جہنمیو! اب تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، جس سے اہل بہشت کی خوشیاں دوبالا ہو جائیں گی۔ اور اہل دوزخ کے غم و اندوہ بڑھ جائیں گے (۴۶)۔

اللہ کو اس کے پیارے ناموں سے یاد کرو

پہلے ہم یہ ملاحظہ کر آئے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے مناجات و دعا کرنے یا بیان کرنے میں کس خوبصورتی سے اللہ کو پکارتے اور یاد کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بھی ایسا ہی کرنے کی دعوت دی:

فرما دیجیے کہ اللہ کو پکارو یا رحمن کو پکارو، جس نام سے بھی پکارتے ہو (سب) اچھے نام اسی کے ہیں، اور نہ اپنی نماز (میں قراءت) بلند آواز سے کریں اور نہ بالکل آہستہ پڑھیں اور دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار فرمائیں۔ اور فرمائیے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے نہ تو (اپنے لیے) کوئی بیٹا بنایا اور نہ ہی (اس کی) سلطنت و فرماں روائی میں کوئی شریک ہے اور نہ کمزوری کے باعث اس کا کوئی مددگار ہے۔ (اے حبیب!) آپ اس کو بزرگ ترجان کر اسی کی خوب بڑائی (بیان) کرتے رہیے۔ (سورۂ اسراء: ۱۷/۱۱۰ تا ۱۱۱)

انبیاو مرسلین کے درمیان باعتبارِ نبوت کوئی فرق نہیں

حکم الٰہی کے مطابق اعلانِ مصطفیٰ ہوا کہ اللہ کے مبعوث کردہ انبیاو مرسلین کے درمیان (باعتبارِ نبوت) کوئی تفریق روا نہیں۔ اور ایک حدیث میں آیا: ”اللہ کے کسی ایک نبی کو دوسرے نبی پر باعتبارِ نبوت کوئی فوقیت نہ دو“ (۴۷)۔ ہر نبی اللہ کا محبوب اور برگزیدہ تھا، جسے جنتی ہونے کا مژدۂ

جانفزامل چکاتھا۔ ہر نبی نے دین الٰہی کی تعلیم و تبلیغ کی۔ یوں پیارے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوگوں کو راہِ خداوندی کی طرف بلایا، اور یہی رسالت کا عظیم وجلیل کارنامہ ہوتا ہے۔ اس حوالے سے قرآن کی ایک شہادت ملاحظہ فرمائیں:

آپ فرمائیں: ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ ہم پر اُتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد پر اُتارا گیا ہے اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور جملہ انبیا (علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا ہے (سب پر ایمان لائے ہیں)، ہم ان میں سے کسی پر بھی ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے تابع فرمان ہیں۔ (سورۂ آل عمران: ۳/۸۴)

(اے مسلمانو!) تم کہہ دو: ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس (کتاب) پر جو ہماری طرف اتاری گئی اور اس پر (بھی) جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) اور ان کی اولاد کی طرف اتاری گئی اور ان (کتابوں) پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو عطا کی گئیں اور (اسی طرح) جو دوسرے انبیا (علیہم السلام) کو ان کے رب کی طرف سے عطا کی گئیں، ہم ان میں سے کسی ایک (پر بھی ایمان) میں فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی (معبودِ واحد) کے فرماں بردار ہیں۔ (سورۂ بقرہ: ۲/۱۳۶)

پیغمبر اسلام نے اخلاقِ حسنہ سے آراستہ ہونے کی تعلیم فرمائی

جیسا کہ اس کتاب میں جابجا یہ حقیقت آشکار کی گئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے اخلاق عالیہ کے حامل تھے کہ جو کل کائنات کے لیے لائق تقلید ہیں اور آپ نے لوگوں کو ایسے اخلاق و کردار سے مزین ہو جانے کی دعوت بھی دی۔ نیز ایسے کردار و سلوک کی نشاندہی بھی فرما دی جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ اس حوالے سے چند آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

فرمادیجیے: آئو میں وہ چیزیں پ-ڑھ کرسنادوں جو تمھارے رب نے تم پر حرام کی ہیں (وہ) یہ کہ تم اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور مفلسی کے باعث اپنی اولاد کو قتل مت کرو۔ ہم ہی تمھیں رزق دیتے ہیں اور انھیں بھی (دیں گے)، اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جائو (خواہ) وہ ظاہر ہوں اور (خواہ) وہ پوشیدہ ہوں، اور اس جان کو قتل نہ کرو جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے بجز حق (شرعی) کے، یہی وہ (امور) ہیں جن کا اس نے تمھیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ اور یتیم کے مال کے قریب مت جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے، اور پیمانے اور ترازو (یعنی ناپ اور تول) کو انصاف کے ساتھ پورا کیا کرو۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور جب تم (کسی کی نسبت کچھ) کہو تو عدل کرو اگرچہ وہ (تمھارا) قرابت دار ہی ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کیا کرو، یہی (باتیں) ہیں جن کا اس نے تمھیں تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ (سورۂ انعام: ۱۵۱/۶ تا ۱۵۲)

فرمادیجیے کہ میرے رب نے (تو) صرف بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے جو ان میں سے ظاہر ہوں اور جو پوشیدہ ہوں (سب کو) اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو اور اس بات کو کہ تم اللہ کا شریک ٹھہرائو جس کی اس نے کوئی سند نہیں اُتاری، اور (مزید) یہ کہ تم اللہ (کی ذات) پر ایسی باتیں کہو جو تم خود نہیں جانتے۔ (سورۂ اعراف: ۷/ ۳۳)

ذیل میں کچھ ایسے فرامین نبوی پیش کیے جاتے ہیں جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاقی اقدار کی قدر وقیمت پر روشنی ڈالی ہے:

میرے پروردگار نے مجھے نو چیزوں کا حکم دیا ہے: ظاہر و باطن میں اس کی تعظیم و تکریم کروں۔ سچ بولوں۔ خوشحالی و خستہ حالی میں شائستگی کے ساتھ رہوں۔ تمول و غربت میں میانہ روی اختیار

کروں۔اپنے رشتہ داروں کی نفع رسانی کروں اور اس پر مہربانی دکھائوں جو مجھے نفع نہیں پہنچاتا۔اسے صدقہ وخیرات دوں جو مجھے دھتکارتا ہے۔اسے بخش دوں جو مجھے نقصان پہنچاتا ہے۔نیز یہ کہ میری خاموشی معرفت الٰہی کے حصول کا سبب ہو۔ اور جب بولوں تو (میری زبان سے) اسی کی حمد کے ترانے نکلیں۔اور جب میں خلق خدا پر نظر کروں تو وہ ان کے لیے نمونۂ حیات بن جائے (۴۸) ۔

ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ایک دوسرے سے نفرت نہ رکھو۔ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو۔ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ مگرہاں !اے اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی ہو جائو(۴۹)۔ جہاں کہیں بھی رہو اللہ سے ڈرتے رہو۔اور برائی کے بعد کوئی اچھائی کر لیا کرو، یہ اچھائی برائی کو مٹادے گی۔اور لوگوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آئو(۵۰)۔

میزانِ عمل میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہیں ہے(۵۱)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی یہ ہدایت صحابہ کرام کو دی تھی:

بداخلاقی اچھائیوں کو ایسے ہی برباد کر ڈالتی ہے جیسے سرکہ شہد کو(۵۲)۔

ایک مسلمان کی اس کے دین کی وجہ سے تعظیم وعزت کرو۔اور بلند اخلاقی اور حکمت میں اسے خود سے برتر خیال کرو(۵۳)۔

رحمت کائنات ﷺ کی تکبر کے خلاف وعیدیں

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غرور و تکبر گھٹیا درجے کے اخلاق کی نمائندگی کرتے ہیں،اور ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہی ہے،آپ نے اس تباہی کے خلاف انھیں متنبہ کیا۔اپنے عجزوانکسار، حلم وحیا، شفقت ومحبت اور جملہ معاملات میں غایت درجہ کی بردباری کی بنیاد پر معلم کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم دنیا والوں کے لیے بہترین نمونہ عمل ہیں۔ تکبر ونخوت کے حوالے سے یہاں چند فرمانِ نبوی ملاحظہ فرمائیں:

بلا شبہہ اللہ حسین ہے اور حسن و جمال کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر ونخوت کا نتیجہ حق ٹھکرانا اور لوگوں سے بعد و نفرت ہے (۵۴)۔

سچائی کی تحقیر و تردید اور لوگوں کو حقیر جاننا ہی تکبر و غرور ہے (۵۵)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آبائو اجداد یا خاندانی وجاہت کی بنیاد پر فخر کرنے والوں کو یوں نصیحت فرمائی:

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جاہلیت کے کبر ونخوت اور آبائو اجداد پر فخر و مباہات کرنے کو تم سے دور فرمادیا ہے۔ کوئی شخص یا تو متقی و پرہیز گار ہو سکتا ہے یا پھر عاصی و گنہ گار۔ تم آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے ہیں۔ لوگوں کو اپنے آبائو اجداد پر فخر کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یا تو وہ محض دوزخ کا ایندھن ہوتے ہیں یا اپنے اعمال و عقیدے کے سبب اللہ تعالیٰ کے نزد اپنی ناک سے گوبر کے گولے کو لڑکانے والے کیڑے سے درجے میں پست تر ہوتے ہیں (۵۶)۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ہمیشہ اچھے کپڑے پہننے، شکل و صورت میں بھلے لگنے اور عمدہ طریقے پر بود و باش اختیار کرنے کی نصیحت فرمائی۔ ساتھ ہی آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ اپنے نفیس کپڑوں کی بنیاد پر غرور و تکبر میں گھر جاتے ہیں وہ دونوں جہاں میں ذلیل و رسوا ہوں گے۔ آپ نے صحابہ کرام کو ہمیشہ عجز و نیاز اور خاکساری کا سبق دیا۔ آپ خود ملاحظہ فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سلسلہ میں کیا تعلیم تھی:

بہترین قسم کے کپڑے زیب تن کیے ہوئے اور بالوں کی زلفیں نکالے ہوئے ایک شخص تکبر سے اکھڑتا ہوا چلا جارہا ہوگا کہ اچانک اللہ اسے زمین میں دھنسادے گا اور پھر وہ تاقیام قیامت یوں ہی زمین کے اندر دھنستا چلا جائے گا (۵۷)۔

مال و متاع دے کر رضائے الٰہی کا حصول

یہ باب اس امر کی جانب مشیر ہے کہ لوگوں کو اپنے مالوں اور جانوں کی قربانی اس طرح پیش کرنا چاہیے کہ وہ خوشنودیِ مولیٰ پانے کا سبب بن جائے۔ کعبہ رسالت کا طواف کرنے والے جاں نثاروں نے اس سلسلہ میں بہت سے استفسارات کیے ہیں جن کی تشریحات نے ان کی خوشیوں کو دوبالا کردیا ہے۔ ذرا اس صورتحال کے بیان میں قرآن کا طرز و اسلوب تو دیکھیں:

آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، فرمادیں: جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے)، مگر اس کے حق دار تمھارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور محتاج ہیں اور مسافر ہیں، اور جو نیکی بھی تم کرتے ہو بے شک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔ (سورۂ بقرہ: ۲/ ۲۱۵)

۔۔۔۔۔اور آپ سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ کیا کچھ خرچ کریں؟ فرمادیں: جو ضرورت سے زائد ہے (خرچ کردو)، اسی طرح اللہ تمھارے لیے (اپنے) احکام کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔ (سورۂ بقرہ: ۲/ ۲۱۹)

فرمادیجیے: بے شک میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ فرمادیتا ہے اور جس کے لیے (چاہتا ہے) تنگ کردیتا ہے، اور تم (اللہ کی راہ میں) جو کچھ بھی خرچ کروگے تو وہ اس کے بدلہ میں اور دے گا اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (سورۂ سبا: ۳۴/ ۳۹)

ذیل میں مسلمانوں کو حرص وآز سے بچنے اور اپنے مال ومتاع کی بخوشی قربانی دینے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنے پر چند حوصلہ افزا حدیثیں ملاحظہ فرمائیں:

ظلم وتشدد سے کنارہ کشی اختیار کیے رکھو کیوں کہ ظلم وتعدی میدانِ محشر میں تاریکی ثابت ہوگا۔ اور تکبر سے باز آؤ کیوں کہ تکبر نے تم سے پہلوں کو تباہ کرکے رکھ دیا، اس کے ذریعہ خونریزی کی راہیں کھلیں اور اسی کی بدولت ان لوگوں نے حرام کو حلال ٹھہرالیا(۵۸)۔

کسی فقیر کو یوں ہی نہ واپس لوٹادو، اگر تم اسے آدھی کھجور ہی دے سکتے ہو تو دو۔ اگر تم فقیروں سے محبت کروگے اور انھیں اپنا قرب بخشوگے تو اللہ تمھیں عرصہ قیامت میں اپنا قرب بخشے گا(۵۹)۔

محمد عربی ﷺ جناتوں کے بھی نبی

قرآن کی بہترویں سورہ 'سورۂ جن میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا ہے کہ جنات بھی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات اور قرآنی باتوں کو سنا کرتے تھے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو مسلمانوں کی مانند پیغمبر اسلام سے سچی عشق وعقیدت رکھا کرتے تھے۔ اس حوالے سے یہ آیت کریمہ دیکھیں:

آپ فرمادیں: میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (میری تلاوت کو) غور سے سنا، تو (جاکر اپنی قوم سے) کہنے لگے: بے شک ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے۔ جو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے، سو ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔(سورۂ جن:۷۲/۱تا۲)

اسی سورہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ کچھ جن مسلمان ہیں:

اور یہ کہ جب ہم نے (کتابِ)ہدایت کو سنا تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پھر جو شخص اپنے رب پر ایمان لاتا ہے تو وہ نہ نقصان ہی سے خوف زدہ ہوتا ہے اور نہ ظلم سے۔اور یہ کہ ہم میں سے (بعض)فرماں بردار بھی ہیں اور ہم میں سے (بعض) ظالم بھی ہیں، پھر جو کوئی فرماں بردار ہو گیا تو ایسے ہی لوگوں نے بھلائی طلب کی۔(سورۂ جن:۲۰۷/۳ ۱تا۱۴)

ان جناتوں کا بیان ہے کہ ہم میں کچھ ایسے ہیں جو جھوٹ بول کراوراتہام پرستی کی فضا پیدا کرکے غضب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں۔جن توہم پرستانہ عقائد کے وہ حامل تھے ان کا تذکرہ بھی اسی سورہ میں کر دیا گیا ہے:

اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے، اس نے نہ کوئی بیوی بنا رکھی ہے اور نہ ہی کوئی اولاد۔اور یہ کہ ہم میں سے کوئی احمق ہی اللہ کے بارے میں حق سے دور حد سے گزری ہوئی باتیں کرتا تھا۔(سورۂ جن:۲۰۷/۳تا۵)

دوسری آیت بتاتی ہے کہ جب رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم دینی و تبلیغی سرگرمیاں لے کر اُٹھے تو جنات بھی آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے:

اور یہ کہ جب اللہ کے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس کی عبادت کرنے کھڑے ہوئے تو وہ ان پر ہجوم در ہجوم جمع ہو گئے (تاکہ ان کی قراءت سن سکیں)۔(سورۂ جن:۲۰۷/۱۹)

یہ آیت کریمہ صاف بتا رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسان و جنات دونوں کے لیے نبی بن کر جلوہ گر ہوئے ہیں۔یوں ہی قرآن بھی انس و جن دونوں کے لیے راہ نما کتاب ہے۔

منکرین رسالت محمدی کے لیے وارننگ

قرآن وصاحب قرآن کا انکار کرنے والوں نے آپ کی راہ میں مشکلات کے کانٹے بچھائے، پیغام الٰہی کی ترسیل کو ممکنہ حد تک روک دینا چاہا، قتل کے منصوبے بنائے، اور پابند سلاسل یا شہر بدر کر دینا چاہا؛ لیکن آپ ہر حال میں باری تعالیٰ کے قدرت و وجود، اپنی رسالت کی سچائی، اور قرآن کے وحی الٰہی ہونے کو ثابت کرانے کی سعی محمود فرماتے رہے۔ آپ نے انھیں آخرت کے عذاب کا خوف بھی دلایا؛ حتیٰ کہ فتح یابی (اور غلبہ اسلامی) کے بعد بھی آپ نے منکرین پر کوئی زبردستی روا نہیں رکھی، اور کسی کے مذہب کو زک نہیں پہنچایا بلکہ یہ اعلان کر دیا کہ ہر کوئی آزادانہ طور پر اپنی خواہش کے مطابق اپنے مذہبی رسومات ادا کرنے کا مجاز ہے (کیوں کہ حق و باطل واضح ہو چکا ہے۔)

اور اگر وہ آپ کو جھٹلائیں تو فرما دیجیے کہ میرا عمل میرے لیے ہے اور تمھارا عمل تمھارے لیے، تم اس عمل سے بری الذمہ ہو جو میں کرتا ہوں اور میں ان اعمال سے بری الذمہ ہوں جو تم کرتے ہو۔ (سورۂ یونس: ۱۰/۴۱)

فرما دیجیے کہ میری طرف تو یہی وحی کی جاتی ہے کہ تمھارا معبود فقط ایک (ہی) معبود ہے، تو کیا تم اسلام قبول کرتے ہو۔ پھر اگر وہ روگردانی کریں تو فرما دیجیے: میں نے تم سب کو یکساں طور پر باخبر کر دیا ہے، اور میں نہیں جانتا کہ وہ (عذاب) نزدیک ہے یا دور جس کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ بے شک وہ بلند آواز کی بات بھی جانتا ہے اور وہ (کچھ) بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ اور میں یہ نہیں جانتا شاید یہ (تاخیر عذاب اور تمھیں دی گئی ڈھیل) تمھارے حق میں آزمائش ہو اور (تمھیں) ایک مقرر وقت تک فائدہ پہنچانا مقصود ہو۔ (ہمارے حبیب نے) عرض کیا: اے میرے رب! (ہمارے درمیان) حق کے ساتھ فیصلہ فرما دے، اور ہمارا رب بے حد رحم فرمانے والا ہے، اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے ان (دل آزار) باتوں پر جو (اے کافرو) تم بیان کرتے ہو۔ (سورۂ انبیاء: ۲۱/ ۱۰۸ تا ۱۱۲)

فرما دیجیے: اے (میری) قوم! تم اپنی جگہ پر عمل کرتے رہو بے شک میں (اپنی جگہ) عمل کیے جارہا ہوں۔ پھر تم عنقریب جان لوگے کہ آخرت کا انجام کس کے لیے (بہتر) ہے۔ بے شک ظالم لوگ نجات نہیں پائیں گے۔ (سورۂ انعام: ۶/۱۳۵)

حضور اقدس ﷺ! اور کافروں سے سلوک

توحید الٰہی، قرآن کریم اور ختم نبوت کے منکرین کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ ہمیشہ صابرانہ اور بردبارانہ رہا۔ آپ نے اس بات کی وضاحت بھی فرمادی تھی کہ آپ کا معاملہ ان کے ساتھ منصفانہ ہوگا اور ان سے کبھی کوئی بے بنیاد بحث و تکرار نہ ہوگی۔ احکام الٰہی کی تعمیل میں آپ نے ان سے کیا فرمایا تھا قرآن نے اسے یوں بیان کیا ہے:

پس آپ اسی (دین) کے لیے دعوت دیتے رہیں اور جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے (اسی پر) قائم رہیے اور ان کی خواہشات پر کان نہ دھریے، اور (یہ) فرما دیجیے: جو کتاب بھی اللہ نے اتاری ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان عدل وانصاف کروں، اللہ ہمارا (بھی) رب ہے اور تمھارا (بھی) رب ہے، ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال، ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی بحث و تکرار نہیں، اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کا) پلٹنا ہے۔ (سورۂ شوریٰ: ۴۲/۱۵)

نبی محترم ﷺ! اور کافروں کو توبہ کی دعوت

اللہ تعالیٰ معدنِ رحم وعطا اور سراپا بخشش ورحمت ہے۔ قرآن کریم میں اس نے اعلانِ عام فرمادیا ہے کہ اس کے بندوں میں سے جو بھی اس کی بارگاہ میں سچے دل سے توبہ کریں تو وہ اسے معاف فرمادے گا۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوش خبری کفارِ ناہنجار کو اس انداز میں سنائی:

آپ کفر کرنے والوں سے فرمادیں: اگر وہ (اپنے کافرانی افعال سے) باز آجائیں تو ان کے وہ (گناہ) بخش دیے جائیں گے جو پہلے گزر چکے ہیں، اور اگر وہ پھر بھی کچھ وہی کریں گے تو یقیناً اگلوں (کے عذاب در عذاب) کا طریقہ گزر چکا ہے، (ان کے ساتھ بھی وہی کچھ ہو گا۔ (سورۂ انفال:۸/۳۸)

حدیثوں میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ جب بھی توبہ کریں مقبولِ بارگاہِ خدا ہوگی۔

جو بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے (یعنی قیامت سے) پہلے اپنے گناہوں کی توبہ چاہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرمالے گا(٦٠)۔

کفار کو اُن کی شکست فاش کی پیش آگاہی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول وعمل کا مدار اطاعت خداوندی اور حب الٰہی پر دیدنی ہے؛ حتیٰ کہ مشکل ترین گھڑیوں میں بھی آپ توکل علی اللہ کی عظیم منزل پر اس شان کے ساتھ فائز نظر آتے کہ اللہ اپنی نصرت ومدد نازل فرمائے گا۔ مومن ہر حال میں فتح وظفر سے ہم کنار ہو گا اور کفار ناہنجار کو بالآخر شکست وریخت سے دوچار ہونا ہے۔

کافروں سے فرمادیں: تم عنقریب مغلوب ہوجائوگے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے اور وہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ (سورۂ آل عمران:۳/۱۲)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سلسلہ میں ایک حدیث میں فرمایا ہے:

جن جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے یقیناً تمھیں ان سے دو چار ہونا ہے اور تم اس سے راہِ فرار نہ اختیار کر سکو گے (۶۱)۔

حضور ﷺ نے کفار کو آخرت کی یاد دِلا دِلا کر وارننگ دی

منکرین توحید کی سب سے نمایاں صفت یہ ہے کہ وہ یوم آخرت پر ایمان لانے کے روادار نہیں ہوتے۔ عہد نبوی میں بھی ایسے بے ایمانوں کا یہی عقیدہ تھا کہ وہ عرصہ محشر میں جمع نہ کیے جائیں گے۔ اللہ کے رسول نے ان کے دعووں کا نہایت حکمت آمیزانہ اور بلاغت آفریں جواب دیا۔ ان کے تخاطب کے لیے قرآن نے آقاے کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کی زبان استعمال کرنے کی ہدایت کی:

اور کہتے ہیں: جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہمیں از سر نو پیدا کر کے اُٹھایا جائے گا۔ فرما دیجیے: تم پتھر ہو جائو یا لوہا یا کوئی ایسی مخلوق جو تمھارے خیال میں (ان چیزوں سے بھی) زیادہ سخت ہو (کہ اس میں زندگی پانے کی بالکل صلاحیت ہی نہ ہو)، پھر وہ (اس حال میں) کہیں گے کہ ہمیں کون دوبارہ زندہ کرے گا؟ فرما دیجیے: وہی جس نے تمھیں پہلی بار پیدا فرمایا تھا، پھر وہ (تعجب اور تمسخر کے طور پر) آپ کے سامنے اپنے سر ہلا دیں گے اور کہیں گے: یہ کب ہوگا؟ فرما دیجیے: امید ہے جلد ہی ہو جائے گا۔ (سورۂ انبیاء: ۱۷/ ۴۹ تا ۵۱)

کیا جب ہم مر جائیں گے اور یہ مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم یقینی طور پر (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے۔ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (اُٹھائے جائیں گے)؟ فرما دیجیے: ہاں اور (بلکہ) تم ذلیل و رسوا بھی ہو گے۔ (سورۂ صافات: ۳۷/ ۱۶ تا ۱۸)

اس امید پر کہ شاید وہ اپنی غلط روی سے باز آکر دین حق اور راہِ یقین کی طرف پلٹ جائیں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ آخرت کو بہت دور نہ جانو، (وہ تو بس آیا چاہتی ہے):
جنت تم سے تمھارے جوتوں کے تلوئوں سے زیادہ قریب ہے۔ یوں ہی جہنم بھی (۶۲)۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے کفار کو آتش دوزخ سے ڈرایا

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اَہم ذمہ داری یہ تھی کہ آپ لوگوں کو اللہ کے عذاب پر مطلع کریں اور جہنم کی آگ سے ڈرائیں۔ رسولِ خدا کی ذات ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس کی بدولت لوگ خشیت الٰہی اور اخلاقِ حسنہ کے حامل بنے اور اسی کی بدولت وہ جنت میں داخلے کے مجاز قرار پائیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں سے بھی ڈرایا، نیز کفار و مشرکین کو باطل پرستیوں اور بدکرداریوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش بھی فرمائی۔ ذیل میں آتش جہنم سے ڈرانے کے متعلق چند فرامین الٰہی دیکھیں:

اور جب ان (کافروں) پر ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں (تو) آپ ان کافروں کے چہروں پر ناپسندیدگی (وناگواری کے آثار) صاف دیکھ سکتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ عنقریب ان لوگوں پر جھپٹ پڑیں گے جو انھیں ہماری آیات پڑھ کر سنارہے ہیں، آپ فرمادیجیے: (اے مضطرب ہونے والے کافرو!) کیا میں تمھیں اس سے (بھی) زیادہ تکلیف دہ چیز سے آگاہ کروں؟ (وہ دوزخ کی) آگ ہے، جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کر رکھا ہے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ (سورۂ حج:۲۲/۷۲)

مگر اللہ کی جانب سے احکامات اور اس کے پیغامات کا پہنچانا (میری ذمہ داری ہے) اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرے تو بے شک اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۂ جن:۷۲/۲۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی زبان میں کفار و مشرکین کے عذاب دوزخ چکھنے نیز اس کی طرف لے جانے والی چیزوں کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہ آتش دوزخ میں پڑے لوگ اس کے عذاب سے بچنے کے لیے کس طرح فریادیں اور ہر ممکن کوششیں کریں گے۔

پیارے آقا! اور کافروں سے براءت کا دوٹوک الفاظ میں اعلان

عہد رسالت میں غیر مسلم تعداد و قوت میں گرچہ زیادہ اور مضبوط تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی برہم مزاجی اور طعن و تشنیع کو ایک ذرا خاطر میں نہ لایا اور پوری دیانت داری سے قرآن کے پیغام کو کھلے بندوں اُن تک پہنچادیا کہ آپ کبھی بھی جادۂ حق سے منحرف نہ ہوں گے۔ استقلال و صبر کی دولت ہی اہل اسلام کا طرۂ امتیاز ہے؛ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ رسولِ گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کی صبر و ثبات قدمی اور آپ کی طاعت و رضا کو نشانِ راہ اور مقصودِ حیات بنا کر شاہراہِ زندگی پر جادہ پیما ہو۔ اس موضوع کے حوالے سے چند آیتیں ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

فرما دیجیے کہ مجھے اس بات سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان (جھوٹے معبودو) کی عبادت کروں جن کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو۔ فرما دیجیے کہ میں تمھاری خواہشات کی پیروی نہیں کر سکتا اگر ایسے ہو تو میں یقینا بھٹک جائوں اور میں ہدایت یافتہ لوگوں سے (بھی) نہ رہوں (جو کہ ناممکن ہے)۔ فرما دیجیے: (کافرو!) بے شک میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر (قائم) ہوں اور تم اسے جھٹلاتے ہو۔ میرے پاس وہ (عذاب) نہیں ہے جس کی تم جلدی مچا رہے ہو۔ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ وہ حق بیان فرماتا ہے اور وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ (سورۂ انعام: ۶/۵۶ تا ۵۷)

آپ فرما دیجیے: اے کافرو! میں ان (بتوں) کی عبادت نہیں کرتا جنھیں تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم اس (رب) کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ اور نہ (ہی) میں (آئندہ کبھی) ان

کی عبادت کرنے والا ہوں جن (بتوں) کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور نہ (ہی) تم اس کی عبادت کرنے والے ہو جس (رب) کی میں عبادت کرتا ہوں۔ (سو) تمھارا دین تمھارے لیے اور میرا دین میرے لیے ہے۔ (سورۂ کافرون:۱۰۹/ ۱تا۶)

حضور ﷺ کی اہل کتاب کو کچھ یاد دہانیاں

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کو مشرکانہ عقائد اور فتنہ پردازیوں کی بجائے وحی الٰہی کی بنیاد پر نہایت ہی عمدہ اسلوب میں (دین کا) پیغام پہنچایا۔ جس طرح حضور نے غیر مسلموں پر کسی جبر و اکراہ کو روا نہیں رکھا یوں ہی اہل کتاب سے بھی کوئی دباؤ یا زبردستی نہیں برتی بلکہ دعوت کے سادہ اسلوب میں ان تک پیغام دین پہنچا دیا۔

اہل کتاب خصوصاً یہودیوں کی یہ ایک خصلت ہے کہ وہ خود کو اللہ کا سب سے زیادہ مقرب بندہ سمجھتے ہیں، اور صرف اپنے آپ کو سزاوارِ جنت گردانتے ہیں۔ بہت سی آیتیں ان کے اس دعوے پر شاہد عدل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی قرآن نے اُن کے حقیقت سے دور بے بنیاد دعووں کا جواب اِن الفاظ میں فراہم کیا ہے:

اور جب ان سے کہا جاتا ہے: اس (کتاب) پر ایمان لاؤ جسے اللہ نے (اب) نازل فرمایا ہے، (تو) کہتے ہیں: ہم صرف اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی، اور وہ اس کے علاوہ کا انکار کرتے ہیں، حالاں کہ وہ (قرآن بھی) حق ہے (اور) اس (کتاب) کی (بھی) تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس ہے، آپ (ان سے) دریافت فرمائیں کہ پھر تم اس سے پہلے انبیا کو کیوں قتل کرتے رہے ہو اگر تم (واقعی اپنی کتاب ہی پر) ایمان رکھتے ہو۔ (سورۂ بقرہ:۲/ ۹۱)

آپ فرمادیں: اگر آخرت کا گھر اللہ کے نزدیک صرف تمھارے لیے ہی مخصوص ہے اور لوگوں کے لیے نہیں تو تم (بے دھڑک) موت کی آرزو کرو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو۔ وہ ہرگز کبھی بھی اس کی آرزو نہیں کریں گے ان گناہوں (اور مظالم) کے باعث جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں (یا پہلے کر چکے ہیں) اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (سورۂ بقرہ: ۲/ ۹۴ تا ۹۵)

اور (اہل کتاب) کہتے ہیں کہ جنت میں ہرگز کوئی بھی داخل نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ وہ یہودی ہو یا نصرانی، یہ ان کی باطل امیدیں ہیں، آپ فرمادیں کہ اگر تم (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو (اپنی اس خواہش پر) سند لائو۔ (سورۂ بقرہ: ۲/ ۱۱۱)

اور یہود اور نصاریٰ نے کہا: ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ آپ فرمادیجیے: (اگر تمھاری بات درست ہے) تو وہ تمھارے گناہوں پر تمھیں عذاب کیوں دیتا ہے؟ بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) جن (مخلوقات) کو اللہ نے پیدا کیا ہے تم (بھی) ان (ہی) میں سے بشر ہو، وہ جسے چاہے بخشش سے نوازتا ہے اور جسے چاہے عذاب سے دوچار کرتا ہے، اور آسمانوں اور زمین اور وہ (کائنات) جو دونوں کے درمیان ہے (سب) کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے اور (ہر ایک کو) اس کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ (سورۂ مائدہ: ۵/ ۱۸)

اور (اہل کتاب) کہتے ہیں: یہودی یا نصرانی ہو جائو ہدایت پا جائو گے، آپ فرمادیں کہ (نہیں) بلکہ ہم تو (اس) ابراہیم (علیہ السلام) کا دین اختیار کیے ہوئے ہیں جو ہر باطل سے جدا صرف اللہ کی طرف متوجہ تھے، اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔ (سورۂ بقرہ: ۲/ ۱۳۵)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی تاکید فرمادی کہ جب وہ اہل کتاب سے گفتگو کریں تو یوں کہیں:

ایمان یہ ہے کہ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا جائے (۶۳)۔

رسولِ محترم ﷺ کا اہل کتاب سے کٹ حجتی اور قبول ایمان پر جبر نہ کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابیوں کو شرک کے شائبوں سے پاک ہوکر ایمان لانے اور اخلاقِ قرآنی سے آراستہ ہوجانے کی دعوت دی۔ ان کے ایمان نہ لانے کے باوصف رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مظاہرۂ عدل فرماتے اور نرمی سے پیش آتے۔ آپ نے اہل کتاب کو اُن کی مرضی کے مطابق آزادانہ عبادت کرنے، اور اپنے رسم ورواج کو ادا کرنے کے لیے کھلی اجازت دے دی تھی نیز صحابہ کرام کو بھی ان کے ساتھ ایساہی برتاؤ کرنے کا حکم صادر فرمادیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تاریخی فرمان یہ تھا:

جس نے کسی ایسے شخص کو قتل کیا جو مسلمانوں کے تحفظ میں تھا وہ کبھی بھی جنت کی خوشبو نہ پاسکے گا(۶۴)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین کے ذریعہ بہت سے یہودونصاریٰ اور دیگر حاملانِ مذاہب کے ساتھ معاہدے کی جو تحریر مرتب کی گئی تھی آج اسے ایک اہم دستاویز کی حیثیت حاصل ہے۔ مثلاً ابن حارث بن کعب اور اس کے ہم مذہب عیسائیوں کے لیے تیار کردہ معاہدہ کی ایک تحریر کا آغاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ سے فرمایا:

مذہب، عبادت گاہیں، زندگیاں، عزت وناموس اور مشرق میں رہنے والے تمام عیسائیوں کے مال واسباب اللہ اور جملہ مسلمانوں کے تحفظ میں ہیں۔ جو لوگ عیسائیت پر قائم ہیں انھیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا۔ اگر کوئی عیسائی قتل یا ناانصافی کے معاملے میں گھرا ہو تو مسلمانوں پر اس کی امداد ضروری ہے(۶۵)۔

پھر اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اور (اے مومنو!) اہل کتاب سے نہ جھگڑا کرو مگر ایسے طریقہ سے جو بہتر ہو۔۔۔۔۔۔۔

(سورۂ عنکبوت:۲۹/۴۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا تھا کہ آپ مسلمانوں کو ہدایت فرمادیں کہ وہ اہل کتاب کے ساتھ کس طرح معاملہ کریں چنانچہ قرآن نے اُسے یوں بیان کیا ہے:

فرمادیں: کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑا کرتے ہو حالاں کہ وہ ہمارا (بھی) رب ہے، اور تمھارا (بھی) رب ہے اور ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں، اور ہم تو خالصۃً اسی کے ہو چکے ہیں۔ (سورۂ بقرہ:۲/۱۳۹)

داعیِ اعظم ﷺ نے اہل کتاب کو شرک کی ہر آمیزش سے پاک 'اللہ پر ایمان لانے دعوت دی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل کتاب کو دین حق کی دعوت دینے کا حاصل یہ تھا کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور مسلمانوں کے ساتھ باہمی متفقہ عقیدہ پر جمع ہو جائیں:

آپ فرمادیں: اے اہل کتاب! تم اس بات کی طرف آجائو جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائیں گے، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ ہو جائو کہ ہم تو اللہ کے تابع فرمان (مسلمان) ہیں۔ (سورۂ آل عمران:۳/۶۴)

فرمادیجیے: اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق حد سے تجاوز نہ کرو اور نہ ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کیا کرو جو (بعثت محمدی) سے پہلے ہی گمراہ ہو چکے تھے اور بہت سے (اور) لوگوں کو (بھی) گمراہ کر گئے اور (بعثت محمدی کے بعد بھی) سیدھی راہ سے بھٹکے رہے۔ (سورۂ مائدہ:۵/۷۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کو یمن بھیجتے ہوئے فرمایا کہ اہل کتاب کو ایک اللہ کی عبادت کی طرف بلائو:

تم آسمانی کتاب کے حامل افراد کے پاس جارہے ہو، پہلے انھیں (حکمت عملی کے ساتھ) اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دینا۔۔۔۔۔(٦٦)۔

رسول اللہ ﷺ کے ظاہری شمائل وخصائل

گزشتہ ابواب میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ قرآن کریم کی روشنی میں بیان کیے گئے جو کہ جملہ عالم انسانیت کے لیے نمونۂ عمل ہیں۔جس میں ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف، شفقت ومروت، رحم وکرم، امن وراحت، صلح وہمدردی، تواضع و انکسار، صبرو قناعت، خدا ترسی وخدا شناسی، عفت وحیا اور حلم وبردباری کے مختلف پہلوئوں کو آشکارا کیا ہے۔

مزید برآں آیاتِ قرآنی، اور صحابہ کرام کے بیانات بھی پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے علم ومعرفت کا ایک خزینہ ہیں۔بہت سی تفصیلات مثلاً اہل خاندان سے آپ کا تعلق، آپ کے گرداگرد منڈلانے والے مسلمانوں کے ساتھ آپ کے تعلقات، آپ کی روزمرہ زندگی کے احوال، آپ کی جسمانی ساخت و صورت، دیکھنے والوں پر آپ کی پر جلال شخصیت کی اثر انگیزی، آپ کے پسندیدہ کھانے، اور آپ کے ملبوسات وتبسم ریزیاں وغیرہ تفصیلات کو علماے اسلام نے "شمائل مصطفوی" کے تحت قلم بند فرمایا ہے۔اس اصطلاح سے "خصلت واخلاق، مزاج وسلوک اور کردار و صفات" کی عکاسی ہوتی ہے؛ گرچہ لفظ" شمائل" اپنے اندر ایک وسیع معنی ومفہوم رکھتا ہے، مگر امتدادِ زمانہ کے ساتھ اب یہ لفظ "شمائل "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص واحوال اور آپ کی حیات مبارکہ کے متنوع پہلوئوں کو نمایاں کرنے کے لیے بطورِ خاص استعمال ہونے لگا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس برگزیدہ خلائق بندۂ خاص کے آداب وکردار کی ہر تفصیل کاماحصل اُن کے اخلاقِ عالیہ کاانعکاس ہے۔رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری شمائل وخصائل پر مشتمل اس باب کی شمولیت کامقصد وحید یہی ہے کہ ہم تک جو آثار وروایات پہنچی ہیں ان کی تبلیغ وترویج کر کے ہم اپنی نجی زندگیوں میں عظمت اخلاق کی کرنوں کااُجالا بکھیر دیں۔

محسن انسانیت ﷺ کا جسمانی حسن وجمال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ نے اس منفرد المثال شخصیت کی شکل وشباہت کی حسن آفرینی، سخت وکرخت مزاج رکھنے والوں کے دیدہ ودل کے آپ کے لطافت مزاج وتبسم سے موم ہوجانے کی کیمیاگری، نیز آپ کے بہت سے جمالیاتی گوشوں کے حوالے سے بیش بہامعلومات فراہم فرمائی ہیں۔ایسے صحابہ کرام کی ایک لمبی فہرست ہے جنھوں نے آپ کے حسن وجمال کاتذکرہ شرح وبسط سے کیاہے۔آپ کے عہد مبارک کی شاہد آنکھوں نے اللہ کے اس برگزیدہ بندے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بہت سے پہلوئوں کو کہیں تفصیل سے اور کہیں اجمال سے بیان کیاہے۔ذیل میں اس کی کچھ شہادتیں پیش کی جاتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے ظاہری جمالیاتی جلوے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورتی کانقشہ ان لفظوں میں کھینچتے تھے:

رسول اللہ صلی اللہ کاحلیہ مبارکہ نہایت حسین وجمیل تھا۔۔۔۔۔کسی نے آپ کے مسکراتے چہرۂ انور کو چودھویں کے چاند سے تعبیر کیا۔۔۔۔۔آپ کی بینی مبارک پتلی تھی۔۔۔۔۔آپ کاچہرہ گول

اور ہموار تھا۔۔۔۔داڑھی مبارک گھنی تھی۔۔۔۔آپ کی گردن خوبصورتی میں اپنا جواب آپ تھی۔۔۔۔جب سورج کی کرنیں آپ کی گردن پر پڑتیں تو ایسا لگتا جیسے سونے سے مخلوط چاندی کا ایک پیالہ ہو۔۔۔۔اورآپ کے دونوں شانوں کے درمیان کافی کشادگی تھی (٦٧)۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ لمبے تھے اور نہ ناٹے تھے۔آپ نمونہ حسن کامل تھے۔آپ کے موئے مبارک نہ بہت نرم تھے اور نہ گھنگھریالے۔آپ نہ بہت زیادہ سفید تھے اور نہ گندمی (٧٠)۔

حضرت براء ابن عازب بیان فرماتے ہیں:

میں نے کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کسی شخص کو نہ دیکھا۔آپ کی زلفیں شانوں تک پہنچتی تھیں۔آپ کے دونوں شانوں کا درمیانی حصہ کشادہ تھا۔آپ نہ تو بہت لمبے اور نہ بہت چھوٹے (٧١)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتوں میں سے ابراہیم بن محمد فرماتے ہیں:

حضرتِ علی شمائل نبی کا تذکرہ فرماتے ہوئے یوں گویا ہوتے تھے:

آپ نہ تو بہت ہی لمبے تھے اور نہ ہی بہت چھوٹے قد کے بلکہ آپ متوسط سائز کی شخصیت تھے۔آپ کے موئے مبارک نہ بہت گھنگھریالے تھے اور نہ بہت سیدھے بلکہ دونوں کا ایک حسین امتزاج تھا۔۔۔۔آپ کی رنگت سرخی مائل سفید تھی۔آپ کی چشمانِ مبارک نہایت سیاہ اور پلکیں لمبی دراز تھیں۔۔۔۔دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ کا سینہ مبارکہ خوبصورتی میں کوئی جواب نہیں رکھتا تھا۔بولنے میں ایسے سچے کہ کوئی ہوا کرے۔نہایت نیک شرست اور شریف النسب۔آپ کو دیکھتے ہی رعب وجلال کی وجہ سے لوگ کھڑے ہوجاتے۔ اور جو لوگ متعارف

ہوتے ان کے عشق کی حدت بڑھ جاتی۔ جو آپ کے شمائل وخصائل بیان کرتے وہ یہ کہہ کر خاموش ہوجاتے کہ ہم نے اپنی زندگی میں اس مبارک وجود سے زیادہ حسین وجمیل کوئی وجود دیکھا ہی نہیں (۷۲)۔

حضرت حسن فرماتے ہیں:

آپ عظیم ذات وصفات کے مالک تھے۔ دوسرے بھی آپ کو رفیع المرتبت جانتے۔ آپ کا چہرۂ انور ایسا چمکتا جیسے چودہویں کا چاند۔ آپ متوسط قد کے آدمی سے قدرے لمبے تھے، مگر دراز قد سے چھوٹے تھے۔ آپ کے موئے مبارک قدرے گھنگھریالے تھے۔ اگر موئے مبارک کے بیچ سے فطرتاً مانگ نکل آتی تو اسے یوں ہی چھوڑ دیتے ورنہ بیچ سے مانگ نکالنے کی آپ بطورِ خاص کوئی کوشش نہ فرماتے۔۔۔۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت پر ازانوار تھی اور پیشانی کشادہ۔ آپ کی ابروئیں خوبصورت پتلے بالوں کے ساتھ گھنی تھیں ۔۔۔ آپ کی گردن مبارک خوبصورت اور پتلی تھی جیسے کسی پتلے کی صاف کی ہوئی گردن، جس کی رنگت بالکل نمایاں، چمک دار اور چاندی کی مانند حسین تھی۔ آپ کے جسم مبارک کا ہر حصہ معتدل سائز کا تھا، اورآپ کے جسم کی ساخت نہایت متوازن ومتناسب تھی (۷۳)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رنگت سرخی مائل سفید تھی۔ آپ کی مبارک آنکھیں حد درجہ سیاہ تھیں اور آپ کی پلکیں دراز تھیں (۷۴)۔

آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ آپ کی ابروئوں کے درمیان کا فاصلہ خالص چاندی کی طرح درخشاں تھا۔ اور چشمانِ مبارک ہلکی سرخی رنگ لیے سیاہ تھیں ۔ آپ کی پلکوں کے بال بہت گھنے تھے۔۔۔۔ جب آپ مسکراتے یا ہنستے تو آپ کے دندانِ مبارک سے درخشانی پھوٹتی تھی۔ آپ کے لب

ہاے مبارک خوبصورتی ونزاکت میں اپنی نظیر آپ تھے۔۔۔ آپ کی ریش مبارک گھنی تھی۔۔۔۔۔آپ کی گردنِ مبارک مرقعہ حسن تھی، جب سورج کی کرنیں آپ کی گردن پر پڑتیں تو ایسا لگتا جیسے سونے سے مخلوط چاندی کا کوئی پیالہ ہو۔ آپ کا سینہ مبارکہ نہایت کشادہ تھا، جیسے کہ کوئی آئینہ ہو اور اس کی بیضوی رنگت ایسی جیسے دودھیا چاندنی۔ آپ کے شانے کشادہ تھے۔ اور آپ کی ہتھیلیاں اُون سے کہیں زیادہ نرم ونازک تھیں (۷۵)۔

حضرت اُم معبد جو اپنی سخاوت، دیانت داری اور حوصلہ مندی کے لیے مشہور تھیں، مکہ سے مدینہ کی ہجرت کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب ان پر گزر ہوا تو انھیں پہچاننے میں ناکام رہیں لیکن انھوں نے اپنے شوہر سے آپ کا حلیہ مبارکہ کچھ یوں بیان کیا کہ ان کے توصیف بیان سے ان کے شوہر نے جان لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے:

ان کی چمک دمک نمایاں تھی، چہرۂ انور کشادہ اور روشن، جسم کے اعضا میں مکمل تناسب تھا، اور موزونیت کاملہ، نہ ان کو پیٹ کے بڑھ جانے کا عیب لاحق تھا اور نہ سر اور گردن کے چھوٹا ہونے کا نقص، وہ انتہائی حسین وجمیل تھے، ان کی آنکھیں سیاہ اور موٹی تھیں، اور پلکیں گھنی اور دراز۔ آواز بلند اور گرجدار، رنگت سفید، آنکھیں سرگیں، بھویں باریک لمبی اور باہم ملی ہوئی، بال سخت سیاہ، گردن مبارک میں طول اور لمبائی، داڑھی مبارک گھنی، جب سکوت اور خاموشی اختیار کریں تو شانِ وقار نمایاں اور جب گفتگو کا آغاز کریں تو سر اقدس اور ہاتھ بلند فرماتے ہیں، چہرۂ اقدس پر رونق و بہار نظر آتی ہے، ان کی گفتار پروئے ہوئی موتی معلوم ہوتے ہیں جو یکے بعد دیگرے گر رہے ہوں۔ باتوں میں شہد کی سی مٹھاس، اور کلام مقصد پر دلالت میں واضح اور غیر ملتبس اور مقصد کے عین مطابق، نہ بالکل مختصر اور نہ بہت طویل بے مقصد اور موجب ملال۔ دور سے دیکھیں تو سب سے بلند قامت اور خوبصورت اور قریب سے دیکھیں تو سب سے شیریں اور حسین ترین۔ ایسے درمیانہ قد کہ نہ تو دیکھنے والی آنکھ ان

کودرازیِ قامت کی وجہ سے عیب لگائے اور نہ کوتاہ قامتی کی وجہ سے آنکھ ان کو حقیر جانے گویا وہ دو نرم ونازک شاخوں کے درمیان ایک ایسی شاخ ہیں جو ان دونوں سے دیکھنے میں خوش منظر اور قدو قامت میں حسین ترین۔ ان کے رفقاے سفریوں ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے چاند کے گرد ہالہ۔ جب آپ بات کرتے تو رفقا سر تا پا مجسم کان بن جاتے اور جب حکم دیتے تو اطاعت وامتثال کے لیے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے، وہ مخدوم ہیں اور مطاع جن کی خدمت میں لوگ ہر وقت کمر بستہ کھڑے رہتے ہیں (۷۶)۔

جن خوش بخت حضرات نے اپنے سر کی آنکھوں سے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کو دیکھا تھا ان کے اقتباسات وروایات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ پیارے آقا اپنے متناسب قدو قامت اور دمکتے چہرے کے ساتھ کتنے حسین وجمیل تھے! (انھیں حسن کائنات نہیں بلکہ کائناتِ حسن کہنا چاہیے)۔ یوں ہی آپ کی ساخت بھی نہایت موزوں اور قوی تھی۔ (کسی عاشق رسول نے کتنے مزے کی بات کہی ہے: ع تیری حیاتِ پاک کا ہر لمحہ پیغمبر لگے)

رسولِ خدا ﷺ کی صورت وشباہت

سلطنت عثمانیہ کے نامور عالم جناب احمد کیوڈٹ پاشا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل وصورت کی خصوصیات کو بڑے موثرانہ انداز میں ملخصاً قلم بند کیا ہے۔ قصص الانبیا جلد چہارم میں ''صفاتِ نبوی کی کچھ جھلکیاں'' کے تحت وہ رقم طراز ہیں:

نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت وجیہ وشکیل تھے۔ آپ کے دست وبازو بالکل ہی موزوں اور متناسب تھے۔ آپ کا جسم مبارک شاہکارِ تخلیق تھا۔ آپ کی پیشانی، سینہ مبارکہ اور شانوں کا درمیانی حصہ کشادہ تھا۔ آپ کی گردن پتلی لمبی چکنی اور مانند سیم تھی۔ آپ کے شانہ ہاے مبارکہ، دونوں بازو اور

ہاتھوں کے پٹھے بڑے اور مضبوط تھے۔ آپ کی کلائیوں کے ساتھ آپ کی انگلیاں بھی لمبی تھیں۔ اور آپ کی دست و انگشت ہائے مبارکہ گوشت سے بھری ہوئی تھیں۔ اور آپ کی جلد مبارک ریشم سے کہیں زیادہ ملائم تھی۔

آپ کے جمالِ ظاہری میں چار چاند لگانے میں آپ کے متناسب وموزوں سر، ترچھی ابروئیں، کھڑی بینی اور بیضوی شکل کے مبارک چہرے کا بھی خاصا دخل تھا۔

آپ کی پلکیں لمبی تھیں۔ آپ کی چشمانِ مبارک سیاہ وحسین تھیں۔ آپ کی دراز ابروئوں کے درمیان فاصلہ نمایاں تھا۔ گوآپ کی ابروئیں آپس میں ملی ہوئی تھیں۔

ایسا رسولِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ان ظاہری خوبیوں کے باعث سراپا روشنی تھا۔ بالفاظِ دیگر آپ کی رنگت نہ بالکل گوری تھی اور نہ کالی بالکل ان دونوں کی کچھ درمیانی۔ سفیدی ایسی جیسے گلابِ ابیض، روشن اور صاف وشفاف۔ اور درخشانی آپ کے چہرۂ مبارکہ سے پھوٹی پڑتی تھی۔ آپ کے دندانِ مبارک سفیدی اور درخشانی میں موتیوں سے بڑھ کر تھے۔ اور دورانِ گفتگو آپ کے سامنے کے دانوں سے روشنی چمکتی تھی۔ اور جب آپ ہنستے تو آپ کے دہانِ مبارک سے ایسی کرنیں نمودار ہوتیں لگتا کہ جیسے کوئی ہلکی سی بجلی کود پڑی ہو۔۔۔۔۔

آپ کے احساسات بے پناہ توانائی کے مالک تھے۔ آپ بہت دور سے کوئی بات سن اور دیکھ لیتے تھے۔ دراصل آپ کا جسم مبارک تخلیق کا شاہ کار اور ہر جہت سے کامل وبے مثال تھا۔ جس کی بھی آپ پر ایک نگاہ پڑجاتی پھر وہ آپ کے حسن کا گرویدہ ہوجاتا۔ یوں ہی جو بھی آپ کے ساتھ شرفِ ہم کلامی حاصل کرلیتا اپنے قلب ونظر میں آپ کے لیے بے پناہ محبت وعقیدت پاتا۔ اہل دانش اپنے مرتبہ کے مطابق آپ کا احترام واکرام بجالاتے۔ آپ اپنے رشتہ داروں کی عظیم پیمانے پر عزت و تعظیم

کرتے۔آپ کا برتائو اور سلوک ان کے ساتھ ان کے اپنے خیر خواہوں سے کہیں زیادہ اچھااور بھلا ہوا کرتا تھا۔

آپ اپنے خادموں کے ساتھ بہترین برتائو فرماتے۔ جو کچھ آپ خود کھاتے پیتے اور پہنتے غلاموں کو بھی وہی کھانے پینے اور پہننے کے لیے دیا کرتے تھے۔

آپ سخی وفیاض، لوگوں کے لیے نفع رساں وفائدہ بخش، شفیق ومہربان، درگزر کر دینے والے، شجاع وبہادر اور نرم دل تھے۔ گفتگو میں آپ اپنی بات پر جمے رہتے۔ خلاصہ کلام یہ کہ آپ کی عمدہ خصلتیں، اور باتوں کی تہ تک پہنچ جانے کی تیز قوت عام لوگوں سے حد درجہ بڑھ کر تھی، جو یقیناً قابل ستائش اور لائق تعریف ہے۔

کھانے پینے اور لباس پوشاک میں آپ نے حد درجہ فقیرانہ انداز اپنالیا تھا اور زیادتی واسراف سے آپ مکمل طور پر اجتناب فرماتے تھے (۷۷)۔

رسول اللہ ﷺ کی مہر نبوت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز پر بے پایاں برتری بخشی تھی اور آپ کو ''خاتم النبیین'' بنا کر جلوہ گر کیا تھا (سورۂ احزاب:۴۰)۔یعنی اب آپ کے بعد (تاقیام قیامت) کسی اور نبی کی آمد نہیں ہو سکتی، اور انسانیت کو راہِ راست پر گامزن کرنے کے لیے قرآن کریم وحی آخر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بے مثال فیچر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر نمایاں فرمادیا تھا۔

اسلامی اصطلاحات اور زبانی روایات کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان کی اس نشانی کو ''ختم نبوت'' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت وہب ابن مُنَبِّہ سے مروی

ہے کہ دیگر انبیاے کرام کے پاس بھی اس طرح کی نشانی تھی، لیکن سرکار کے ''ختم نبوت'' کی شان اس سے یکسر جداگانہ تھی:

اللہ تعالیٰ نے کبھی بھی کوئی پیغمبر ایسا نہیں بھیجا جس کے دائیں ہاتھ پر مہر نبوت کا نشان نہ ہو۔ ہاں! صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اس سے مستثنیٰ ہے؛ کیوں کہ آپ کی مہر نبوت (دست راست پر نہیں بلکہ) آپ کے شانوں کے درمیان تھی۔ جب آپ سے اس کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے دونوں شانوں کے درمیان یہ نشان ایسے ہی ہے جیسے مجھ سے پہلے کے انبیاے کرام کے پاس نشانات (نبوت ہوا کرتے تھے)(۷۸)۔

حضرت جابر بن سمرہ اسے یوں بیان فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو اُن کے دونوں شانوں کے درمیان دیکھا جس کا سائز کبوتر کے انڈوں کی مانند تھا(۷۹)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتوں میں سے ابراہیم بن محمد فرماتے ہیں:

جب حضرت علی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل وشمائل بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ مہرت نبوت آپ کے شانوں کے درمیان واقع تھی۔ اور آپ تمام نبیوں کے خاتم تھے(۸۰)۔

ابو نضرہ فرماتے ہیں:

میں نے حضرت ابو سعید خدری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کی بابت پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت اقدس پر ابھرا ہوا گوشت پارہ تھا(۸۱)۔

آپ کے شانوں کے درمیان کافی کشادگی تھی، اور وہیں ایک نشان یا مہر نبوت لگی ہوئی تھی۔ جس کا جھکاؤ دائیں شانے کی طرف قدرے زیادہ تھا(۸۲)۔

اصیب بن یزید سے ایک دوسری روایت یوں آتی ہے:

میں نے مہرِ نبوت کو آپ کے شانوں کے درمیان دیکھا (۸۳)۔

رسول اللہ ﷺ کے موے مبارک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف مبارک کی لمبائی کے حوالے سے کئی ایک روایتیں ہیں۔ ان کے درمیان تفاوت ہونا فطری بات ہے کیوں کہ انھوں نے زلف مبارک کو مختلف وقتوں میں دیکھ کر اس کا نقشہ بیان کیا ہے کہ مختلف وقتوں میں اس کی طوالت مختلف تھی۔ تاہم ذیل کی روایتوں سے آپ کی زلف مبارک کی بابت تطبیق یوں دی جا سکتی ہے کہ جب موئے مبارک بڑھ جاتے تو شانۂ اقدس تک اور کٹے ہوتے تو کانوں تک پہنچے ہوتے تھے۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک آپ کے گوشِ مبارک کے وسط تک پہنچتے تھے (۸۴)۔

حضرت عائشہ رضِی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف مبارک جب بڑھ جاتیں تو شانوں تک پہنچ جاتی تھیں اور جب گھٹ جاتیں تو کانوں کی لو تک آجایا کرتی تھیں (۸۵)۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں:

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک متوسط تھا اور آپ کے شانوں کے درمیان فاصلہ کشادہ تھا نیز آپ کے موئے مبارک کانوں تک پہنچے ہوئے ہوتے تھے (۸۶)۔

حضرت ام ہانی بنت ابوطالب ذیل کی روایت بیان کرتی ہیں:

ہجرت کے بعد سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مکہ تشریف لائے، توآپ کی زلف ہائے اقدس میں چار پلیٹیں بنی ہوئی تھیں (۸۷)۔

رسولِ خداﷺ کی زلف مقدس اور داڑھی مبارک

رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں طہارت وصفائی کی اہمیت پر روشنی ڈالی تھی وہیں بالوں اور داڑھی کو صاف ستھری رکھنے پر بھی زور دیا تھا۔ بعض احادیث میں مروی ہے کہ ایک کنگھی، آئینہ، مسواک، خلال، قینچی، سرمہ اور تیل کی بوتل ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے (۸۸)۔ پیغمبر عالی مقام نے صحابہ کرام کو بھی یوں ہی کرنے کے لیے کہا اور فرمایا: جس کے پاس بال ہوں وہ اس کی قدر کرے (۸۹)۔ ذیل میں آپ کی زلف اقدس اور داڑھی مبارک کے حوالے سے کچھ روایتیں نقل کی جاتی ہیں:

حضرت حسن فرماتے ہیں:

آپ کی ریش مبارک گھنی اور کثیف تھی (۹۰)۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سر اقدس پر تیل چپڑ لیا کرتے تھے (۹۱)۔

حضرت سماک بن حرب فرماتے ہیں:

ایک بار حضرت جابر بن سمرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے متعلق سوال ہوا توآپ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالوں میں تیل کر لیتے تو سفید بال چھپ جاتے تھے اور جب آپ کے موئے مبارک بغیر تیل کے ہوتے تو سفید بال نظر آتے (۹۲)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے اپنی شکل وصورت اور صفائی وطہارت کا خیال رکھنے کی اہمیت کو نمونے کے طور پر بیان فرمایا ہے۔اس موقع پر خصلت نبوی کے حوالے سے ایک شہادت ملاحظہ فرمائیں:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے پاس جانے کے ارادے سے نکلے، سر پر عمامہ شریف باندھا اور موئے مبارک درست کرنے کے بعد فرمایا: یقیناً اللہ اپنے بندے کے ان کاموں کو پسند کرتا ہے جب وہ اپنے برادرو احباب کی ملاقات کو جانے سے پہلے اپنے آپ کو بناتا سنوارتا ہے (۹۳)۔

سرکارِ دوعالم ﷺ کا طرزِ لباس

صحابہ کرام نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پہننے کے بہت سارے آداب واُصول بیان فرمائے ہیں۔ مزید برآں آپ نے مسلمانوں کو بھی کپڑے پہننے کے آداب سکھائے ہیں جس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً اس حوالے سے ایک حدیث یوں بیان کی جاتی ہے:

جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا اسے جنت میں داخلے کی اجازت نہ ہوگی۔ ایک شخص نے دریافت کیا: اگر وہ اچھے کپڑے اور عمدہ جوتے پہنے تاکہ وہ بھلا معلوم ہو تو اس کا کیا حکم ہے (یعنی اس کا شمار بھی تکبر میں ہوگا)؟ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ خود بھی خوبصورت ہے اور وہ خوبصورتی کو پسند بھی فرماتا ہے۔ تکبر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سچائی کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا (۹۴)۔

آپ نے صاف ستھرے کپڑے پہننے اور خوش منظر نظر آنے کی تاکید کی تاکہ اس سے نعمت الٰہیہ کا اظہار ہوسکے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اپنی نعمتوں کا اظہار مخلوق میں دیکھے (۹۵)۔

جندب ابن مکث فرماتے ہیں:

جب بھی کوئی وفد آپ سے ملنے کے لیے آتا تو آپ خود بھی عمدہ ونفیس لباس زیب تن فرماتے اور سربرآوردہ صحابہ کو بھی اس کا حکم دیتے۔ جب کندہ کا وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے آیا تو میں نے دیکھا کہ اس دن آپ بردۂ یمانی زیب تن کیے ہوئے ہیں اور یوں ہی ابوبکر وعمر بھی ملبوس ہیں (۹۶)۔

اس سلسلہ کی دوسری روایت یوں ہے:

جو چاہو کھاؤ اور جو دل چاہے پہنو، بشرطیکہ یہ دو چیزوں سے پاک ہوں: اسراف اور تکبر (۹۷)۔

اگر کوئی صحابی بے ڈھب نظر آتا یا اپنی شکل وصورت کا کوئی خاص خیال نہ رکھتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اس کی خبر لیتے اور اس پر آگاہ فرماتے۔ اس سلسلہ میں حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ دیکھیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک شخص بکھرے ہوئے بالوں اور بے سلیقہ داڑھی کے ساتھ داخل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا کہ وہ اپنے بال وریش درست کرلے۔ وہ شخص گیا اور فرمانِ رسالت کے مطابق ایسا کر کے پھر آگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو فرمایا: کیا ایسا کرلینا تمھارے لیے بہتر نہیں بجائے اس کے کہ بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ آئو؟ (۹۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے ذریعہ بیان کردہ ایک حدیث کے مطابق اپنے برادرانِ دینی سے ملنے کی خاطر جاتے ہوئے آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا:

جب تم اپنے کسی بھائی سے ملنے جاؤ تو اپنے تسمے درست کرلو، اور دیکھ لو کہ تم اچھے لباس میں ملبوس ہو'نا! تاکہ جب تم لوگوں کے درمیان کہیں کھڑے ہو تو سجے سنورے معلوم ہو؛ کیوں کہ اللہ بدصورتی کو پسند نہیں فرماتا (۹۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوشاک کے حوالے سے کچھ آثار واحادیث ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نیا لباس لے کر زیب تن کیا، جب وہ آپ کے گھٹنے تک پہنچ گیا تو آپ نے فرمایا: تمام تعریف اللہ جل جلالہ کے لیے ہے جس نے مجھے کپڑے عطا کیے تاکہ میں اس سے اپنی تن پوشی کرسکوں اور اس کے ذریعہ میں اپنی زندگی کو خوبصورت بناسکوں (۱۰۰)۔

حضرت ام سلمیٰ روایت کرتی ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر کرتا زیب تن فرمایا کرتے تھے (۱۰۱)۔

قرہ بن الیاس بیان کرتے ہیں:

میں قبیلہ مزینہ کے ایک گروہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری کے لیے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ (میں نے دیکھا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاج کھلا ہوا تھا (۱۰۲)۔

حضرت براء بن عازب بیان فرماتے ہیں:

میں نے اپنی زندگی میں لمبی زلفوں اور سرخ جوڑے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ کی زلفیں آپ کے شانوں تک پہنچی ہوئی تھیں (۱۰۳)۔

حضرت فضل ابن عباس کی ایک روایت یوں ہے:

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سفید کپڑے پہنا کرو کیوں کہ یہ بہترین لباس ہے (۱۰۴)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

ایک صبح اللہ کے پیغمبر اس حال میں باہر نکلے کہ آپ کے جسم اقدس پر اونٹ یا بھیڑ کے سیاہ اون کی ایک عبا تھی جس پر کھجاوے کے نشانات تھے (۱۰۵)۔

رسول اللہ ﷺ کے سفری پوشاک

حضرت عبید بن خالد روایت کرتے ہیں:

ایک مرتبہ میں مدینہ جارہا تھا، پیچھے سے ایک شخص نے آواز دی: اپنی لنگی اونچی پہنو، یہ تمھیں روحانی اور جسمانی آلائشوں سے محفوظ رکھے گی (کیوں کہ لنگی اگر اس طرح پہنی جائے کہ زمین سے گھسٹ رہی ہو تو اس کا صاف رکھنا مشکل ہوجائے گا اور نتیجتاً وہ گندی ہوجائے گی)، جب میں مڑا کہ دیکھو کون (ایسی نفیس) باتیں کررہا ہے تو دیکھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے (۱۰۶)۔

سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں:

حضرت عثمان اپنی لنگی پڈلی تک اُٹھالیتے اور فرماتے: میرے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ہی لنگی پہنا کرتے تھے (۱۰۷)۔

سرکار علیہ السلام کی انگشتری اور مہر

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چاندی سے تیارہ کردہ ایک انگشتری تھی اور اس پر جڑے ہوئے موتی بھی چاندی کے تھے (۱۰۸)۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیرونی ممالک کے حکمرانوں کو نامہ مبارک لکھتے تو اپنی انگشتری سے اس پر مہر فرمادیا کرتے تھے۔

(کہتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک انگشتریِ مبارک تھی جس کی سفید رنگت اب تک میری نگاہوں میں گھوم رہی ہے (۱۰۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری پر ”محمد رسول اللہ“ کندہ تھا۔سب سے نیچے ”محمد“، درمیان میں ”رسول“ اور سب سے اوپر ”اللہ“ لکھا ہوا تھا (۱۱۰)۔

رسول اللہ ﷺ کے چلنے کا اندازِ مبارک

حضرت ابوہریرہ رضِی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں:-

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین وخوبروکسی کو نہ دیکھا۔ایسا لگتا جیسے سورج کی کرنیں ان کے چہرۂ انور سے پھوٹی پڑرہی ہیں۔میں نے کسی کو ان سے زیادہ تیز چلتے نہیں دیکھا۔ایسا لگتا جیسے زمین ان کے لیے سمیٹ دی گئی ہے۔چند لمحے پہلے یہاں تو چند لمحے کے بعد وہاں نظر آتے ہیں۔ ہمارے لیے ان کی معیت میں چلنا بڑا مشکل ہوجاتا (یعنی ہم لوگ پیچھے ہی رہ جاتے) حالاں کہ وہ عام رفتار سے چلتے (۱۱۱)۔

حضرت علی رضِی اللہ عنہ کے پوتوں میں سے ابراہیم بن محمد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چلنے کا انداز بڑا سادہ وپر سلیقہ تھا:

جب حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان فرماتے تو آپ کہا کرتے تھے: جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قدموں کی قوت ورفتار کی وجہ سے ایسا لگتا جیسے آپ کسی ڈھلوان سے نیچے اُتر رہے ہوں (۱۱۲)۔

حضرت حسن نے کچھ یوں بیان فرمایا ہے:

جب آپ چلتے، تو آپ پرو قار ونرم انداز میں اپنے پائوں اُٹھاتے تھے اور پھر اپنے پائوں آگے بڑھاتے ہوئے آہستہ سے زمین پر رکھتے تھے، آپ سرعت رفتاری سے چلتے اور قدرے لمبا قدم رکھتے، چھوٹا قدم نہ رکھتے تھے۔ جب آپ چلتے تو ایسا لگتا جیسے آپ کسی بلندی سے نیچے اُتر رہے ہوں۔ جب آپ کسی کو دیکھتے، تو (صرف) اپنا (سر نہیں بلکہ) پورا جسم اس کی طرف پھیر دیتے تھے۔ آپ ہمیشہ آنکھیں نیچی رکھتے۔ آپ کی نگاہِ کرم آسمان کی طرف تکنے کی بجائے زیادہ تر سطح زمین پر پڑتی تھی۔ آپ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ آپ کسی چیز پر ایک ہلکی سی نگاہ ڈالتے تھے۔ ملاقات کے وقت سلام میں پہل کرنا بھی آپ کی عادتِ کریمہ میں شامل تھا (۱۱۳)۔

رسول اللہ ﷺ کا اندازِ نشست

خولہ بنت مخرمہ بیان کرتی ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں (نہایت انکسارانہ انداز میں) نشست فرماتے ہوئے دیکھا۔ اور آپ کی ہستی اقدس ومقدس کے جاہ وجلال کو دیکھ کر مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی (۱۱۴)۔

حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں کروٹ پر ایک تکیہ سے آرام فرماتے ہوئے دیکھا (۱۱۵)۔

سرورِ کائنات ﷺ کا طرزِ کلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلوں تک اُتر جانے والی باتیں، آپ کی حکمت و دانائی اور اسلوبِ تکلم مشہور و معروف ہے۔ آپ کے پیغامات لوگوں پر گہرا اثر چھوڑتے، اور آپ سے شرفِ تکلم حاصل کر لینے کو ہر کوئی اپنی سعادت گردانتا۔ اس سلسلہ میں صحابہ کرام کے بیانات اس حقیقت کو مزید بے غبار کر دیتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پورے عرب میں ندرت کلام اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے عظیم شخصیت کے مالک تھے۔ آپ نے فرمایا: میں عرب کا سب سے عظیم خطیب ہوں (۱۱۶)۔

حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندازِ گفتگو کو یوں بیان فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر میں کوئی عجلت نہیں ہوتی، آپ تسلسل و روانی کے ساتھ بولتے جاتے، الفاظ بالکل واضح اور باہم جدا جدا ہوتے (۱۱۷)۔

انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم گفتار تھے اور اس مختصر کلامی میں ساری چیزیں بیان ہو جاتی تھیں۔ آپ کی تقریریں اطناب و اجمال سے مبرا اور سراپا جامع الکلامی ہوا کرتی تھیں۔ یکے بعد دیگرے ذہن مبارک سے الفاظ ایسے برآمد ہوتے جیسے موتیاں۔ جو کوئی انھیں سنتا فوراً یاد کر لیتا۔ اپنے صحابہ میں آپ سب سے زیادہ شیریں کلام تھے۔ آپ زیادہ تر خاموشی اختیار کیے رہتے تھے اور ضرورت پڑنے ہی پر لب کشا ہوتے تھے۔ آپ نے بدکلامی نہیں فرمائی اور ہمیشہ عدل و انصاف کے آئینہ میں کلام کیا (۱۱۸)۔

آپ مصنوعی اور دکھاوے کی گفتگو سے پرہیز فرمایا کرتے تھے (۱۱۹)۔

آپ کے صحابہ کسی معاملے میں آپ کے سامنے کبھی نہیں الجھے (۱۲۰)۔

آپ صحابہ کرام کے سامنے زیادہ تر مسکرایا کرتے تھے (تاکہ ان کے لیے سبق ہوجائے) (۱۲۱)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں:

آپ جب کلام فرماتے تھے توالفاظ نہایت جدا جدا ہوتے تھے تاکہ آپ کے گرد بیٹھے ہوئے لوگ اسے (بآسانی) یاد کرلیں (۱۲۲)۔

حضرت عبداللہ بن حارث روایت کرتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو لوگوں کو خوش کردینے والا نہیں دیکھا (۱۲۳)۔

حضرت انس بن مالک ذیل میں فرماتے ہیں:-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں گھل مل جاتے اور (کبھی) مزاح فرماتے تھے (۱۲۴)۔

سرکارِ اقدس ﷺ کی پسندیدہ خوشبو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طہارت وصفائی کی بڑی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ آپ ہمیشہ پاک وصاف، خوش منظر اور بھینی بھینی خوشبوئیں بسے ہوتے، نیز مسلمانوں کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم صادر فرماتے۔ اس گوشے پر صحابہ کرام کی زبانی آپ کے احوال جو ہم تک پہنچے ہیں اُن میں سے مشتے از خروارے نذرِ قارئین ہیں:

حضرت جابر بن سمرہ روایت کرتے ہیں:

جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستے سے گزرتے، اس کے بعد کوئی دوسرا شخص اُدھر سے گزرتا تو جان لیتا کہ اِدھر سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ہے، کیوں کہ آپ کے بدن کی خوشبو راہوں میں بکھری ہوتی تھی (۱۲۵)۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم و گداز نہ کسی ریشمی کپڑے یا خالص ریشم کو چھوا اور نہ کسی اور چیز کو ویسی محسوس کیا۔ یوں ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کی میٹھی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہ تو مشک کو پایا اور نہ کسی اور چیز کو (۱۲۶)۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں:

میں نے کبھی کسی کستوری یا مشک میں وہ خوشبو نہ پائی جو خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس میں تھی۔ یوں ہی میں نے کبھی بھی کسی ریشم و دیبا کو اتنا نرم و گداز نہ پایا جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک تھا (۱۲۷)۔

قصص الانبیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی سیرت) کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

آپ کا جسد اطہر پاک وصاف اور آپ کی خوشبو نہایت عمدہ تھی، چاہے آپ خوشبو استعمال فرمائیں یا نہ، آپ کی جلد مبارک سے بھینی بھینی خوشبو پھیلتی رہتی تھی۔ اگر کوئی آپ سے مصافحہ کرتا یا شرفِ تکلم حاصل کرتا یا فرطِ محبت میں آپ کی صحبت سے فیض حاصل کرتا تو وہ خود بھی خوشبوئوں میں رچ بس جاتا تھا اور پورے دن مہکتا رہتا۔ اور اگر آپ اپنا دست اقدس کسی بچے کے سر پر رکھ دیتے تو وہ بچہ اپنی بھینی بھینی نمایاں خوشبو کی وجہ سے دوسرے بچوں سے ممتاز ہو جاتا تھا (۱۲۸)۔

حضور اقدس ﷺ کی محبوب غذا

آپ کبھی گرم گرم کھانا نہ کھاتے تھے (۱۲۹)۔

گوشت آپ کا سب سے محبوب شوربہ تھا (۱۳۰)۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو دوسرے تمام کھانوں سے زیادہ پسند فرماتے تھے (۱۳۱)۔

آپ شکار کیے ہوئے پرندوں کا گوشت (رغبت سے) کھایا کرتے تھے (۱۳۲)۔

آپ کھجوروں کے درمیان خشک کھجوریں زیادہ پسند فرماتے تھے (۱۳۳)۔

حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب غذا کی بابت فرماتی ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حلوہ اور شہد محبوب رکھتے تھے (۱۳۴)۔

کھانوں میں آپ گوشت، پتلا شوربہ، کدو، شیریں چیزیں، شہد، کھجور، دودھ، مکھن، خربوزہ، انگور اور ککڑی پسند فرماتے تھے، نیز آپ کو ٹھنڈا پانی بھی پسند تھا (۱۳۵)۔

آپ مزید فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تازہ کھجوروں کے ساتھ تربوزہ کھایا (۱۳۶)۔

آپ نے کبھی بھی کسی کھانے میں عیب نہ نکالا، اگر آپ کو کھانا پسند ہوتا کھا لے ورنہ اس سے ہاتھ روک لیتے (۱۳۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانور کے اگلے چوتھائی کا گوشت پسند تھا (۱۳۸)۔

ذیل میں کچھ وہ چیزیں درج کی جاتی ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نشاندہی فرمائی ہے:

سرکہ کیا ہی عمدہ شوربہ ہے (۱۳۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشروم آنکھوں کے لیے بہترین علاج ہے، یہ فالج کے اثر کو بھی قابو میں کرتا ہے (۱۴۰)۔

تین چیزوں سے بیماریوں کا علاج ممکن ہے: (ان میں سے ایک) شہد کا شربت پینا بھی ہے (۱۴۱)۔

زیتون کے تیل کو کھانے اور مرہم کے طور پر استعمال کرو کیوں کہ یہ ایک مبارک درخت سے نکلتا ہے (۱۴۲)۔

حضور اقدس ﷺ کو کیسا مشروب پسند تھا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے متعلق فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھنڈے اور شیریں پانی کو زیادہ پسند فرماتے تھے (۱۴۳)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجوروں کی ملاوٹ کے ساتھ سوکھے ہوئے انگوروں سے نبیذ تیار کی جاتی تھی۔ یا اسے انگور کی ملونی کے ساتھ خشک کھجوروں سے تیار کیا جاتا تھا (۱۴۴)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پسندیدہ مشروب ٹھنڈا شیریں پانی تھا (۱۴۵)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ کا متبادل کوئی چیز نہیں کہ یہ دودھ کا بھی کام دیتا ہے اور پانی کا بھی (۱۴۶)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ کے متعلق فرماتے ہیں:

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو یہ کہے: اے اللہ! اس میں ہمیں برکتیں عطا فرما، اور ہمیں اس سے بہتر غذا عطا فرما۔ اور جب اسے پینے کے لیے دودھ ملے تو یوں کہے: اے اللہ! اس میں ہمیں

برکتیں دے ،اور یہ ہمیں بزیادہ سے زیادہ عطا فرمائیوں کہ دودھ کی طرح کوئی ماکول و مشروب اطمینان بخش نہیں ہوتا(۱۴۷)۔

حضورِ اقدس ﷺ کا پانی کے متعلق فرمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم آب کے حوالے سے خصوصاً حالاتِ سفر میں کافی حساس تھے۔ مثلاً ایک سفر کے دوران آپ نے کہیں قیام فرما کر اپنے صحابہ سے پانی طلب فرمایا۔ دست مبارک اور چہرۂ اقدس دھل لینے کے بعد آپ نے اس میں سے کچھ پیا اور اپنے صحابہ سے فرمایا:

اس پانی کے کچھ قطرے اپنے چہروں اور سینوں پر مل لو(۱۴۸)۔

پانی نوشِ جاں کرنے کے بعد آپ یوں دعا فرماتے:

تمام تعریفیں اللہ مالک الملک کے لیے ہے جس نے اس پانی کو محض اپنے فضل وکرم سے ہمارے لیے شیریں اور لذیذ کر دیا، اسے ہمارے لیے نمکین یا کھارا نہ کیا(۱۴۹)۔

ایک دوسرے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

پانی پاک پیدا کیا گیا ہے اور کوئی چیز اسے ناپاک نہیں کر سکتی، اِلا یہ کہ اس کا رنگ، مزا، اور بو بدل جائے(۱۵۰)۔

کچھ خصائص نبوی۔علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مشائخینِ امت مثلاً امام ترمذی، امام طبرانی، امام مسلم، امام احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ کے حوالے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ امتیازی خوبیاں یوں بیان فرمائی ہیں:

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے صابر، بہادر، منصف اعلیٰ، اور عفوودر گزر کرنے والے تھے۔۔۔۔آپ صدقہ و خیرات کرنے میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ نے کوئی ایسی رات نہ گزاری جب کہ واحد درہم و دینار بھی آپ کے پاس موجود ہو۔ جب بھی کچھ مال آپ کے ہاتھ لگتا اور پھر صدقہ کے طور پر اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ملتا تو جب تک اسے کسی محتاج و ضرورت مند کے حوالے نہ کر دیتے درِ دولت پر تشریف نہ لے جاتے۔ آپ اللہ کے دیے سے اپنے اہل و عیال کا رزق ذخیرہ نہ فرماتے تھے۔ آپ کے پاس جو کھجور و گندم آتے تو اس میں سے صرف پانچواں حصہ قبول فرماتے تھے۔ بقیہ صدقہ و خیرات کر دیتے۔ آپ کی عادتِ کریمہ یہ تھی کہ آپ سے جب بھی کوئی کسی چیز کا سوال کرتا اسے عنایت فرمادیا کرتے تھے چاہے اپنے لیے جمع کردہ رزق ہی سے اسے کیوں نہ دینا پڑے۔

آپ نے اپنے ذاتی معاملے پر کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا بلکہ آپ اس کے بدلے اللہ کا فضل واحسان حاصل کرتے تھے۔

آپ ہمیشہ حق و سچ بات ارشاد فرمایا کرتے تھے گرچہ اس کے باعث آپ کو اور آپ کے صحابہ کو تکلیف برداشت کرنا پڑے۔

آپ مجسمہ حیا تھے، آپ کے اندر تکبر کا شائبہ تک نہ تھا، آپ کی زبانِ مبارک پر از فصاحت و بلاغت تھی۔ اپنے کلام کو طول دیے بغیر آپ کا دستور تکلم بالکل جداگانہ تھا دنیا کے کام آپ کو دامِ مصروفیت میں قید نہیں کر سکتے تھے۔

مریضوں کی عیادت کے لیے آپ دور دراز مقامات تک چلے جاتے تھے۔ خوشبو آپ کو بہت پسند تھی جب کہ تعفن یا بدبو ناپسند۔ غریبوں اور ناچاروں کے ساتھ مجالست فرماتے، اور ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، انھیں شرفِ کمال و عزت بخشتے۔ نیکیوں کے کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ مہربانی

کرنے کا حکم دیتے۔ آپ نے کبھی بھی کسی کے ساتھ بے رحمانہ سلوک نہیں کیا اور دوسروں کے اعتذار قبول فرمالیا کرتے تھے۔

آپ (مناسب) کھیل کود اور مفید مشغلوں میں ذراسا وقت دے دینے کو برا نہیں سمجھتے تھے۔ اپنی ازواجِ مطہرات کی تفریح طبع کے لیے ان کے ساتھ دوڑ کا مقابلہ فرمایا کرتے تھے۔۔۔ آپ نے کبھی بھی غریبوں سے ان کی غربت کی وجہ سے نفرت و بیزاری نہیں دکھائی۔ اور نہ کسی بادشاہ سے اس کی وجاہت و سلطنت کی وجہ سے خوف کھایا۔ آپ ہر طبقہ کے لوگوں کو اللہ مالک الملک کی طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجموعہ خوباں بنایا تھا اور حلیہ اخلاق وانتظام سے آراستہ فرمایا تھا۔

نزولِ قرآن کے دوران آپ کے چہرے کی مسکراہٹ دیدنی ہوا کرتی تھی۔ جب بھی کچھ وقوع پذیر ہوتا تو اسے اللہ کی قدرت کا کرشمہ تصور فرماتے اس کا انتساب اپنی ذات، اپنی صلاحیت ولیاقت کی طرف نہ کرتے تھے اور بطورِ دعا عرض کناں ہوتے: اے اللہ! مجھے حق کو حق دِکھا، اور مجھے اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے، نازیبا قول وعمل سے دور رکھ۔ اور تو جسے چاہے سیدھی راہ دِکھائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ (کے قلب اطہر) پر قرآن کریم کا نزول فرما کر انھیں اچھے اخلاق اور بہترین سلوک کی تعلیمات دیں (۱۵۱)۔

حضور اقدس ﷺ کی بے مثال زندگی

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ نمونۂ عمل اور اہل اسلام کے لیے قابل اتباع ہے۔ مسلمانوں کے ساتھ آپ کی حکمت آفریں باتیں، ان سے خطاب کرنے کا وطیرۂ مبارکہ، آپ کے مذاق ومزاح کا بانکپن، بچوں کے ساتھ آپ کی شفقت ومروت کا معاملہ، یوں ہی عورتوں پر آپ

کے احسانات اور ان سے محبت ووفا کا برتاؤ نہ صرف اپنے اہل وعیال کے ساتھ خاص تھا بلکہ یہ جملہ اہل اسلام کے لیے تھا۔ آپ کا تبسم ریز چہرۂ انور، انبساط آور احساسات، اور مسلمانوں کے لیے آپ کی خاص توجہ و شفقت نیز گوہر اخلاقِ حسنہ سے آپ کی آراستگی پوری انسانیت کے لیے سراپا نمونۂ عمل تھی۔ اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا بھاتے خصائل و شمائل کے تذکرے بیان ہوں گے۔

حضور اقدس ﷺ خود بھی تبسم ریز رہتے اور دوسروں کو بھی متبسم دیکھنا چاہتے

گو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عظیم ذمہ داری کا بوجھ تھا تاہم ہر طرح کی مشکلات سے آنکھیں چار کرنے کے باوجود آپ سب سے زیادہ خلیق و مخلص، مہربان اور خدارسا انسان تھے۔ آپ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے ہر لمحے کو مسرت و خوشی اور نہایت گرم جوشی کے ساتھ گزارا۔ ایسی خوش مزاجی اور بلند اخلاقی کو ہزار ہا سلام! آپ رقیق القلب تھے اور آپ کے لبوں سے ہمیشہ تبسم کی شعائیں پھوٹتی رہتی تھیں۔ آپ کے صحابہ کرام آپ کے وجودِ باجود کی بات یوں کرتے ہیں:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: آپ کے چہرے کی مسکراہٹ اور ہر کسی کے ساتھ بہترین سلوک نے انھیں لوگوں کا معنوی باپ بنا دیا تھا۔ آپ کی نگاہوں میں ہر کسی کے لیے یکساں مقام تھا (۱۵۲)۔

آپ ہمیشہ شاداں و فرحاں، اور شفقت و ملائمت سے معمور ہوتے (۱۵۳)۔

آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ رقیق القلب، نرم مزاج اور رحم دل تھے۔۔۔(۱۵۴)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھی لبوں پر مسکراہٹ سجانے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

لوگوں کی خاطر ومدارات اپنی دولت وثروت سے نہیں بلکہ اپنے مسکراتے ہوئے چہرے اوراپنی بلند اخلاقی سے کرو(۱۵۵)۔

اللہ تعالیٰ سادگی وسنجیدگی نیز تبسم ریز چہروں کو محبوب رکھتا ہے(۱۵۶)۔

سرکارِ کریم ﷺ اور صحابہ سے اُن کے تعلقات ومکالمات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں پر حد درجہ شفقت فرماتے تھے۔آپ ان کے ایمان وعقیدہ،کردار واَخلاق،صفائی ستھرائی،مسرت وانبساط اور ان کے حفظانِ صحت کا بھرپور خیال فرماتے تھے۔آپ ان کی کمیوں اور ضرورتوں کو باور کرکے ان کی تکمیل کا ہر سامان فرماتے۔ہر محفل میں آپ انھیں اپنی صحبت سے نوازتے،آپ ان کے لیے نہایت خوش مزاج اور ان کی محبتوں کا مرکز ہوتے۔جب آپ کے صحابہ آپ سے رخصت ہوتے تو احساس مسرت اور جذبات تشکر سے لبریز ہوتے۔

ان میں سب سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو آپ سے قربت حاصل تھی؛لہٰذا وہ صحابہ کرام کے ساتھ آپ کے تعلق خاطر اور گفتگو کے دوران ماحول کی خوش گواری کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

آپ کا دست سخاوت ہمیشہ پورے جوش وخروش پر ہوتا۔آپ کی زبانِ مبارک سب سے زیادہ صداقت وسچائی کی آئینہ دار تھی۔آپ کا کردار بالکل بے غبار تھا۔جوانھیں دیکھتا دِل دے بیٹھتا۔جو بھی ان سے مل جاتا ان کی محبت کے گن گانے لگتا۔جو اُن کی تعریف وتوصیف کرتا تو یوں کہتا:میں نے آپ کی طرح نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ آپ کے بعد۔ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کوئی (خاص عزیز)چیز طلب کی تو آپ نے اسے عطا فرمادیا(۱۵۷)۔

آپ جس کے ساتھ بیٹھتے اس کے معاملات میں دلچسپی لیتے۔ اور کسی کے درمیان کوئی امتیازی سلوک روا نہ رکھتے۔آپ ہمیشہ اپنے ساتھ بیٹھے یاکھڑے ہوئے لوگوں کے ساتھ مظاہرۂ صبر فرماتے (ہوئے ان کا ساتھ دیتے تھے)۔اور کبھی بھی کسی کو اپنی صحبت سے محروم نہ فرماتے جب تک کہ وہ شخص خود وہاں سے روانہ نہ ہوتا (۱۵۸)۔

جب آپ کو کسی صحابیؓ کی کمی کا احساس ہوتا تو (اس کی غیرحاضری کی بابت) لوگوں سے دریافت فرماتے۔آپ لوگوں کے احوال اور ان کی تجارتوں کے تعلق سے برابر پوچھ گچھ کیا کرتے تھے۔آپ خوبصورت چیزوں کو خوبصورت ہی کہتے اور بدصورت کو بدصورت (۱۵۹)۔

آپ ہمیشہ ایمان دار شخص کی حمایت فرماتے،اور اس سلسلہ میں کوئی امتیاز نہ کرتے۔لوگوں کو اپنی صحبت سے نوازتے اور جب تک وہ شخص آپ سے مشغول گفتگو ہوتا کسی اور کو آنے کی اجازت نہ ہوتی (۱۶۰)۔

آپ اجنبی اور غیرمانوس حضرات کے ناروا سلوک و برتاؤ پر صبر فرماتے تھے۔وہ (حضرات) کبھی غصے میں آجاتے تھے،تو آپ انھیں یہ فرماتے ہوئے پر سکون کر دیتے ''اگر کسی کو ایسا دیکھو تو اس کی رہبری کردو'' (۱۶۱)۔

آپ کبھی دورانِ گفتگو مداخلت نہ فرماتے۔لوگوں کی گفتگو ختم ہوجانے کا انتظار فرمایا کرتے تھے (۱۶۲)۔

مختصر سی مدت میں لوگ آپ کی صحبت سے مستفیض ہوکر بے بہا دولت قلبی سے آراستہ ہوکر رخصت ہوتے اور زندہ ثبوت وہدایت کے گوہر سمیٹ کر لے جاتے۔آپ ہمیشہ ایسے مبارک جملے ارشاد فرماتے جو لوگوں میں محبت کی روح پھونک دیتے اور ان کا آپسی تعلق اور بڑھ جاتا۔آپ نے کبھی

بھی ان کو نہ ہراساں کیا اور نہ دھتکار کر بھگایا۔ آپ سردارانِ قبائل کو بے پناہ عظمت واہمیت سے نوازتے اوران کی ضیافت طبع کا پورا پورا خیال رکھتے تھے (۱۶۳)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن آپ کی بابت یہ کہتے ہیں:

آپ کی صورت وشباہت صوری و معنوی ہر حسن و جمال سے مرصع تھی۔۔۔۔۔آپ کا کلام مختصر مگر جامع ہوا کرتا تھا۔ آپ کے الفاظ غیر ضروری باتوں سے پاک ہوا کرتے تھے، اور پھر ان میں کوئی تشنگی نہیں رہ جاتی تھی (۱۶۴)۔

آپ کا اسلوبِ گفتگو عام لوگوں اور غیر معمولی چیزوں کے بیان میں یکساں ہوا کرتا تھا، آپ ان سے کوئی چیز مخفی نہ رکھتے تھے۔۔۔۔۔(۱۶۵)۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوذر غفاری صحابہ کرام سے آپ کی زبردست محبت و شفقت کا عالم یوں بیان کرتے ہیں:

میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو چارپائی پر بیٹھا ہوا پایا۔ میرے لیے وہ کھڑے ہو گئے اور اپنے گلے سے لگا لیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ معانقہ بہت اچھی چیز ہے (۱۶۶)۔

حضرت ابوہریرہ' ہادیِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نوازی اور مروّت کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مصافحہ کے بعد اپنے ہاتھ اس وقت تک واپس نہ کھینچتے جب تک کہ وہ دوسرا اپنے ہاتھ خود نہ کھینچ لیتا (۱۶۷)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے مال و دولت میں بھی دلچسپی لیتے تھے۔ آپ دبلے پتلوں کو اپنا وزن بڑھانے کا مشورہ دیتے تھے۔ اور حد سے زیادہ موٹوں کو وزن گھٹانے کا، نیز اپنی غذائوں میں محتاط رہنے کا حکم دیتے تھے (۱۶۸)۔

بعض بیماریوں میں آپ صحابہ کرام کو شہد سے تیارہ کردہ مشروب استعمال کرنے کا مشورہ دیتے تھے (۱۶۹)۔

ایک دن حضرت ابوہریرہ (بھوک کی وجہ سے) غش کھارہے تھے، سرکاراقدس ان پر نگاہِ کرم فرماتے ہوئے درِ دولت پر لے گئے اور کچھ دودھ پینے کے لیے دیا جب انھیں احساس ہوا کہ وہ تو بھوکا تھا (۱۷۰)۔

حضور اکرم ﷺ !اور صحابہ کرام کے ساتھ مذاق ومزاح

صحابہ کرام کے آثاروبرکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل وعیال اور صحابہ کرام کے ساتھ پاکیزہ مذاق ومزاح اور ظرافت وتبسم بھی فرمایاکرتے تھے،اور انھیں دوستانہ نام یاکنیت سے نوازتے تھے۔ مگر آپ کا مذاق ہمیشہ پاکیزہ،مہذب،اور صالح احساسات کا آئینہ دار ہواکرتا تھا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مذاق ومزاح کے حوالے سے اپنے صحابہ کودی گئی ہدایت کی ایک جھلک پیش کی جارہی ہے:

میں اپنے مذاق میں بھی سچ ہی سے کام لیتا ہوں (۱۷۱)۔

کسی مسلم کے لیے روانہیں کہ اپنے بھائی کوڈرائے دھمکائے (۱۷۲)۔

اپنے بھائی کے ساتھ نہ اُلجھو۔اور نہ مسخرے پن کے ساتھ اس سے مذاق کرو۔

ہلاکت ہواس کے لیے جودوسروں کوخوش کرنے کے لیے جھوٹ کاسہارالیتا ہے۔

کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتاجب تک وہ جھوٹ بولنا ترک نہ کردے، حتیٰ کہ مذاق میں بھی۔اور بے جابحث وتکرار کرنانہ چھوڑدے گوکہ وہ اپنی جگہ درست ہو۔

جھوٹ نہ بولاکروحتیٰ کہ مذاق مذاق میں بھی (۱۷۱)۔

اُخوت و محبت کے حوالے سے فرامین نبوی

سب سے اہم بات جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زور دیا کرتے تھے وہ یہ تھی کہ اہل اسلام ایک دوسرے سے کسی ذاتی غرض سے بالاتر ہوکر اخلاص تمام کے ساتھ محبت کریں، اور ایک دوسرے کے لیے نفرت وبیزاری، غصہ وغضب یا حسد وکینہ کی باتیں نہ پھیلائیں۔ اور حضور کی ذات اقدس مسلمانوں کے تئیں ان دونوں معیاروں پر مکمل اُترتی تھی۔ ذیل میں دیکھیں کہ آپ نے اس حوالے سے اہل اسلام کے لیے کیا ہدایات جاری فرمائی ہیں:

یہ وہ (انعام) ہے جس کی خوش خبری اللہ ایسے بندوں کو سناتا ہے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے، فرما دیجیے: میں اس (تبلیغ رسالت پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا مگر (اپنی اور اللہ کی) قرابت وقربت سے محبت (چاہتا ہوں) اور جو شخص نیکی کمائے گا ہم اس کے لیے اس میں اُخروی ثواب اور بڑھا دیں گے۔ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔ (سورۂ شوریٰ: ۴۲/ ۲۳)

ذیل میں کچھ احادیث بیان کی جاتی ہیں جو شفیق اُمت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفاتِ محبت ومودت اور اُخوت وبھائی چارگی کو ظاہر کرتی ہیں:

مومن (کامل) وہ ہے جو دوسروں کے لیے بھی وہی چیز پسند کرے جو خود اپنی ذات کے لیے پسند کرے (۱۷۲)۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہدایا وتحائف قبول فرماتے اور بدلے میں کچھ عنایت بھی فرماتے تھے (۱۷۳)۔

جسے پھولوں کا کوئی گلدستہ تحفۃً پیش کیا گیا تو اسے اس کو قبول کرلینا چاہیے رد نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ وزن میں ہلکا اور خوشبو میں دِل بھاتا ہے (۱۷۴)۔

آپس میں نفرت نہ رکھو۔ ایک دوسرے پر حسد نہ کرو۔ کسی فروخت پر فروخت نہ کرو۔ آپس میں جھگڑے نہ کرو۔ ایک دوسرے کی چغلی نہ کرو۔ بلکہ اللہ کے بندے تو ایک دوسروں کے بھائی بھائی ہوا کرتے ہیں (۱۷۵)۔

اُمم سابقہ کی عادتیں حسد و نفرت کی شکل میں تم پر حملہ آور نہ ہو جائیں: حسد اور نفرت۔ نفرت دوری کا سبب بنتی ہے۔ تم اس وقت تک جنت میں داخلے کے مجاز نہ ہو گے جب تک ایمان نہ لائو، اور تم اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمھیں وہ چیز نہ بتائوں جو تمھارے اندر یہ پیدا کر دے۔ آپس میں سلام کو رواج دو (۱۷۶)۔

رحمت عالم ﷺ! اور بچوں پر محبت و شفقت

اہل اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت اور رحم و مروت کا اندازہ بچوں کے ساتھ ان کے شفیقانہ سلوک و برتائو سے کیا جا سکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنے صاحبزادوں اور نواسوں کے ساتھ خصوصی عنایت و شفقت برتی یوں ہی اپنے صحابہ کے بچوں کے ساتھ بھی۔ اس سلسلہ میں آپ نے ان کی پیدائش سے لے کر نام رکھنے، ان کی حفظانِ صحت سے لے کر ان کی تعلیم و تربیت، ان کے لباس و پوشاک سے لے کر ان کے کھیل کود کے لیے خصوصی اصول و تجاویز رکھیں اور ان میں خود بھی ایک اہم اور کرارا رول ادا کیا۔

مثال کے طور پر آپ کی لخت جگر حضرت فاطمہ کے یہاں دو بچوں کی پیدائش سے ذرا پہلے آپ نے ان سے فرمایا: جب بچے کی ولادت ہو جائے تو مجھے اطلاع کیے بغیر کچھ نہ کرنا (۱۷۷)۔ بچوں کے شرفِ تولد حاصل کر لینے کے بعد آپ نے انھیں تعلیم دی کہ ان کے خورد و نوش، پرورش و نگہ داشت اور حفاظت و صیانت کی ذمہ داری کیسے نبھانی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نومولود بچوں کے لیے بھی دعائیں کی ہیں، جہاں اپنے صاحبزادگان، اور نواسوں کے لیے کیا وہیں اپنے صحابہ کرام کے بچوں کے لیے بھی کیا۔ آپ انھیں اپنے گھٹنوں پر سہارا دے کر یا انھیں کھیلتے دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے ان کی طوالت عمری، خوش حالی حکمت و معرفت اور ایمان و عقیدہ کے استحکام کی دعا فرماتے۔ اپنے نواسوں یعنی حسنین کریمین کے لیے ہر موقع پر دعا فرماتے یہ کہتے ہوئے کہ میں اپنے ان دونوں صاحب زادوں کے لیے وہی دعا کر رہا ہوں جو حضرت ابراہیم نے اسحٰق و اسماعیل کے لیے کیا تھا (۱۷۸)۔

ایک صحابی حضرت عبد اللہ بن عباس اپنے عہد طفولیت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! اسے حکمت عطا فرما۔ ایک دوسرے صحابی حضرت انس بن مالک کے بچپن میں آپ نے ان کے لیے یوں دعا فرمائی: اے اللہ! اسے مال و دولت، کثرت اولاد، اور طویل عمری سے سرفراز فرما اور ان چیزوں کو اس کے باعث برکت بنا (۱۷۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے کھیل کود کی بڑی اہمیت جتائی ہے بلکہ بسا اوقات خود بھی ان کے ساتھ شریک ہو جایا کرتے تھے۔ آپ نے والدین کو ہدایت فرمائی کہ اپنے بچوں کے ساتھ ہنسی مذاق کیا کریں یہ فرماتے ہوئے کہ: ''جس شخص کے پاس بچے ہوں وہ خود بھی ان کے ساتھ بچہ بن جایا کرے'' (۱۸۰)۔ آپ نے یہ بھی نشان دہی فرما دی کہ بچے تیراکی، دوڑ، اور کشتی رانی کے سے کھیل کھیل سکتے ہیں بلکہ آپ نے اپنے نواسوں اور گرد و نواح کے بچوں کی ایسا کرنے پر حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔

بہت سے صحابہ کرام نے بچوں کے ساتھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و محبت، ان کے ساتھ ہنسی مذاق اور ان کی دل دہی میں دلچسپی لینے کا نقشہ کھینچا ہے۔ ذیل میں اس کی کچھ جھلکیاں پیش ہیں:

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بچوں کے ساتھ کھیلتے اور مذاق فرماتے تو عظیم انسان معلوم ہوتے تھے (۱۸۱)۔

حضرت بن عازب فرماتے ہیں:

میں نے حضرت حسن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے پر سوار دیکھا (۱۸۲)۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صاحبزادے ابراہیم کو پیار سے چومتے اور سونگھتے تھے (۱۸۳)۔

حضرت ابوہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں سے محبت اور ان کے ساتھ کھیلنے کی کیفیت کو یوں بیان کرتے ہیں:

(ایک مرتبہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دن کے وقت باہر نکلا لیکن نہ انھوں نے مجھ سے گفتگو کی اور نہ میں نے ان سے، یہاں تک کہ وہ بازارِ بنوقنیقا پہنچ گئے۔ آپ حضرت فاطمہ کے خیمے پر واپس آکر فرمانے لگے: چھوٹے میاں (یعنی حسن) ہیں گھر پر؟ ہم اس گمان میں تھے کہ ان کی ماں انھیں نہلانے دھلانے اور بنانے سنوارنے کے لیے کچھ دیر روکے رکھیں گی۔ لیکن ابھی ذرا ہی دیر ہوئی تھی کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے اور دونوں ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے۔ اس کے بعد اللہ کے رسول نے فرمایا: اے اللہ! میں حسن سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور اُن سے بھی جو اِن (حسن) سے محبت و عقیدت رکھے۔۔۔۔ (۱۸۴)۔

حضرت انس بن مالک کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر اپنے نواسوں حسنین کریمین کو بلاتے اور انھیں پیار و دلار میں چمٹا لیتے تھے (۱۸۵)۔

ابن ربیعہ بن حارث فرماتے ہیں:

میرے والد نے مجھے اور فضل بن عباس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا، جب ہم اُن کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ہمیں اپنے دائیں اور بائیں سمت بٹھاکر خود سے اس طرح زور سے چمٹا لیا کہ ایسا اس سے پہلے ہم نے کبھی نہیں دیکھا تھا (۱۸۶)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بچوں کے سر پر اپنا دست مبارک رکھ کر ان کے لیے دعاے خیر فرماتے تھے۔ مثلاً یوسف بن عبد اللہ بن سلم کہتے ہیں کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مجھے میرا نام لے کر پکارتے اور میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرتے۔ عمرو بن حریس (وہ واقعہ) بیان کرتے ہیں کہ میری ماں مجھے لے کر کس طرح بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور کس طرح آپ نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرتے ہوئے یہ دعا کی کہ اسے ہر روز اس کی روزی وصول ہو جایا کرے۔ جب عبد اللہ بن عتبہ کوئی پانچ یا چھ سال کے تھے تو اُن کا بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر اپنے سر پر دست مبارک پھیروانا، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے لیے لمبی زندگی اور نسل واولاد میں برکت کے لیے دعا کرنا یہ باتیں وہ اکثر یاد کیا کرتے تھے (۱۸۷)۔

ذیل میں حضرت ابوہریرہ کے فراہم کردہ بیان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں سے کتنی محبت ودلچسپی تھی:

جب لوگوں کو موسم کا پہلا پھل نصیب ہوتا تو اسے اللہ کے حبیب کی بارگاہ میں پیش کرتے۔ آپ اسے وصول کرتے ہوئے فرماتے: اے اللہ! ہمارے پھلوں میں برکتیں اُتار۔ ہمیں اپنے شہر میں امان نصیب فرما۔ ہمارے (پیمانہ وزن) صاع اور مد میں برکتیں نازل فرما۔ پھر آپ کسی نوخیز بچے کو بلا کر وہ پھل عطا فرما دیا کرتے تھے (۱۸۸)۔

جب بھی آپ کسی سفر سے لوٹ کر آتے، تو خانہ اقدس میں پرورش پانے والے بچوں کو آپ کے استقبال کے لیے لے جایا جاتا، آپ انھیں پکڑ کر چمٹا لیا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن جعفر فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی سفر سے واپسی پر مجھے ان سے ملنے کے لیے لے جایا جاتا، ایک دن میں، حسن اور حسین نے آپ سے شرفِ ملاقات حاصل کی، آپ نے ہم میں سے ایک کو اُٹھا کر آگے لے لیا اور دوسروں کو اپنے پیچھے، (اور یوں ہی چلتے رہے) حتیٰ کہ ہم مدینہ میں داخل ہو گئے (۱۸۹)۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں باہر نکلے ۔۔۔۔اور خانۂ فاطمی کی دالان میں آرام فرما ہو گئے، ننھے صاحبزادے (حسن) کی بابت دریافت فرمایا، کچھ ہی دیر کے بعد صاحبزادے دوڑتے ہوئے باہر آئے تو رسول اللہ نے انھیں گلوگیر کر کے پیار سے چوم لیا (۱۹۰)۔

حضرت جابر بن سمرہ نے اس سلسلہ میں کیا خوب فرمایا ہے:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پہلی رکعت ادا کی، پھر آپ اُٹھ کر گھر میں چلے گئے تو ان کے ساتھ لگا ہوا میں بھی چلا گیا جب وہ راہ میں بچوں کو دیکھتے تو مارے شفقت کے ان کے رخساروں کی بلائیں لیتے۔ انھوں نے میرے رخسار کو بھی اپنے ہاتھوں کے لمس سے مشرف کیا اس وقت میں نے ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی جیسے کہ ابھی کسی عطر فروش کے یہاں سے لائی گئی ہو (۱۹۱)۔

حضور رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے دور میں مبعوث ہوئے جب کہ بچیوں کی پیدائش کو عار سمجھ کر انھیں قتل کر دیا جاتا رہا۔۔۔اور یقینا ان کا قتل بڑا گناہ تھا۔ بچے اور بچیوں کے درمیان یکساں محبت و شفقت کا مظاہرہ کرنے اور ان کے ساتھ برابری کے جذبات کو پروان چڑھانے

کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے معاشرے کے لیے ایک بہترین نمونہ عمل تیار کیا۔ ذیل کی حدیث ملاحظہ فرمائیں کہ رحیم وکریم آقا نے بچیوں کے لیے کیسے مبارک الفاظ ارشاد فرمائے ہیں:

بیٹی ایک خوبصورت، پراز محبت، اور مدد و معاونت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والی، نہایت نازک، اور مادرانہ شفقت واحساسات سے لبریز ہوتی ہے۔ (۱۹۲)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زبانی اور عملی دونوں طرح اپنی محبت کا مظاہرہ فرماتے اور آپ بچوں کو جتاتے کہ وہ ان سے کس قدر ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں (۱۹۳)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی ایک بچے کو دوسرے پر ترجیح دے کر اس کی دل آزاری نہیں کی، بلکہ آپ جتنا پیار اپنے صاحبزادوں اور نواسوں کو دیتے کچھ اتنی ہی شفقت و محبت مسلمان بچوں پر بھی فرماتے۔ جب حالد بن سعید نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا تو ایک ننھی سی پیاری بچی ان کے ساتھ تھی۔ پیارے آقا رحمت سراپا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خصوصی نگاہِ شفقت ڈالی کیوں کہ اس کی پیدائش حبشہ (ابسینیا) میں ہوئی تھی۔ ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کشیدہ کاری کیا ہوا ایک کپڑا تھا آپ نے اس لڑکی کو خوش کرنے کے لیے وہ کپڑا ابلا کر عطا فرمادیا۔

جمرہ' ایک ننھی سی بچی تھیں، ان کے والد انھیں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ! دعا کردیں کہ اللہ تعالیٰ اسے خوش حال فرمادے۔ آقائے کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمرہ کو اپنی گود میں لیا اور اپنا دست شفقت اس کے سر پر رکھ کر اس کے لیے خصوصی دعا فرمائی۔

خادم رسول حضرت زید کے نورِ نظر اُسامہ رضی اللہ عنہ ایک حدیث یوں بیان کرتے ہیں:

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر ایک ران پہ مجھے اور دوسرے پر حسن ابن علی کو بٹھایا کرتے اور ہمیں گلے لگاتے ہوئے فرماتے: اے اللہ! ان پر اپنا خاص فضل وکرم فرما کیوں کہ میں خود بھی ان پر مہربان ہوں (۱۹۴)۔

یہ نکتہ لطیف بعض لوگوں کی دسترس سے باہر ہے کہ آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں میں اتنی دلچسپی کیوں تھی اور آپ اُن کے ساتھ (کبھی کبھی) کھیل کود کیوں فرمایا کرتے تھے۔ ایک موقع پر عکرمہ بن حابس نے حضرت حسن کو چومتے ہوئے دیکھ کر پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

میرے دس بچے ہیں اور میں نے کسی کو کبھی بھی پیار سے نہیں چوما۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں (حیرت سے) دیکھتے ہوئے فرمایا: جو دوسروں کو شفقت وپیار نہیں دکھاتا وہ خود اس سے محروم رہے گا (۱۹۵)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہیتے صاحبزادے ابراہیم کی دائی کے گھر برابر تشریف لے جایا کرتے انھیں الفت ومحبت سے نوازتے اور ان کی پیشانی مس فرماتے۔ خادم رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس تعلق سے ایک حدیث یوں بیان فرماتے ہیں:

میں نے کبھی بھی کسی کو بچوں پر اتنا زیادہ شفیق اور مہربان نہیں دیکھا جتنا کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے صاحبزادے ابراہیم مدینہ کے گرد پہاڑیوں میں ایک دائی کی پرورش میں تھے۔ آپ وہاں تشریف لے جاتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ ہو لیتے۔ آپ گھر میں داخل ہوتے، بچے کو اُٹھاتے اور بوسہ دیتے اور پھر پلٹ جاتے (۱۹۶)۔

ہمارے آقا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو بھی اپنے بچوں کے ساتھ عدل وپیار سے پیش آنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا ہے:

اللہ سے ڈرو اور اپنے بچوں کے ساتھ انصاف پر مبنی یکساں سلوک کرو (۱۹۷)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کی بہترین تربیت اور انھیں اخلاقِ حسنہ سے آراستہ کرنے پر نہایت تاکید فرمائی ہے۔اور اس حوالے سے بہت ہی اہم نکات کی عقدہ کشائی کی ہے۔اس سلسلہ میں آپ کے کچھ فرمانِ عالیشان درجِ ذیل ہیں:

مرنے کے بعد انسان اپنے پیچھے جو چیزیں چھوڑ جائے ان میں سب سے بہتر وہ پرہیز گار باادب بچہ ہے جو اللہ سے اس کے لیے دعائے خیر کرتا رہے۔صدقہ جاریہ جس کا ثواب اس کو پہنچتا رہتا ہے۔اور نفع بخش علم جو اس کے بعد اپنی افادیت باقی رکھے (۱۹۸)۔

باپ کے حقوق میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ بچے کا اچھا نام رکھے اور اچھے اخلاق سکھائے (۱۹۹)۔

اپنے بچوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئو اور انھیں اچھے اطوار کے ساتھ پروان چڑھاؤ (۲۰۰)۔

جس طرح زندگی کے جملہ شعبوں میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی قدر اہل اسلام کے لیے ایک نمونہ کاملہ تھی یوں شعبہ اطفال سے بھی آپ گہرا شغف رکھتے تھے اور ان پر اپنی خصوصی شفقت و محبت کا مظاہرہ فرماتے تھے؛ بلکہ آپ نے بچوں پر رحم و مروت کرنے کی اہمیت اپنے لفظوں میں یوں بیان فرمائی ہے:

جو چھوٹوں پر شفقت و مروّت کا مظاہرہ نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔۔۔۔۔ (۲۰۱)۔

ازواجِ مطہرات' اُمت کی مائیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات جملہ مسلمانوں کی مائیں، خواتین اسلام کے لیے نمونۂ عمل، اور خدا ترسی کی دولت بے بہا سے بہرہ مند ہیں۔ازواجِ مطہرات کے اخلاق و کردار،

ان کے حکمت وادب اور سرورِ کائنات کی خدمت واطاعت کے حوالے سے بے شمار فضائل وکمالات قرآن وحدیث اور کتب سیرت میں بکھرے ہوئے ہیں۔

ان حقائق میں سے ایک حقیقت قرآن میں یوں وارد ہوئی ہے کہ وہ جملہ اہل اسلام کی مائیں ہیں:

یہ نبی (مکرم) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں اور آپ کی ازواجِ (مطہرات) ان کی مائیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔(سورۂ احزاب:۳۳/۶)

ایک دوسری آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد آپ کی ازواجِ مطہرات سے کسی کا نکاح ابدالآباد تک کے لیے حرام قرار دیا ہے:

۔۔۔۔اور تمھارے لیے (ہرگز جائز) نہیں کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ (جائز) ہے کہ تم ان کے بعد اَبد تک اُن کی ازواج (مطہرات) سے نکاح کرو، بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے۔(سورۂ احزاب:۳۳/ ۵۳)

قرآن کریم کی دوسری آیتیں بتاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج دنیا کی دوسری عورتوں کی مانند نہیں ہیں؛ لہٰذا ان کے ساتھ سلوک وبرتاؤ بھی جداگانہ ہونا چاہیے۔ حکم قرآنی ملاحظہ فرمائیں:

اے ازواج پیغمبر! تم عورتوں میں سے کسی ایک کی بھی مثل نہیں ہو، اگر تم پرہیزگار رہنا چاہتی ہو تو (مردوں سے حسب ضرورت) بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرنا کہ جس کے دل میں (نفاق کی) بیماری ہے (کہیں) وہ لالچ کرنے لگے اور (ہمیشہ) شک اور لچک سے محفوظ بات کرنا۔ اور اپنے گھروں میں سکون سے قیام پذیر رہنا اور پرانی جاہلیت کی طرح زیب وزینت کا اظہار مت کرنا، اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری میں رہنا، بس اللہ یہی

چاہتا ہے کہ اے (رسول کے) اہل بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دور کردے اور تمھیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کردے۔ اور تم اللہ کی آیتوں کو اور (رسول اللہ کی) سنت و حکمت کو جن کی تمھارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے یاد رکھا کرو، بے شک اللہ (اپنے اولیا کیلئے) صاحب لطف (اور ساری مخلوق کے لیے) خبردار ہے۔(سورۂ احزاب: ۳۳/ ۳۲تا۳۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خداترس بیویوں کا اخلاق و سلوک آیت پاک میں یہ بیان ہوا ہے کہ وہ خوش عمل، خردمند اور بالغ نظر تھیں۔ ان کا عظیم الشان کردار، ان کی شرم وحیا، دینی امور پر استقامت اور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و خدمت دنیا کی تمام خواتین اسلام کے لیے سراپا نمونہ عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کو دوہرا ثواب دینے کا وعدہ قرآن میں یوں فرمایا ہے:

اے اَزواجِ نبی (مکرم!) تم میں سے کوئی ظاہری معصیت کی مرتکب ہو تو اس کے لیے عذاب دوگنا کردیا جائے گا، اور یہ اللہ پر بہت آسان ہے۔ اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت گزار رہیں، اور نیک اعمال کرتی رہیں تو ہم ان کا ثواب (بھی) انھیں دوگنا دیں گے اور ہم نے ان کے لیے (جنت میں) باعزت رزق تیار کررکھا ہے۔(سورۂ احزاب: ۳۳/ ۳۰تا۳۱)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی حضرت خدیجہ تھیں، جنھیں (عورتوں میں) ایمان لانے میں اولیت حاصل تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (غارِ حرا میں) پہلی وحی وصول فرمائی تو جلدی سے اس کا تذکرہ آکر آپ سے کردیا۔ حضرت خدیجہ ذہانت و فطانت، دیانت و زیرکی اور حکمت و دوراندیشی میں اپنا جواب آپ تھیں، آپ نے فوراً اسے مان لیا۔ اس کے بعد پھر اُن حالات میں اپنی

بے پناہ نصرت وحمایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاون کیا ساتھ ہی اخلاقِ قرآنی کے فروغ واستحکام کے لیے جسمانی اور روحانی طور پر عظیم قربانیاں بھی پیش کیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری ازواجِ مطہرات مثلاً حضرت سودہ، عائشہ، حفصہ، اُم حبیبہ، ام سلمہ، صفیہ، میمونہ، زینب بنت جحش، اور حضرت جویریہ (رضِی اللہ تعالیٰ عنہن) بھی آپ کے تئیں اپنی وفاداریوں، خدمت گزاریوں، اور صبر و قناعت کے لیے مشہور تھیں، ساتھ ہی اہل کائنات کے لیے بھی بہترین نمونہ عمل۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات اور اولادِ اطہار کے لیے بڑا عظیم کردار ادا کیا، اور اس طرح اُن کے ایمان وعقیدہ، صحت و تندرستی، فرحت وانبساط، اور علم وادب میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی۔ حدیثوں میں آتا ہے کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ ملاعبت فرماتے نیز ان سے دوڑ کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ آپ کے صحابہ نے ازواجِ مطہرات کے معاملے میں دل چسپی اور بے مثال برتائو کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات کے ساتھ مذاق ودِل لگی فرمایا کرتے تھے۔۔۔ (۲۰۲)۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کسی شخص کو اپنے اہل خانہ کے تئیں خلیق وشفیق نہیں دیکھا (۲۰۳)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائل میں یہ باتیں بھی شامل ہیں کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات کے تئیں نہایت عادل ومنصف تھے۔ سیرت میں لکھا ملتا ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں کے لیے باری متعیّن فرمائی تھی۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں:

اللہ کے رسول کی نوبیویاں تھیں۔ جب آپ ان کی باریاں مقرر فرماتے تو ایک بیوی کی باری نودن کے بعد آتی تھی، تو تمام بیویاں ہر شب اس بیوی کے پاس اکٹھی ہوجایا کرتی تھیں جہاں رسول اللہ کو شب گزارنی ہوتی (۲۰۴)۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں عورتوں کی قدر وقیمت کے حوالے سے بہت سے نکات ملتے ہیں مثلاً آپ کا یہ فرمانِ عالیشان کہ:

ساری دنیا مال ومتاع ہے، اور دنیا کا بہترین اور مفید سرمایہ نیک خاتون ہے (۲۰۵)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہ بھی بتایا کہ انھیں اپنی بیویوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہیے:

تم میں سب سے زیادہ کامل الایمان وہ شخص ہے جو اچھے اخلاق اور عمدہ خصلتوں کا مالک ہو۔ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے (۲۰۶)۔

تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے تئیں بہترین ہو۔ اور میں تم میں اپنی بیویوں کے تئیں بہترین ہوں (۲۰۷)۔

غیب داں رسول ﷺ کی مستقبل کے حوالے سے پیشین گوئیاں

ہر فرد و معاشرہ اور قوم وملت کی اپنی مخصوص تقدیر ہوتی ہے۔ حتٰی کہ انسانِ اوّل کی تخلیق سے ماقبل ہی کہ مستقبل میں انسان کیا کیا کرے گا، ہر قوم کے ساتھ کیسے کیسے واقعات درپیش ہوں گے، اور معاشرہ کس قسم کے مراحل سے دوچار ہوگا، یوں ہی ہر چیز اللہ کی نگاہوں میں معین و مقرر ہوچکی تھی۔ تاہم لوگوں کو ان تفصیلات کی ایک ذرا خبر نہیں ہے جو اللہ کی طرف سے ان کے لیے مقدر ہوچکی ہیں کہ کتنا جینا ہے اور کیا کیا کرنا ہے، اس طرح مستقبل ہمارے لیے ایک طرح کا غیب ہی ہے۔

تاہم اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس بات کا انکشاف بھی فرمادیا ہے کہ اس نے اپنے مخصوص بندوں پر غیب کی کچھ علامات و معلومات آشکار بھی فرمادی ہیں۔ ایسا ہی کچھ معاملہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے۔ اپنے قید کے دوران انھوں نے اپنے دو ساتھیوں کو وجودِ الٰہی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے کہا:

یوسف (علیہ السلام) نے کہا: جو کھانا (روز) تمھیں کھلایا جاتا ہے وہ تمھارے پاس آنے بھی نہ پائے گا کہ میں تم دونوں کو اس کی تعبیر تمھارے پاس اس کے آنے سے قبل بتادوں گا، یہ (تعبیر) ان علوم میں سے ہے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔ بے شک میں نے اس قوم کا مذہب (شروع ہی سے) چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ (سورۂ یوسف: ۱۲/ ۳۷)

یہ آیت ہمیں بتارہی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بہت سی ایسی باتوں کا علم تھا جو ابھی واقع بھی نہیں ہونے پائی تھیں، اور یہ وہ معرفت و معجزہ تھا جو انھیں اللہ کی طرف سے عطا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تعبیر رویا کے علم سے بھی نوازا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وہ مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والے بہت سے واقعات کا مشاہدہ کرنے پر قادر تھے۔

جس طرح کا علم حضرت یوسف کو دیا گیا کچھ ایسے ہی علم دیگر انبیا کو بھی عطا کیا گیا تھا۔ کچھ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے کہ وہ اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے غیب کی باتوں پر مطلع کردیتا ہے۔

(وہ) غیب کا جاننے والا ہے، پس وہ اپنے غیب پر کسی (عام شخص) کو مطلع نہیں فرماتا، سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (انہی کو مطلع علی الغیب کرتا ہے کیوں کہ یہ خاصہ نبوت اور معجزۂ رسالت ہے)،

تو بے شک وہ اس(رسول) کے آگے اور پیچھے(علم غیب کی حفاظت کے لیے) نگہبان مقرر فرمادیتا ہے۔(سورۂ جن:۲۷/۲۶تا۲۷)

اللہ تعالیٰ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے غیبی اُمور پر مطلع فرمایا تھا نیز ان باتوں پر بھی جو ماضی میں وقوع پذیر ہو چکی تھیں جس کے بارے میں کوئی نہ جانتا تھا، اور کچھ وہ چیزیں جو مستقبل میں واقع ہونے والی تھیں۔اس حقیقت کو اللہ تعالیٰ ایک آیت میں یوں بیان فرماتا ہے:

(اے حبیب مکرم!) یہ (قصہ) غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم آپ کی طرف وحی فرمارہے ہیں، اور آپ (کوئی) ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ (برادرانِ یوسف) اپنی سازشی تدبیر پر جمع ہو رہے تھے اور وہ مکروفریب کرر ہے تھے۔(سورۂ یوسف:۱۲/ ۱۰۲)

یہ باب غیب کی کچھ ایسی باتوں کو بتاتا ہے جو ہمیں قرآن کے ذریعہ معلوم ہوئی ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف فرمادیا تھا اور حدیثوں میں مذکور ہیں۔(مزید معلومات کے لیے ہارون یحییٰ کی معروف کتاب ''معجزاتِ قرآنی'' کا مطالعہ فرمائیں)

ان میں سے اکثر واقعات پہلے ہی رونما ہو چکے ہیں، اور لوگوں نے ان معجزات کا مشاہدہ اپنے سر کی آنکھوں سے کر لیا ہے۔جو خود اس بات کی دلیل ہے کہ حضور اللہ کے نبی اور قرآن اللہ کا کلام ہے۔

حضور اقدس ﷺ کو کچھ غیبی باتوں پر قرآن کے ذریعہ مطلع کیا گیا

الف، لام، میم۔اہل روم (فارس سے) مغلوب ہوگئے۔نزدیک کے ملک میں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب ہوجائیں گے۔چند ہی سال میں (یعنی دس سال سے کم عرصہ

میں)،امر تواللہ ہی کا ہے پہلے (غلبہ فارس میں) بھی اور بعد (کے غلبہ روم میں) بھی،اور اس وقت اہل ایمان خوش ہوں گے۔(سورۂ روم:۳۰/۱تا۴)

قرآن کی وساطت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقبل میں وقوع پذیر ہونے والی جن خبروں پر مطلع کیا گیا ہے ان میں سے سورۂ روم کی ابتدائی آیتیں بھی ہیں۔ان آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے کہ حاکم روما شکست سے دوچار ہوگا مگر پھر کچھ ہی دنوں بعد اسے فتح نصیب ہوگی۔

یہ آیتیں ۶۲۰ء میں فارسی مجوسیوں کے ہاتھوں سلطنت روما کی شکست فاش کے کوئی سات سال بعد نازل ہوئیں۔ بشارت یہ وارد ہوئی ہے کہ روما اب دوسری بار فتح سے ہمکنار ہوگا۔اس وقت روما اپنی شکست وریخت سے ایسا بکھرا ہوا تھا کہ ان کے لیے اپنی بقا بھی مشکل نظر آرہی تھی مگر بعد میں پھر وہ فاتح بنے۔نہ صرف فارس بلکہ اورس،سلاو اور لومبارڈس تمام کے تمام بازنطینی سلطنت کے لیے واضح خطرے کا باعث بنی ہوئی تھیں۔آواز قوم قسطنطنیہ کی سرحدی دیواروں تک پہنچ آئے تھے۔فوجیوں کے اخراجات پورے کرنے کے لیے حاکم روما ہرقل نے گرجاگھروں سے سیم وزر کے تمام ظروف کو پگھلادینے کا حکم دے دیا۔جب یہ بھی ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ناکافی ثابت ہوا تب اس نے پیتل کے مجسموں کو سکوں کی شکل میں ڈھالنا شروع کردیا۔بہت سے وزیروں کے حکومتِ ہرقل کے خلاف آوازۂ بغاوت اُٹھادینے کی وجہ سے بادشاہ زوال پذیری کے دہانے پر آکھڑا ہوا۔فارسی مجوسیوں نے میسوپوٹیمیا (مصر اور عراق کے درمیانی علاقے)، کلیسیا،شام، فلسطین، مصر اور آرمینیا سمیت روما کے بہت سے علاقوں پر اپنا قبضہ جمالیا(۲۰۸)۔

مختصر یہ کہ ہرکسی کی خواہش تھی کہ سلطنت روما کا آفتاب ہمیشہ کے لیے گہن آلود ہوجائے،ایسے عالم میں یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ روم نوسال کے بعد پھر جشن فتح منانے والا ہے۔ایسی

فتح جوکہ ہر اعتبار سے محال در محال نظر آرہی تھی مشرکین عرب نے یقین کر لیا تھا کہ قرآن کی بیان کردہ یہ فتح کبھی بھی وقوع پذیر نہ ہوگی۔

مگر یہ فتح قرآن میں بیان کی ہوئی دوسری پیشین گوئیوں کی طرح سر بسر سچ ثابت ہوئی ۲۷ء میں سورۂ روم کی پہلی آیت کے نزول کے کوئی سات سال بعد سلطنت روم اور فارس کے درمیان نینوا کے کھنڈرات کے قریب ہی زبردست جنگ چھڑ گئی، اور روما نے فارس کو شکست وریخت سے دوچار کر دیا۔ کچھ ہی مہینے بعد فارسیوں کو ایک معاہدہ پر دستخط کرنا پڑا کہ ان کے مقبوضہ تمام علاقے سلطنت روما کے حوالے کیے جارہے ہیں (۲۰۹)۔ "فتح روما" کی بات اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی جو معجزاتی طور پر واقع ہو کر رہی۔

ان آیتوں میں ایک دوسرا معجزہ دنیا کے ایک ایسے خطے کی حقیقت افشانی پر مشتمل ہے جس کی تاہنوز کوئی شناخت نہیں ہوسکی ہے۔

اسی سورۂ روم کی آیت ۳ میں بتایا گیا ہے کہ اہل روم "زمین کے ادنیٰ حصہ" پر ہار گئے۔ جس کے لیے عربی لفظ "ادنی الارض" وارد ہوا ہے، اور بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ "قریب کی سرزمین" کیا ہے جس سے اصل معنی کی تصویر پورے طور پر اُبھر کر سامنے نہیں آتی۔ لفظ عربی "ادنیٰ" کے معنی "پست" ہیں جو لفظ "دنی" سے مشتق ہے جس کے معنی "پست" کے ہوتے ہیں اور "ارض" کا معنی "زمین" ہے؛ لہٰذا "ادنی الارض" کا معنی زمین کا ایک پست سا حصہ ہوا۔

اور صحیح معنوں میں بادشاہ روم اور فارس کے درمیان اس جنگ کا جائے وقوع زمین کا نہایت پست حصہ قرار پایا تھا۔ اور وہ جھیل لوط کی نشیبی زمین تھی جہاں آج شام، فلسطین اور اردن کا سنگم ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک معلوم حقیقت ہے کہ جھیل کا سرحدی علاقہ سطح سمندر سے ۳۹۵ میٹر نیچے ہے جو اسے "زمین کا بالکل پست حصہ" بنا کر رکھ دیتا ہے۔

یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ جھیل لوط کے طول وعرض کا پیمانہ کوئی عصر حاضر میں قائم ہوا ہے لیکن اس سے قبل کسی کے لیے جھیل کو زمین کا بالکل نشیبی حصہ سمجھنا ممکن نہ تھا، لیکن وہ علاقہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن نے بیان کیا۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب و مقرب) بندے کو مسجد حرام سے (اس) مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنادیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دکھائیں، بے شک وہی خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ (سورۂ اسراء: ۱۷/۱)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ ایک شب اس نے اپنے پیارے محبوب کو مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی، جو کہ ایک عظیم معجزہ ہے۔ مسجد حرام مکہ میں واقع ہے اور مسجد اقصیٰ فلسطین میں۔ اور اس واقعے کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تشریف فرما تھے۔ اس وقت کی صورت حال کے پیش نظر ایک شب میں مکہ مکرمہ سے فلسطین کی سیر کو جانا محال کی حد تک ناممکن تھا، نیز یہ بات بھی آپ پر منکشف ہو جانی چاہیے کہ اس سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مسجد اقصیٰ کی زیارت کی بھی نہیں تھی۔

کل صبح ہو کر جب آپ نے اس عظیم معجزہ کو لوگوں کے سامنے بیان فرمایا تو مشرکین نے اسے ماننے سے انکار کر دیا اور اس واقعہ کی دلیل مانگی۔ ان منکرین میں سے کسی ایک کو پہلے مسجد اقصیٰ کی زیارت کا اتفاق ہوا تھا؛ لہٰذا اُن لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے احوال معلوم کرنے کی غرض سے گوناگوں قسم کے سوال کرنے شروع کر دیے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد اقصیٰ کے اوصاف وصفات کا ہو بہو نقشہ پیش کیا تو مشرکین کہہ اُٹھے کہ یہ تو بالکل درست ہے۔ پھر ان لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے کسی قافلہ کو اُدھر سے آتا ہوا دیکھا تھا یا نہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً ارشاد فرمایا:

ہاں! میں نے انھیں مقام روحہ میں پایا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جس کی تلاش میں وہ مصروف تھے۔ ان کے پاس پانی کا ایک مشکیزہ تھا جسے وہ اُٹھائے لیے جا رہے تھے۔ میں چوں کہ پیاسا تھا تو اس سے میں نے اپنی پیاس بجھا کر پھر اسے اسی جگہ پر رکھ دیا۔ جب وہ آئیں تو ان سے دریافت کرنا کہ اس مشکیزہ میں پانی تھا یا نہیں۔ پھر قریش نے پوچھا: وہ دوسری نشانی ہے۔ پھر وہ قافلہ کے متعلق کچھ دوسرے سوالات قائم کرنے لگے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطمینان بخش جواب دیتے ہوئے فرمایا: وہ فلاں دن اور فلاں صبح کو آپہنچیں گے۔ اس قافلے کی زمام ایسے شخص کے ہاتھ میں ہوگی جو خاکی رنگ کے اونٹ پر سوار ہوگا جس پر اونی کپڑے کے تھیلے رکھے ہوں گے۔ پھر انھوں نے کہا: یہ تو کچھ اور نشانی ہے۔ پھر بیان کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ خاص اسی دن وادیِ ثنیہ پر بیٹھ کر قافلہ کی آمد کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے۔ سرکار کے فرمان کے مطابق قافلہ ٹھیک صبح کو آپہنچا۔ اور میر قافلہ بھی خاکی اونٹ پر سوار وہی شخص تھا جس کی نشان دہی غیب داں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی (۲۱۰)۔

یہ بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ چیزیں دکھادیں جہاں پر آپ کو جانے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس وقت ایک رات میں مکہ سے بیت المقدس جانے کا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا، جس سے معجزہ کی عظمت ورفعت مزید دوآتشہ ہو جاتی ہے۔

بے شک اللہ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو حقیقت کے عین مطابق سچا خواب دکھایا تھا کہ تم لوگ، اگر اللہ نے چاہا تو ضرور بالضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے امن وامان کے ساتھ۔ (کچھ) اپنے سر منڈوائے ہوئے اور (کچھ) بال کتروائے ہوئے (اس حال میں کہ) تم خوف زدہ نہیں

ہوگے، پس وہ (صلح حدیبیہ کو اس خواب کی تعبیر کے پیش خیمہ کے طور پر) جانتا تھا جو تم نہیں جانتے تھے سو اُس نے اس (فتح مکہ) سے بھی پہلے ایک فوری فتح (حدیبیہ سے پلٹتے ہی فتح خیبر) عطا کر دی، (اور اس سے اگلے سال فتح مکہ اور داخلہ حرم عطا فرما دیا)۔ (سورۂ فتح: ۴۸/۲۷)

ہجرت مدینہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ اہل اسلام مسجد حرام میں پہنچ گئے ہیں اور خانہ کعبہ کا طواف کررہے ہیں؛ لٰہذا آپ نے یہ خوش خبری مسلمانوں کو سنادی۔ مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کو ابھی تک اپنے مادرِ وطن لوٹنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنے خواب کو بیان فرمایا تو مسلمان حج کے ارادے سے مکہ کی طرف نکل پڑے، مگر مشرکین نے انھیں مکہ میں داخلے کی اجازت نہ دی۔ اس طرح منافقین کو لوگوں کے درمیان منافرت و بیزاری پیدا کرنے کا بہترین موقع ہاتھ آگیا اور انھوں نے یہ کہتے ہوئے اس بات کو باور کرانے کی بھرپور کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب جھوٹا تھا اور وہ داخلہ کعبہ اور حلق شعر کے مجاز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی آیت ۲۷ نازل فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت فرمائی نیز یہ کہ آپ کا خواب مبنی بر صداقت تھا، اور اگر اللہ تعالیٰ ایسا چاہتا تو اہل اسلام مکہ معظمہ میں داخلہ کے قابل ہو پاتے۔ پھر کچھ ہی عرصہ بعد صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے ساتھ اہل اسلام مکمل تحفظ کے ساتھ مسجد حرام میں اسی طرح داخل ہو گئے جس طرح خواب میں دکھایا گیا تھا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی بتادی جانے والی خبر کو سچ کر دکھایا (۲۱۱)۔

اس مقام پر دوسرا قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خوشخبری مسلمانوں کے گوش گزار کی تھی وہ بالکل ہی خارج از امکان معلوم ہو رہی تھی، کیوں کہ حالات کا رُخ بالکل برعکس تھا اور مشرکین کبھی بھی مسلمانوں کو مکہ میں گھسنے کی اِجازت دینے کے لیے آمادہ و تیار

نہ تھے۔شاید اسی بات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے حوالے سے منافقین کے دلوں میں شکوک وشبہات کی گرد ڈال دی؛مگر چوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم توکل علی اللہ کی عظیم دولت سے بہرہ مند تھے اور مسلمانوں سے جو کچھ الہام الٰہی کے نتیجے میں بیان فرمادیا تھا اس پر اعتمادِ کامل تھا؛اس لیے منافقین کے کہے کی کوئی پرواہ نہ کی۔یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ آپ کے الفاظ کی تائید میں قرآن اُتر آیا اور اس کے ذرا بعد ہی اہل اسلام نے اس کی تعبیر بھی دیکھ لی۔

اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کو قطعی طور پر بتادیا تھا کہ تم زمین میں ضرور دو مرتبہ فساد کروگے اور (اطاعت الٰہی سے) بڑی سرکشی برتوگے۔پھر جب ان دونوں میں سے پہلی مرتبہ کا وعدہ آپہنچا تو ہم نے تم پر اپنے ایسے بندے مسلط کردیے جو سخت جنگ جو تھے پھر وہ (تمھاری) تلاش میں (تمھارے) گھروں تک جاگھسے،اور (یہ) وعدہ ضرور پورا ہونا ہی تھا۔پھر ہم نے ان کے اوپر غلبہ کو تمھارے حق میں پلٹا دیا اور ہم نے اموال واولاد (کی کثرت) کے ذریعہ تمھاری مدد فرمائی اور ہم نے تمھیں افرادی قوت میں (بھی) بڑھادیا۔(سورۂ اسراء:۱۷/۴تا۶)

جیسا کہ یہ آیتیں بتاتی ہیں کہ بنی اسرائیل دو فتوحات حاصل کرنے کا خواب دیکھ رہے تھے۔ان میں سے پہلا ان کا ”سرکشی کی انتہا پر پہنچنا“ پھر کیا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقابلے میں ایک شہ زور لشکر بھیج دیا۔جب یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کردیا اور یوں ہی حضرت عیسیٰ کو شہید کرنے کی سازش رچی،بالفاظِ دیگر اُن کے ”سرکشی کی انتہا پر پہنچنے“ کے کچھ ہی دنوں بعد وہ ۷۰ء میں رومیوں کے ہاتھوں فلسطین سے معزول کردیے گئے۔اور شہر میں موجود معبد سلیمانی مکمل تباہ کردی گئی۔

۷۰ء میں فلسطین سے ان کے انخلا کے بعد یہود پوری دنیا میں مارے مارے پھرتے رہے۔حضرت عیسیٰ کے قاتل کے طور پر متعارف ان لوگوں کو اپنی حقارت وکمینگی کے احساس تلے

دب کر اور نہایت کسم پرسی کے عالم میں مغربی ملکوں میں رہنا پڑا، نیز اکثر و بیشتر انھیں اپنے مذہبی معمولات خفیہ طور پر سرانجام دینے پڑتے۔ جب یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، اس وقت یہودی نہایت ہی خستہ حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے اور ان کی اپنی نجی کوئی حکومت نہ تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے انھیں باخبر کیا کہ ایک روز وہ اپنی قوت و دولت رفتہ کی بازیابی کر کے رہیں گے۔

یہ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے سرکار اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری ہی میں ہوگا مگر دیر سے وجود میں آیا۔ یہود فلسطین کی طرف پلٹے اور ۱۹۸۴ء میں حکومت اسرائیل کا قیام عمل میں لایا۔ اسرائیلی فوج اور اس کی سیاسی بالادستی آج کسی سے کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

اس آیت بالا اور دوسری آیتوں میں یہود کے متعلق جو بات پیش کی گئی ہے وہ اُس وقت بالکل ہی ناممکن اور محال تصور کی جا رہی تھی لیکن آج اس نے صداقت کا روپ دھار لیا۔ بلاشبہہ یہ حقائق قرآنی معجزات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

اور جب نبی (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی ایک زوجہ سے ایک رازدارانہ بات ارشاد فرمائی، پھر جب وہ اُس (بات) کا ذکر کر بیٹھیں اور اللہ نے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اسے ظاہر فرما دیا تو نبی نے انھیں اس کا کچھ حصہ جتا دیا اور کچھ حصہ (بتانے) سے چشم پوشی فرمائی، پھر جب نبی نے انھیں اس کی خبر دے دی تو وہ بولیں: آپ کو یہ کس نے بتا دیا ہے؟ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے بڑے علم والے بڑی آگاہی والے (رب) نے بتا دیا ہے۔ (سورۂ تحریم: ٦٦/ ٣)

اس آیت مبارکہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی ایک بیوی پر راز افشا فرما دیا، جب کہ وہ اس کو راز نہ رکھ سکیں اور ایک دوسرے کو اس پر آگاہ کر دیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے برتاؤ پر مطلع فرما دیا کہ انھوں نے اسے آپس میں فاش

کر دیا ہے۔ تب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے راز میں خیانت کیا ہے۔

زبانِ رسالت سے نکلی ہوئیں غیب کی خبریں

اے لوگو! تم عنقریب مصر فتح کرو گے۔ مفتوح لوگوں کی دیکھ بھال میں کوئی کسر روانہ رکھنا۔ تم اس مقدس معاہدے پر مضبوطی سے قائم رہنا کہ ان کی زندگی، مال و منال اور ان کی عزت و ناموس پر حرف نہ آنے پائے (۲۱۲)۔

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مصر کی بشارت دی ہے۔ جس وقت آپ نے یہ بات کہی تھی مصر بازنطینیوں کے زیر قبضہ تھا۔ مزید برآں مسلمانوں کے پاس کوئی عظیم قوت نہیں تھی، تاہم زبانِ رسالت سے نکلے ہوئے یہ الفاظ برحق ثابت ہوئے۔ اور آپ کے وصال کے کچھ ہی عرصہ بعد خلافت فاروقی میں اسلامی فوجوں نے ۶۴۱ء میں عمرو بن العاص کی قیادت میں مصر کو فتح کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب دانی کی یہ ایک بہترین اور روشن مثال ہے۔

کسریٰ (شاہِ فارس خسرو) مرنے والا ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ یوں ہی (شاہِ روم) قیصر بھی مرنے والا ہے۔ اس کے بعد پھر کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم ان کے خزانے اللہ واسطے خرچ کرو گے (۲۱۳)۔

''کسریٰ'' کا جو لفظ حدیث میں وارد ہوا ہے وہ فارس کے بادشاہوں کے لیے لقب کے طور پر استعمال ہوتا رہا۔ اور ''قیصر'' کا لقب شاہانِ روم کے لیے بولا جاتا رہا۔ غیب داں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش خبری سنائی کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمان ان دونوں حکمرانوں کے خزانوں پر قابض ہو کر رہیں گے۔

یہاں جو بات بطورِ خاص قابل ذکر ہے وہ یہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت بیان فرمائی اس وقت مسلمانوں کی معاشی وعسکری صورت حال اور سیاسی قوت وشوکت ایسی زبردست نہیں تھی کہ ایسی عظیم سلطنت کو فتح کر سکیں۔ مزید برآں اس وقت فارسی اور بازنطینی حکمراں وسط ایشیا کی سب سے زیادہ طاقتور حکومتوں کے مالک تھے۔ اس وجہ سے جس وقت حضور علیہ السلام اس کی بشارت دے رہے تھے اِس کا تو کوئی سوال ہی نہیں اُٹھتا تھا۔ بہرحال! وہ چیز واقع ہو کر رہی جس کی بشارت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی تھی۔ ایران، حضرت عمر فاروق کی خلافت میں فتح ہوا اور اس کے سارے مال ومتاع پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ پھر اس کے بعد سلطنت فارس ''کسریٰ'' کا چراغ بجھ گیا۔

کسریٰ کی موت اور اس کے خزانوں کی مسلمانوں کے پاس منتقلی کچھ اس وقت ہوئی جب دوسری طرف عظیم روم کے مراکز پر تسلط ہو گیا تھا خصوصًا سلطنت اسلامیہ کے دوران۔ خلافت صدیقی کے آغاز ہی میں قیصر کے زیر تسلط اہم مراکز مثلاً اردن، فلسطین، دمشق، فلسطین، شام اور مصر فتح ہو گئے تھے۔ اور فاتح سلطان عثمان محمد نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر قبضہ جمایا تھا یعنی سلطنت روم زوال پذیر ہو گئی تھی، تو اس طرح ''قیصر'' کے لقب کا بھی خاتمہ ہو گیا (۲۱۴)۔

''دی ونچر آف اسلام'' نامی کتاب میں امریکی محقق ایم۔ جی۔ ایس۔ ہوڈگسن نے انکشاف کیا ہے کہ مسلمانوں نے بازنطینی اور فارس کے متعلقہ علاقوں کو کیسے فتح کیا تھا:

محمد نامی مکہ کے ایک عرب نے مدینہ میں ایک ایسے مذہبی منظم معاشرے کو تشکیل دیا ہے جس کے اثرات جزیرۂ عرب کے اکثر علاقوں میں پھیل کر ساسانی اور رومی سلطنتوں کی مقامی تبدیلی کے باعث بنے ہیں (۲۱۵)۔

خداوند عظیم نے شارویا کے ذریعہ کسریٰ کو بہت سے حوادث سے دوچار کیا جنھوں نے اسے اسی ماہ کی اسی شب کے اسی عرصہ میں قتل کیا(۲۱۶)۔

مستقبل قریب میں میرا مذہب اور اس کے مقتدرِ اعلیٰ تخت کسریٰ تک رسائی حاصل کر لیں گے(۲۱۷)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہانِ زمانہ کو اسلام کی دعوت دینے کا فیصلہ کیا لہٰذا اپنے ایک صحابی عبداللہ بن حذیفہ کو سفیر اسلام بنا کر شاہِ فارس کسریٰ کے پاس بھیجا۔ کسریٰ نے غصے سے بھر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کش مسترد کر دی۔ بلکہ اس کے مقابلے میں اس نے اپنے دو قاصد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیے تاکہ مسلمان اس کا مذہب قبول کر لیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو ان دونوں قاصدوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی پھر دوسرے دن ان کے فیصلے جاننے کے لیے اپنے پاس بلوایا(۲۱۸)۔

دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں قاصدوں سے وہ بات بتا دی جو اللہ نے اس طرح اُتاری:

خداوند عظیم نے کسریٰ کے بیٹے شائرویہ کے ذریعہ اس کو بہت سے حوادث سے دوچار کیا جس نے اسے اسی ماہ کی اسی شب کی اسی گھڑی میں قتل کیا(۲۱۹)۔

آپ نے مزید ان سے یہ بھی فرمایا:

اس سے کہہ دینا کہ میرا مذہب اور میرا حاکم سلطنت کسریٰ پر (ایک نہ ایک دن) پہنچ کر رہے گا اور اسے میری طرف سے کہہ دینا: اسلام قبول کر لو، میں تمھیں یوں ہی برقرار رکھوں گا اور تمھیں اہل یمن کا بادشاہ مقرر کر دوں گا(۲۲۰)۔

سفرا نے یمن واپس پہنچ کر اسے ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ بدھان نے کہا:

چلو دیکھتے ہیں کہ اب آگے کیا ہوتا ہے۔اگر ان کا فرمایا ہوا سچ ہے تو یقینا وہ اللہ کے مبعوث کردہ پیغمبر ہیں (۲۲۱)۔

پھر وہ اُن کی طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگا کہ تمھارا اُن کے متعلق کیا خیال ہے۔سفرا چوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوری طرح متاثر ہو چکے تھے اس لیے بول اُٹھے :

ہم نے اُن سے زیادہ صاحب وقار، بالکل نڈر، کم حفاظتی میں رہنے والا کوئی اور حاکم کبھی نہیں دیکھا۔وہ لوگوں میں سادگی و سنجیدگی کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں۔

بڈھان نے نبی صادق وامین صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمراں کے متعلق کہی گئی باتوں کے صحیح یا غلط ہونے کا کچھ دیر انتظار کیا، تاکہ اس طرح وہ جان سکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد بڈھان کو حکمراں کے بیٹے شائرویہ کا تحریر کردہ ایک خط ملا:

جب یہ خط تمھیں موصول ہو اس وقت میں کسریٰ کو قتل کر چکا ہوں گا۔کسریٰ نے جو کچھ تمھیں لکھا ہے اس کے متعلق لوگوں سے میرے نام کی قسم لے لو۔اب کچھ نہ کرو اور اس وقت تک انتظار کرو جب تک میرا کوئی دوسرا حکم تم تک نہ پہنچ جائے (۲۲۲)۔

جب بڈھان نے معاملے کی تحقیق کی تو بالکل ویسا ہی نکلا جیسا کہ رسول غیب داں نے پہلے ہی بتلا دیا تھا (۲۲۳)۔بڈھان اس عظیم معجزے کے بعد ایمان کے قریب آگیا اور پھر اس نے اسلام قبول کر لیا۔وہ یمنی ابنا کا مقتدا بن گیا (۲۲۴)۔بڈھان کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مقرر کردہ پہلا اسلامی گورنر بنا۔اور فارس کا سب سے پہلا گورنر ایک مسلمان ہوا (۲۲۵)۔

یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ ۶۲۸ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہِ فارس کسریٰ کے پاس دعوت اسلامی کا ایک نامہ گرامی بھیجا، اور وہ اپنے بیٹے کے ذریعہ اسی سال قتل کر دیا گیا (۲۲۶)۔

قیامت سے متعلق نبی غیب داں ﷺ کی کچھ حدیثیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے متعلق جو باتیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے بیشتر ہم تک پہنچ آئی ہیں۔ وہ واقعات یکے بعد دیگرے ہمارے روبرو وقوع پذیر ہو رہے ہیں جو بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کی حقانیت کا درجہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آج چودہویں صدی میں ان واقعات کا وقوع اس طرح ہو رہا ہے جیسا کہ آپ نے ان کا بذاتِ خود مشاہدہ فرمالیا ہو۔

یہ رسول اکرم اکی وہ پیغمبرانہ باتیں ہیں جو دورِ اخیر اور قیام قیامت کے وقوع کے حوالے سے بیان کی گئی ہیں:

قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ خون کی ارزانی نہ ہو جائے (۲۲۷)۔

قربِ قیامت کے وقت 'الحرج الحرج' یعنی قتل وغارت گری عام ہو جائے گی (۲۲۸)۔

روزِ جزا اس وقت تک نہ آئے گا جب تک کہ لوگ اللہ کا کھلم کھلا انکار نہ کرنے لگیں (۲۲۹)۔

بڑے بڑے شہر تہ وبالا کر دیے جائیں گے، اور ایسا محسوس ہوگا کہ اس سے پہلے ان کا وہاں کوئی وجود ہی نہ تھا (۲۳۰)۔

منافع صرف امیروں کے درمیان تقسیم کیے جائیں گے، غربا کا کوئی خیال نہ رکھا جائے گا (۲۳۱)۔

لوگ ہم جنسیت پرستی اور شہوت رانی میں مزے اُڑائیں گے (۲۳۲)۔

کھلم کھلا زنا کی گرم بازاری ہوگی (۲۳۳)۔

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ قتل وغارت گری کا گراف خوب بڑھ نہ جائے گا(۲۳۴)۔

غریب وغیر معروف طالوقان (افغانستان کے ایک صوبہ) میں اللہ کے خزانے ہوں گے۔ مگر یہ سیم و زر کے خزانے نہ ہوں گے بلکہ یہ ایسے لوگوں کا مجموعہ ہو گا جو کماحقہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھتے ہوں گے (۲۳۵)۔

اس حدیث میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دورِ آخر میں افغانستان پر قبضہ جمالیا جائے گا۔ ۱۹۷۹ء یا بمطابق ہجری تقویم ۱۴۰۰ھ میں افغانستان پر حملۂ روس کا واقعہ پیش آیا تھا۔ بالفاظِ دیگر یہ اسلامی تقویم کی چودھویں صدی کے آغاز میں رونما ہوا۔

دریائے فرات اپنے اندر سے سونے کے ایک پہاڑ کا انکشاف کرے گی (۲۳۶)۔

عنقریب دریائے فرات خزانہ ہائے زریں آشکار کرے گی تو اس وقت (عہد میں) جو وہاں موجود ہوں اس سے کچھ بھی نہ لیں (۲۳۷)۔

دنیا کے تباہ شدہ محلات کی تعمیر نو اور تعمیر شدہ عمارتوں کی تباہی و بربادی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے (۲۳۸)۔

ہمارے مہدی کی دو علامتیں ہوں گی۔۔۔۔۔ اور وہ یہ کہ چاند اپنے متعیّنہ گہن کی پہلی رات میں گہنا جائے گا، یوں ہی سورج دورانِ رمضان اپنے متعیّن گہن کے درمیانی دنوں میں گہنا جائے گا(۲۳۹)۔

ظہورِ امام مہدی سے قبل رمضان میں دو مرتبہ سورج گہن لگے گا(۲۴۰)۔

(یوں ہی) رمضان میں دو مرتبہ چاند کو گہن لگے گا(۲۴۱)۔

مندرجہ بالا تین چیزوں کے ظہور کے حوالے حدیث میں یوں آئے ہیں:

۱) ماہِ رمضان میں شمس وقمر کو گہن لگ جائے گا۔

۲) ان کے درمیان کوئی چودہ پندرہ دن کا فاصلہ ہوگا۔

۳) اور اس گہن کا وقوع دو مرتبہ ہوگا۔

اس تخمینے کے مطابق ۱۹۸۱ء (۱۴۰۱ھ) میں پندرہویں رمضان کو چاند گہن اور انتیسویں رمضان کے دن میں سورج گہن لگا تھا۔ پھر دوسرا چاند گہن ۱۹۸۲ء (۱۴۰۲ھ) رمضان کی چودہویں تاریخ کو اور سورج گہن اسی ماہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو لگا تھا۔

اس واقعے میں عظیم الشان بات یہ ہوئی کہ ٹھیک ماہِ رمضان کے وسط میں چودہویں کا چاند گہن آلود ہوا تھا جو کہ (فرمانِ رسالت کی صداقت کی) ایک نہایت دلچسپ نشانی ہے۔

امام مہدی کے ظہور سے قبل مشرق سے مدار ستارہ کی روشنی پھوٹے گی (۲۴۲)۔

اور اس مدار تارے کی پیدائش چاند و سورج گہن سے لگی ہوگی (۲۴۳)۔

مشرق سے ایک دمدار ستارہ نکلے گا اور اپنی روشنی پھیلائے گا۔ ہر روز اس کی سمت مشرق سے مغرب ہوگی (۲۴۳)۔

- ۱۹۸۶ء (مطابق ۱۴۰۶ھ) میں یعنی چودہویں صدی کے آغاز پر دمدار ستارہ کا زمین سے گزر ہوا، دمدار ستارہ ایک نہایت چمکیلا اور چمک دار ستارہ تھا۔

- جو مشرق سے مغرب کی طرف مائل پرواز ہوا۔

- اس کا وقوع ۱۹۸۱ء اور ۱۹۸۲ء (مطابق ۱۴۰۱ھ-۱۴۰۲ھ) کے چاند اور سورج گہن کے بعد ہوا۔

لوگ حج کے لیے اس حال میں نکلیں گے کہ ان کا کوئی میر قافلہ نہ ہوگا۔ جب وہ منیٰ میں پہنچیں گے۔ تو قبیلے آپس میں کتوں کی طرح وحشی پن دکھائیں گے، پھر ایک عظیم جنگ شروع ہوجائے گی ،اور ایسا زور پکڑے گی کہ لوگوں کے پاؤں خون کی ندیوں میں ڈوب جائیں گے (۲۴۵)۔

مشرق سے آسمان پر ایک آگ چمکے گی اور ایک سرخی تین یا سات روز تک آسمان کو اپنی چپیٹ میں لیے ہوگی (۲۴۶)۔

آپ نے فرمایا: ایک آگ تم پر ظاہر ہوگی، جسے جلد ہی وادیِ بیرپہوت میں بجھادیا جائے گا۔لوگ اس آگ سے بری طرح متاثر ہورہے ہوں گے۔وہ آگ جان و مال کو تباہ و برباد کرکے رکھ دے گی۔ کوئی آٹھ دن تک اس کے شعلے بادل و ہوا کی مانند پوری دنیا میں لہرا رہے ہوں گے۔ دن کے مقابلے میں تپشِ شب زیادہ جان لیوا ہوگی۔ وہ آگ انسان کے سروں سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک لپک رہی ہوگی۔ اور پھر اس کے نتیجے میں زمین وآسمان کے درمیان بجلی کی مانند دہشت انگیزانہ آوازے اُٹھ رہے ہوں گے (۲۴۷)۔

- کویت میں تیل کے کنوئوں میں آگ لگ جانا بے شمار لوگوں اور جانوروں کی موت کا سبب بنا۔ماہرین کے مطابق نصف کروڑ ٹن تیل دھواں بن کر فضا میں تحلیل ہوگیا، یومیہ کوئی دس ہزار ٹن سیاہ برادہ، سلفر، کاربن ڈائی آکسائڈ اور بڑی مقدار میں ہائیڈرو کاربن خلیج میں معلق اپنی کار کے کینسر پیدا کرنے والے اثرات کے ساتھ۔ اسے صرف خلیج ہی نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ پوری دنیا نذر آتش تھی (۲۴۸)۔

- وہاں پر جلائے گئے دو کنویں اسی مقدار میں تیل پیدا کرتے تھے جتنا کہ ترکی ایک دن میں۔ اور ان کے دھوئیں ۵۵ کلومیٹر دور سعودیہ عربیہ سے دیکھے جاسکتے تھے (۲۴۹)۔

- خلیج سے تباہیوں کی مسلسل خبریں: کویت میں نصب تیل کے سینکڑوں کنویں ابھی تک بری طرح جل رہے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ”ان آتشوں پر قابو پانا ناممکنہ حد تک مشکل ہے“ نیز یہ کہ اس کی آگ آئندہ دس سالوں میں ترکی سے لے کر انڈیا تک کی ایک وسیع آبادی کو متاثر کر سکتی ہے۔

کنویں سے نکلنے والے دھویں اور آگ کی وجہ سے پوری فضا مسلسل آلودگی کی زد میں ہے۔ کویت میں دن، رات کے مناظر پیش کر رہے ہیں۔ شعلوں کے ہمراہ نکلنے والا بھورے رنگ کا دھواں کسی بادل کی یاد تازہ کر رہا ہے، ایسے ہی جیسے کہ موسم خزاں، موسم سرما میں تبدیل ہو رہا ہو۔۔۔ کویت میں دوبارہ مکمل طور پر آبادکاری کے لیے اب کم از کم ایک صدی درکار ہوگی۔ شعلوں کے ساتھ اُٹھنے والا دھواں کئی میلوں سے صاف نظر آ رہا تھا، جو ایک طرف تو مکمل طور پر آسمان کو ڈھانپے ہوئے تھا اور دوسری طرف پورے ملک کی زندگی کے لیے اجیرن بنا ہوا تھا۔ (یہی وجہ تھی کہ) اہل ثروت کویت کو خیر آباد کہہ رہے تھے (۲۵۰)۔

امام مہدی اس وقت تک ظہور نہ کریں گے جب تک کہ آفتاب سے کوئی کرشمہ اور نشانی صادر نہ ہو جائے (۲۵۱)۔

۱۱/اگست ۱۹۹۹ء کو صدی کے اواخر میں سورج گہن واقع ہوا تھا۔ اور اس طرح کے گہن (تحقیق کے مطابق) کوئی ہر چار سو سال کے بعد سورج، چاند اور زمین ایک ہی لائن میں ہو جاتے ہیں۔ یہ پہلا اتفاق تھا کہ ایک لمبے عرصے کے بعد بے شمار لوگوں نے اس گہن کا اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ و مطالعہ کیا۔ ذیل میں فضا سے متعلق کچھ اخبارات کی سرخیاں فراہم کی گئی ہیں۔ اس کی تعبیر حدیث میں وارد شدہ لفظ ”آفتاب کی نشانی“ سے کی جا سکتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

قیامت آنے سے قبل سیاہ راتوں کی طرح فتنے برسیں گے (۲۵۲)۔

لفظ ''فتنہ'' کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو لوگوں کے قلب ونظر کو حق سے منحرف کردے۔ یا جنگ وجدل، جذباتیت، لاقانونیت، طوائف الملوکی اور ہٹ دھرمی۔ بہرحال! حدیث میں وارد شدہ یہ لفظ اپنے پیچھے بہت سے گردو غبار چھوڑ گیا ہے جس کی تفہیم بہت ضروری ہے۔

مزید برآں حدیث میں جس طرح فتنہ کو ''تاریکی'' سے تعبیر کیا گیا ہے اسے ایک اشارے کے طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کی اصل نہایت مبہم اور غیر متوقع ہوتی ہے۔ اس زاویۂ نظر سے اس کا مطالعہ کرنے کے بعد غالب گمان ہے کہ یہ حدیث ۱۱/ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ کے واشنگٹن اور نیویارک شہروں پر ہوئے بدترین زمانہ دہشت گردانہ حملوں کی غماز ہو۔

باشندگانِ مصر وشام اپنے قائدین وحکام کو موت کے گھاٹ اُتار دیں گے (۲۵۳)۔

اہل شام مصری قبائل کو قیدی بنالیں گے (۲۵۴)۔

آج ۔۔۔۔۔۔۔ لہٰذا یہ حدیث ہوسکتا ہے کہ اسرائیل ومصر کے درمیان حرب وضرب نیز مصری علاقوں پر بمباری کی طرف اشارہ دے رہی ہو۔

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ زلزلے کثرت سے نہ آنے لگیں (۲۵۵)۔

روزِ جزا سے قبل دو بڑے واقعے رونما ہوں گے ۔۔۔۔ پھر زلزلوں کے سلسلے (۲۵۶)۔

قیامت کی نشانیوں کی پے درپے وقوع پذیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں ہم تک پہنچی ہیں ان میں جہاں دورِ اخیر اور قیام قیامت کی بات کہی گئی ہے وہیں اسلام کے سنہرے دور کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ جب ہم عصر حاضر میں وقوع پذیر ہونے والی چیزوں کا ان نشانیوں سے موازنہ کرتے ہیں تو ہمیں بہت سے اشارے ملتے ہیں کہ ہم اُسی دورِ اخیر میں سانس لے رہے ہیں جو اسلام کے زریں دور کی آمد کا پیش خیمہ بھی ہے۔

یہ بات بھی واضح ہوجانی چاہیے کہ حدیث میں مذکورہ بہت سی نشانیاں جن پر ہم یہاں بحث کررہے ہیں شاید اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ میں دنیا کے کسی خطہ میں وقوع پذیر ہوچکی ہوں؛ مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہی قیامت کا وقت تھا۔ کیوں کہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے لیے ضروری ہے یہ تمام نشانیاں ایک ہی وقت میں یکے بعد دیگرے وجود پذیر ہوں۔ حدیث میں اُس کی صورت یوں بیان کی گئی ہے:

اس دور میں نشانیاں ایسے ظاہر ہوں گی جیسے کسی تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جانے کے بعد اس کے دانے پے درپے گرنا شروع ہوجاتے ہیں (۲۵۷)۔

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ عمارتوں کی تعمیر میں ایک دوسرے سے مقابلے کرنے شروع نہ کردیں گے (۲۵۸)۔

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ وقت بہت تیزی سے نہ گزرنے لگے (۲۵۹)۔

طویل فاصلے تھوڑی مدت میں طے کرلیے جائیں گے (۲۶۰)۔

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ سال مہینہ کے برابر، مہینہ ہفتہ کے برابر، ہفتہ دن کے برابر، دن گھنٹہ کے برابر اور گھنٹہ آگ کی ایک لپک کی طرح سکڑ کر کم نہ ہوجائے (۲۶۱)۔

جس صدی میں ہم جی رہے ہیں اس صدی نے جہاں آواز سے تیز ہوائی جہاز بنانے کی طاقت کا مشاہدہ کیا ہے، وہیں وہ ٹرین اور حمل ونقل کے اوزار کی ترقیوں کی بھی مشکور ہے کہ جن کے باعث مہینوں کا سفر چند منٹوں میں آرام کے ساتھ طے ہوجاتا ہے۔ بیان شدہ حدیث اِس سمت بھی اشارہ دیتی ہے۔

سینکڑوں سال پہلے دو براعظموں کے درمیان مواصلت کرنے کے لیے ہفتے درکار ہوا کرتے تھے لیکن اب یہ سکنڈوں کی بات ہے۔انٹرنیٹ اور برقیاتی ترقیوں کو سلام۔کسی لمبے سفر سے جن سامانوں کو لانے میں کبھی ہفتے لگ جاتے تھے اب پلک جھپکتے ہی حاضر ہوجاتے ہیں۔چند صدیاں پہلے ایک خط لکھنے میں جتنا وقت صرف ہوتا ہے آج اتنے وقت میں لاکھوں کتابیں طبع کی جاسکتی ہیں۔نیز دوسری ٹکنالوجیکل ترقیوں نے باور کرادیا ہے کہ اب بہت جلد ہی کھانے پکانے،صفائی ستھرائی اور بچوں کی دیکھ بھال میں بھی زیادہ وقت صرف نہیں ہوگا۔

اس قسم کی بہت سی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں لیکن یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ساتویں صدی عیسوی میں قیامت کی جو علامتیں بیان ہوئی تھیں وہ آج ایک ایک کرکے وقوع پذیر ہورہی ہیں۔

قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک کہ آدمی کا کوڑا اس سے بات نہ کرنے لگے۔(۲۶۲)

کوڑا ایک آلے کے طور پر جانا جاتا ہے جو پہلے زمانے میں اونٹ یا گھوڑے جیسے جانوروں کو چلانے یا ہنکانے کے کام آتا تھا،اگر ہم اس حدیث کا غائرانہ جائزہ لیں تو پتہ چلے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک موازنہ فرمارہے ہیں۔چلیں ہم اس عہد میں سانس لینے والے لوگوں سے ایک سوال کرتے ہیں:کیا کوئی ایسا جدید آلہ ہے جو کوڑے کے مشابہ ہے اور بات بھی کرتا ہے؟۔

اس سوال کا سب سے معقول جواب یہی ہوگا کہ وہ لمبے پونچھ والا موبائل فون ہے یا اس سے ملتے جلتے مواصلاتی آلات۔اگر ہم فرض کرلیں کہ موبائل یا سیٹلائٹ فون مقابلۃً حال کی ترقیاں ہیں تو اس کے پیچھے بھی چودہ سو سال پہلے زبانِ رسالت سے نکلی ہوئی حکمت ودانائی ہی کارفرما ہے۔یہ بھی اس امر کا ایک اور اشارہ ہے کہ ہم اس عہد میں جی رہے ہیں جو قیامت سے بالکل لگا ہوا ہے۔

روزِ جزا اس وقت آئے گا جب آدمی کی خود اپنی آواز اس سے بات کرے گی (۲۶۳)۔

حدیث میں دیا گیا پیغام نہایت واضح ہے: ایک انسان کا خود اپنی آواز کو سن لینا قیامت کی نشانی ہے۔ اس میں تو کوئی شبہہ ہی نہیں کہ کسی کو خود اپنی آواز سننے کے لیے پہلے اس کی ریکارڈنگ ناگزیر ہے، ازاں بعد اسے بجا کر سننا ہوتا ہے۔ آوازوں کی ریکارڈنگ، اور تخلیق مکرر کرنے والے آلات، بیسویں صدی کی ایجاد ہیں۔ اس ترقی نے سائنسی تحریک و بیداری کے ساتھ مواصلاتی اور میڈیائی انڈسٹریز کو جنم دینے کی راہ دکھائی۔

مختصر یہ کہ ہمارے زمانے کے برقیاتی آلات جیسے مائیکروفون اور سپیکر وغیرہ ہمیں اپنی آواز ریکارڈ کر کے پھر دوبارہ اسے سننے کا موقع فراہم کرتے ہیں اور یہ بھی اسی مذکورہ بالا حدیث کے ضمن میں آتے ہیں۔

اس دن کی نشانی: آسمان سے ایک ہاتھ ظاہر ہوگا جسے لوگ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے (۲۶۴)۔

اس دن کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آسمان سے ایک ہاتھ نکلے گا اور لوگ اسے دیکھنا نہ چاہیں گے (۲۶۵)۔

مذکورہ بالا حدیث میں لفظ "ہاتھ" عربی کے لفظ "ید" کا ترجمہ ہے۔ نیز فرہنگ میں "ید" کے دوسرے معنی مثلاً قوت، طاقت، زور اور ذریعہ وطریقہ وغیرہ بھی ملتے ہیں۔ اور غالباً یہاں حدیث میں "ید" کے یہی دوسرے معانی مراد لیے گئے ہیں۔

آسمان سے طاقت وقوت کے فلسفے کا آشکار ہونا اور لوگوں کی نگاہوں کا اس پر شاہد عدل ہونا شاید ازمنہ ماضیہ کے حوالے سے زیادہ بامعنی ثابت نہ ہوتا ہم یہ عصر حاضر میں زندگی کی جزء لاینفک سمجھے جانے والے ٹیلی ویژن، کیمرا، اور کمپیوٹر جیسے سازوسامان پر روشنی ضرور ڈالتا ہے، جیسا کہ حدیث

میں بیان ہوا۔ بالفاظِ دیگر حدیث میں "ید" فورس کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جو واضح طور پر ان خاکوں کی نشاندہی کرتا ہے جو لہروں کی شکل میں آسمان سے نیچے اُتری چلی آتی ہیں یعنی ٹیلی ویژن نشریات۔

جس نے بھی تخم گیہوں بویا ہوگا وہ اسے سات سو گنا زیادہ کر کے کاٹے گا۔۔۔۔۔ لوگ تھوڑی مقدار میں بیج ڈالیں گے مگر وافر مقدار میں اس کی پیداوار ہوگی۔۔۔۔۔ خوب بارش ہوگی اور اس کا ایک قطرہ بھی ضائع نہ ہوگا (۲۶۶)۔

مزید برآں رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے علاوہ بھی آخری وقت کے بارے میں کچھ دوسرے ٹیکنیکل فوائد پر روشنی ڈالی ہے۔ حدیث میں سمند توجہ کو زرعی اصول، پیداوار کے نئے طریقے، افزائش تخم پر تحقیق نیز آب باراں کی مدد سے مصنوعی جھیل اور ڈیمز کی تعمیر کر کے بہتر طریقے پر پیداوار کی افزودگی کی سمت بھی مہمیز کیا گیا ہے۔

اس وقت عمریں دراز ہو جائیں گی (۲۶۷)۔

نبی غیب داں علیہ السلام نے یہ خبریں چودہ صدی پہلے دی تھیں۔ اور آج ہو بہو وہی ہو رہا ہے کہ اوسط عمر کا گراف پچھلے ادوار کے مقابلے میں اس عہد میں کچھ زیادہ ہی بڑھ گیا ہے۔ بیسویں صدی کے آغاز و اختتام کے درمیان ایک نمایاں فرق محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً یہ فرض کیا گیا تھا کہ ۱۹۰۰ء میں پیدا ہونے والے بچے کے مقابلے میں ۱۹۹۵ء میں پیدا ہونے والا بچہ کوئی ۳۵ سال زیادہ زندہ رہے گا۔ یہاں دلچسپ بات یہ ہے کہ ماضی قریب میں کچھ لوگ ۱۰۰ سال سے زیادہ زندہ رہے ہیں، جب کہ اس وقت یہ بات اور بھی زیادہ عام ہو گئی ہے۔

آخری بات

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس حقیقت کو آشکار فرمادیا ہے کہ اس نے انبیاے کرام کے ذریعہ بہت سے معجزات وقوع پذیر کیے ہیں۔ مثلاً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو زمین پر پھینکا تو وہ اژدہا بن گیا۔ اور جب انھوں نے اسی لاٹھی کو سطح سمندر پر مارا تو وہ دو حصوں میں بٹ گیا اس طرح عین سمندر میں خشک راہ بن گئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن باپ اس دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ اور پنگوڑا میں کلام کیا۔ پھر (مادرزاد) بیماروں کو دولت شفا بخشی۔۔۔۔۔ یہ تمام معجزے اللہ تعالیٰ نے مدد و نصرت کے طور پر انھیں عطا کیے گئے تھے تاکہ وہ ان کے ذریعہ لوگوں کو لبھائیں اور ایمان باللہ پر آمادہ کریں۔

یوں ہی اللہ تعالیٰ نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو دو طرح کے معجزات سے نوازا۔ ایک تو وہ جو قرآن کے نورانی صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں اور دوسرے ان کو غیب کی خبروں پر مطلع فرماکر۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب اور مستقبل بعید میں ہونے والے تمام واقعات و حوادثات کو تفصیل سے بیان فرمادیا۔ تاکہ اسے دیکھنے کے بعد مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ میں تازگی کی لہر دوڑ جائے، اور غیر مسلموں کے دل عظمت اسلام کو قبول کرنے کے لیے دھڑکنے لگیں۔

جن واقعات کی آپ کے عہد مسعود میں وقوع پذیری ناممکن سمجھی گئی تھی نیز کسی نے اس کی بابت سوچا بھی نہیں تھا اُن کا اس دور میں پے درپے وقوع پذیر ہونا اس فرمانِ رسول کی صداقت وکرامت کی بین وباہر دلیل ہے۔

اب یہ حقیقت بالکل بے غبار ہوجانی چاہیے کہ جو لوگ صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کے انکاری ہیں کیا وہ ان معجزاتِ نبوی اور قرآن حکیم کے روشن دلائل کے باوجود اب بھی راہِ راست پر نہیں آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو قرآن میں یوں بیان کیا ہے:

وہ بڑے تاکیدی حلف کے ساتھ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ اگر ان کے پاس کوئی (کھلی) نشانی آجائے تو وہ اس پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ (ان سے) کہہ دو کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں، اور (اے مسلمانو!) تمھیں کیا خبر کہ جب وہ نشانی آجائے گی (تو) وہ (پھر بھی) ایمان نہیں لائیں۔ (سورۂ انعام: ۱۰۹/۶)

خاتمہ: رسول اللہ ﷺ کے متبعین کے لیے امان ہے

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کے رنگ میں رنگے جانے کی اہمیت اور مخصوص حالات میں آپ کے بلند پایہ کردار و سلوک کو اپنانے کی عظمت کا راز اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ ہمیں قربِ الٰہی، طہارت ایمان و عقیدہ، اور حیا و شرافت کے نمونے کے طور پر کام آئیں گے۔ عصر حاضر میں لوگوں کی ایک وافر مقدار کچھ مخصوص لوگوں کو "رول ماڈل" کے طور پر قبول کر کے اُن کے عادات واطوار اور لباس و گفتار کو اپنا کر اُن کی سی زندگی گزارنے میں فخر محسوس کر رہی ہے حالاں کہ ایسے لوگوں کو (فلاح دارین حاصل کرنے کے لیے) انبیاء و مرسلین خصوصًا معلم انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے وابستگی اختیار کر کے ان کی کامل اتباع و تقلید کرنی چاہیے۔

آیت قرآنی میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود اپنی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے، ان کی نصرت و حمایت کرنے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی اہمیت کو اُجاگر فرمادیا ہے۔ ایسے لوگوں کو تحفظ و امان بخشنے کی خوش خبری اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یوں دی ہے:

تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو۔ (سورۂ فتح: ۹/۴۸)

۔۔۔۔۔۔پس جو لوگ اس (برگزیدہ رسول) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم و توقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد و نصرت کریں گے اور اس نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو ان کے ساتھ اُتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔ (سورۂ اعراف: ۷/۱۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حق صرف اسی وقت ادا ہو سکتا ہے جب ہم قرآن وحدیث کو اپنی صحن زندگی میں اتارنے کے ساتھ ساتھ اس کے اخلاقی پیغام کو انفس وآفاق کی پنہائیوں میں پہنچادیں۔ اور اپنی استطاعت کے مطابق ان کے نقش قدم پر چلنے کی تمام تر کوششیں بروئے کار لائیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نصرت ومدد ایسوں پر بالکل ایسے ہی اُترے گی جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر نازل ہوئی تھی۔ پھر اللہ ان کی مشکلیں آسان کردے گا اور ایسی فتح وظفر سے ہمکنار کرے گا جو ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع وپیروی کا راز اسی میں پنہاں ہے کہ ہم اپنے پروردگار کی رضا وخوشنودی، اور اس کی رحمت وجنت کو جیت لیں۔

کتابیات واِشاریات

۱) سرکار کا خطبہ

حجۃ الوداع۔(http://www.stanford.edu/~jamila/Sermon.html)

۲) موطا امام مالک:۷۴،نمبر ۷۴۔۱۔۸

۳) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۳۶۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۴) سنن ابو دائود:۴۰/۴۶۶۵

۵) موطا امام مالک:۴۶/۴

۶) جامع ترمذی

۷) صحیح مسلم شریف:۴۱/۱۳۸۷

۸) جامع ترمذی:۲۰

۹) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۰۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۱۰) سنن ابو دائود:۵۰۹۷

۱۱) مسند احمد بن حنبل:۱۵۸/۴

۱۲) سرکار کا خطبہ

حجۃ الوداع۔(http://www.stanford.edu/~jamila/Sermon.html)

۱۳) دی پیکٹ آف

نجران،مقالہ:۶ http://www.islamicresources.com/Pact-of-Najran.htm

۱۴) دی کانسٹی ٹیوشن آف مدینہ، http://www.islamic-study.org/jews-prophet-p.-2.htm

۱۵) دی کانسٹی نیوشن آف مدینہ، http://www.islamic-study.org/jews-prophet-p.-2.htm

۱۶) صحیح بخاری شریف:۹/۲۵۱

۱۷) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۳۶۔مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۱۸) فقہ السنہ:۴/۱۱۴

۱۹) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۸۸۔مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۲۰) صحیح بخاری شریف:۸/۱۴۶

۲۱) صحیح بخاری شریف:۴/۵۲۔حدیث نمبر:۲۷۵

۲۲) صحیح بخاری شریف:۷/۱۔۲

۲۳) جامع ترمذی

۲۴) صحیح بخاری شریف:۱۹

۲۵) صحیح بخاری شریف:۸/۴۰

۲۶) موطاامام مالک:۱۵/۲۸

۲۷) http://www.geocities.com/arabicpaper911/fiqh/s10.html

۲۸) صحیح مسلم شریف

۲۹) مولوی محمد منظور نعمانی۔معارف الحدیث:۴/۳۳۴۔دارالاشاعت پبلکیشن، کراچی

۳۰) صحیح مسلم شریف:۳/۴۴۲۔اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۰ء

۳۱) شمائل ترمذی: مشمولات (۳۳۴) حدیث نمبر:۹

۳۲) شمائل ترمذی:۲۳۴۔اسلامک بک سروس پبلیکیشن، نیو دہلی ۲۰۰۰ء

۳۳) احمد ضیاء الدین الکموش خناوی۔ رموز الحدیث:۱۔۹۶/۲

۳۴) امام غزالی۔ احیاء علوم الدین:۲/۲۳۴۔ مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۳۵) صحیح بخاری:۴۶۶۷

۳۶) مقدمہ سنن ابن ماجہ:۷

۳۷) صحیح بخاری و صحیح مسلم

۳۸) کتاب التوحید۔ باب

http://islamicweb.com/beliefs/creed/abdulwahab/KT1-chap-۲:

02.htm

۳۹) سنن ابن ماجہ:۲/۳۳۸۹

۴۰) جامع ترمذی

۴۱) صحیح بخاری:۹/۳۸۱

۴۲) جامع ترمذی:۲۷۹

۴۳) صحیح بخاری:۲/۳۷۵

۴۴) صحیح بخاری:۴/۳۸۵

۴۵) فقہ السنہ:۴/۱۳

۴۶) صحیح مسلم:۴۰/۶۸۳۰

۴۷) صحیح بخاری:۴/۶۲۶

۴۸)

http://www.dartmouth.edu/~alnur/ISLAM/PROPHET/sayings.h

tm

۴۹) صحیح مسلم شریف

۵۰) عبدالودود۔ چہل احادیث نبویہ۔ مترجمہ: اعجاز ابراہیم وینیر جو، ہنسن -ڈیویز۔ طبع سوم ۱۹۸۵ء

۵۱) مسند امام احمد بن حنبل و سنن ابوداؤد

۵۲) امام غزالی۔ احیاء علوم الدین: ۳/ ۵۲۔ مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیودہلی۔ ۲۰۰۱ء

۵۳) امام غزالی۔ احیاء علوم الدین: ۳/ ۵۳۔ مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیودہلی۔ ۲۰۰۱ء

۵۴) صحیح مسلم شریف: ۱/ حدیث: ۱۶۴

۵۵) صحیح مسلم شریف

۵۶۔) سنن ابوداؤد: ۴۱/ ۵۰۹۷

۵۷) صحیح بخاری شریف: ۷/ ۲/ ۷ حدیث: ۶۸۰

۵۸) صحیح مسلم شریف: ۳۲/ حدیث: ۶۲۴۸

۵۹) جامع ترمذی: حدیث: ۱۳۷۶

۶۰) صحیح بخاری شریف: ۳۵/ حدیث: ۶۵۲۵

۶۱) صحیح بخاری شریف: ۹/ حدیث: ۳۸۲

۶۲) مسند امام احمد بن حنبل: ۱/ ۳۸۷۔ امام ابن کثیر: دنیوی زندگی سوائے لہو ولعب کے کچھ بھی

نہیں

۶۳) صحیح بخاری شریف: ۶/ حدیث: ۳۰۰

٦٤) صحیح بخاری شریف:۹/ ۴۳

٦٥) یارڈ۔ڈوک، ڈاکٹر ارہان اطالوی، دوگو-باٹی کین کلارندہ برلکٹ یساما(مشرقی و مغربی وسائل کا اختلاط)صفحہ:۹۵گزیٹساٹلروی یزرلر
وقفی یون لاری، استنبول ۱۹۹۹ء

٦٦) صحیح بخاری شریف:۲/ ۷ ۵۳

٦٧) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/ ۲۵۱۔مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

٦٨) موطا امام مالک:۴۹ حدیث:۱

٦٩) شمائل ترمذی:ص ۱۷۔اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیو دہلی ۲۰۰۰ء

۷۰) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/ ۲۵۰۔مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۷۱) جامع ترمذی

۷۲) جامع ترمذی:حدیث:۱۵۲۴

۷۳) جامع ترمذی

۷۴) جامع ترمذی

۷۵) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/ ۲۵۱۔مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۷٦) مولوی صفی الرحمن مبارک پوری "رحیق مختوم" باب: خصائل و شمائل محمدی۔اسلام یوتھ وائس

۷۷) احمد جودت پاشا۔قصص الانبیاء:۱/ ۳٦۴ تا ۳٦۵، مطبوعہ: استنبول ۱۳۳۱ھ

۷۸) جامع ترمذی

۷۹) جامع ترمذی

۸۰) جامع ترمذی

۸۱) شمائل ترمذی: ص ۱۳۱۔ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیو دہلی ۲۰۰۰ء

۸۲) امام غزالی۔ احیاء علوم الدین: ۲/۲۵۱۔ مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۸۳) صحیح بخاری شریف: ۵/۶۱۳

۸۴) جامع ترمذی

۸۵) جامع ترمذی

۸۶) جامع ترمذی

۸۷) جامع ترمذی

۸۸) اسلام اور عیسائیت۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم وجلیل اخلاق وعادات۔ ذیل کی سائٹ ملاحظہ فرمائیں:

www.hizmetbooks.org/Islam-andChristianity/10.htm

۸۹) سنن ابوداؤد: ۳۳/۳ حدیث: ۴۱۵۱

۹۰) جامع ترمذی

۹۱) جامع ترمذی

۹۲) جامع ترمذی

۹۳) امام غزالی۔ احیاء علوم الدین: ۳/۲۶۸۔ مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۹۴) صحیح مسلم شریف

۹۵) تفسیر ابن کثیر: ۲/۴۲۔ ملخصہ شیخ محمد نصیب الرفاعی۔ الفردوس لمٹیڈ لندن

۹۶) طبقات الحدیث: ۴/ حدیث: ۳۴۶

۹۷) مولوی محمد منظور نعمانی۔ معارف الحدیث: ۲۷۸/۳، ۱۶۵۲۔ دارالاشاعت پبلی کیشنز، کراچی

۹۸) موطا امام مالک، کتاب الشعر۔ باب اصلاح الشعر: ۹۴۹/۲

۹۹) سنن ابوداؤد: ۸۳/۴

۱۰۰) الترغیب والترہیب: ۹۳/۳

۱۰۱) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۷۴ کتاب بھون پبلی کیشن، نیودہلی: ۱۹۹۷ء

۱۰۲) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۶۱ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۰۳) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۱۱ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۰۴) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۵۵ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۰۵) صحیح مسلم شریف: ۴۱۲/۳

۱۰۶) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۵۱ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۰۷) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۵۱ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۰۸) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۸۰ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۰۹) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۸۱ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۱۰) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۸۱ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۱۱) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۱۸ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۱۲) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۱۸ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۱۳) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۱۵ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۱۴) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۲۲ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۱۵) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی: ۱۲۶ اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۱۶) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۰۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۱۷) امام ترمذی۔شمائل ترمذی:۲۰۹اسلامک بک سروس پبلی کیشنز،نیودہلی:۲۰۰۰ء

۱۱۸) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۱۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۱۹) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۱۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۲۰) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۱۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۲۱) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۱۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۲۲) مولوی محمد منظور نعمانی۔معارف الحدیث:۴/۳۳۵۔دارالاشاعت پبلی کیشنز،کراچی

۱۲۳) امام ترمذی۔شمائل ترمذی:۲۲۳اسلامک بک سروس پبلی کیشنز،نیودہلی:۲۰۰۰ء

۱۲۴) امام ترمذی۔شمائل ترمذی:۲۲۴اسلامک بک سروس پبلی کیشنز،نیودہلی:۲۰۰۰ء

۱۲۵) مولانا فضل کریم،الحدیث:۴/۳۴۰

۱۲۶) امام ترمذی۔شمائل ترمذی:۳۶۲اسلامک بک سروس پبلی کیشنز،نیودہلی:۲۰۰۰ء

۱۲۷) صحیح بخاری:۴/۵۶۔اسلامک بک سروس پبلی کیشنز،نیودہلی:۲۰۰۲ء

۱۲۸) احمد جودت پاشا۔قصص الانبیاء:۴/۳۶۴تا۳۶۵۔مطبوعہ قناعت پریس،استنبول

۱۲۹) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۲۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۳۰) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۲۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۳۱) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۲۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۳۲) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۲۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۳۳) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/۲۴۲۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی۔۲۰۰۱ء

۱۳۴) امام ترمذی۔شمائل ترمذی:۱۶۰اسلامک بک سروس پبلی کیشنز،نیودہلی:۲۰۰۰ء

۱۳۵) اسلام اور عیسائیت۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم وجلیل اخلاق وعادات۔ ذیل کی سائٹ ملاحظہ فرمائیں:

www.hizmetbooks.org/Islam-andChristianity/10.htm

۱۳۶) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی:۱۸۸اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۳۷) امام غزالی۔ احیاء علوم الدین:۲/ ۲۴۳۔ مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیودہلی۔ ۲۰۰۱ء

۱۳۸) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی:۱۶۳اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۳۹) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی:۱۵۵اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۴۰) اسلام میں کھانے اور غذائیں۔ www.stuymsa.org/origMSAarticles.htm

۱۴۱) http://www.ourdialogue.com/m25.htm

۱۴۲) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی:۱۵۸اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۴۳) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی:۱۹اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی: ۲۰۰۰ء

۱۴۴) مولوی محمد منظور نعمانی۔ معارف الحدیث:۳/ ۵۰۵۔ دارالاشاعت پبلی کیشنز، کراچی

۱۴۵) مشکوٰۃ المصابیح مع متن عربی۔ از: مولانا فضل کریم:۱۴۹

۱۴۶) امام ترمذی۔ شمائل ترمذی:۱۶۷کتاب بھون پبلی کیشنز، نیودہلی: ۱۹۹۷ء

۱۴۷) سنن ابوداؤد

۱۴۸) صحیح بخاری شریف

۱۴۹) http://www.universalunity.net/quran4/035.qmt.html

۱۵۰) امام غزالی۔ احیاء علوم الدین:۱/ ۱۳۸۔ مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیودہلی۔ ۲۰۰۱ء

۱۵۱) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/ ۱۳۷ تا ۲۴۱۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۱۵۲) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی، جمع الفوائد من جمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/ ۳۳

۱۵۳) http://www.alinaam.org.za/LIBRARY/pallah.htm

۱۵۴) http://www.salaam.co.uk/knowledge/ruqaiyyah4.php158

۱۵۵) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۳/ ۵۲۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۱۵۶) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/ ۱۳۲۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۱۵۷) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/ ۲۴۸۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۱۵۸) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی، جمع الفوائد من جمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/ ۳۳۔

۱۵۹) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی، جمع الفوائد من جمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/ ۳۳۔

۱۶۰) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی، جمع الفوائد من جمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/ ۳۳۔

۱۶۱) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی، جمع الفوائد من جمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/ ۳۴۔

۱۶۲) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی، جمع الفوائد من جمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/ ۳۴۔

۱۶۳) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی، جمع الفوائد من جمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/ ۳۳۔

۱۶۴) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی، جمع الفوائد من جمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/ ۳۲۔

۱۶۵) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی، جمع الفوائد من جمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/ ۳۲۔

۱۶۶) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/ ۱۴۰۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۱۶۷) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/ ۱۳۱۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۱۶۸) http://www.ourdialogue.com/m25.htm

۱۶۹) صحیح بخاری شریف

۱۷۰) صحیح بخاری:۷/۲۴۱۔اسلامک بک سروس پبلی کیشنز،نیودہلی ۲۰۰۲ء
۱۷۱) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیرالوصول الی جامع الاصول:۱۵/۲۰۹
۱۷۲) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۳/۶۸۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی ۲۰۰۱ء
۱۷۳) صحیح بخاری:۳/۵۹۷۔اسلامک بک سروس پبلی کیشنز،نیودہلی ۲۰۰۲ء
۱۷۴) امام ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی دمشقی۔ریاض الصالحین:۱۳۳۰
۱۷۵) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۳/۱۲۴۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی ۲۰۰۱ء
۱۷۶) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۳/۱۶۷۔مطبوعہ اسلامک بک سروس،نیودہلی ۲۰۰۱ء
۱۷۷) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیرالوصول الی جامع الاصول:۲/۴۴۸
۱۷۸) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیرالوصول الی جامع الاصول:۲/۴۵۰
۱۷۹) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیرالوصول الی جامع الاصول:۲/۲۵۰تا۲۵۱
۱۸۰) http://www.diyanetvakfi.dk
۱۸۱) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیرالوصول الی جامع الاصول:۱۵/۲۰۹
۱۸۲) صحیح مسلم شریف:۴/۱۱۰
۱۸۳) امام محمد بن محمد بن سلیمان الرودانی،سمع الفوائد من سمع الاصول و مجمع الزوائد:۵/۱۳۶۔
۱۸۴) صحیح مسلم شریف:۴/حدیث:۲۴۲۱۴۱اسلامک بک سروس،نیودہلی (انڈیا)
۱۸۵) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیرالوصول الی جامع الاصول:۲/۵۰۸
۱۸۶) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیرالوصول الی جامع الاصول:۲/۵۰۸
۱۸۷) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیرالوصول الی جامع الاصول:۲/۵۰۹
۱۸۸) صحیح مسلم شریف:۷/حدیث:۳۱۷۰

۱۸۹) صحیح مسلم شریف:۴/ حدیث:۱۸۸۵۔۲۷۷۲

۱۹۰) صحیح بخاری شریف:۳/ ۳۴حدیث:۳۳۳

۱۹۱) صحیح مسلم شریف۔کتاب الفضائل:۳۰/ حدیث:۵۷۵۸

۱۹۲) وسائل، ابواب، احکام الاولاد، ۴۔باب؛حسین حتمی، الٰہی حکمت کدم(عورت اور حکمت الٰہیہ)برلیسک پبلی کیشنز،۴/ ۲۷استنبول ۱۹۹۹ء

۱۹۳)

http://www.usc.edu/dept/MSA/fundamentals/Prophet/Prophet description.html#children

۱۹۴) صحیح بخاری شریف:۸/ ۱۹۹۔اسلامک بک سروس پبلی کیشنز، نیودہلی، ۲۰۰۲ء

۱۹۵) صحیح بخاری شریف:۹۱

۱۹۶) صحیح مسلم شریف:۱۵/ ۷۵، کتاب الفضائل

۱۹۷) صحیح بخاری و صحیح مسلم

۱۹۸) مسند ابوقتادہ

۱۹۹) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیر الوصول الی جامع الاصول:۲/ ۵۱۲

۲۰۰) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔تیسیر الوصول الی جامع الاصول:۲/ ۵۱۵

۲۰۱) جامع ترمذی

۲۰۲) امام غزالی۔احیاء علوم الدین:۲/ ۳۲

۲۰۳) صحیح مسلم شریف:۶۳کتاب الفضائل

۲۰۴) صحیح مسلم شریف:۸/ حدیث:۳۴۵۰

۲۰۵) صحیح مسلم شریف:۸/ حدیث:۳۴۶۵

۲۰۶) امام غزالی۔ احیاء علوم الدین:۲/ ۳۲۔ مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۲۰۷) امام غزالی۔ احیاء علوم الدین:۲/ ۳۲۔ مطبوعہ اسلامک بک سروس، نیو دہلی ۲۰۰۱ء

۲۰۸) وارین ٹریڈ گولڈ، اے ہسٹری آف دی بیزنٹائن سٹیٹ اینڈ سوسائٹی:۲۹۹، ۲۸۷۔ اسٹن فورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۹۷ء

۲۰۹) وارین ٹریڈ گولڈ، اے ہسٹری آف دی بیزنٹائن سٹیٹ اینڈ سوسائٹی:۲۹۹، ۲۸۷۔ اسٹن فورڈ یونیورسٹی پریس ۱۹۹۷ء

۲۱۰) الملیلی حمدی محمد یزیر۔ قرآن کریم تفسیر (تفسیر قرآن)

۲۱۱) امام طبری۔ تفسیر طبری

۲۱۲) الحافظ ابن الذہب الشیبانی۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول:۱۵/ ۴۲۰

۲۱۳) http://lists.isb.sdnpk.org/pipermail/cyberclub-old/1999-April/000341.html

۲۱۴) http://www.mustakiim.de/Islam/IslamTarihi/bilgi5.htm

۲۱۵) ایم۔ جی۔ ایس۔ ہوڈگسن۔ دی وینچر آف اسلام:۱/ ۶۱۔ از پبلی کیشنز، استنبول: ۱۹۹۳ء

۲۱۶) http://www.mustakiim.de/Islam/IslamTarihi/bilgi5.htm

۲۱۷) الرحیق المختوم۔ http://www.quraan.com/Raheeq/32.asp

۲۱۸) http://cyberistan.org/islamic/chosroes.html

۲۱۹)

http://www.najaco.com/islam/companions_prophet/sahmi.htm

۲۲۰) http://cyberistan.org/islamic/chosroes.html

۲۲۱) http://cyberistan.org/islamic/chosroes.html

۲۲۲)

http://www.najaco.com/islam/companions_prophet/sahmi.htm

۲۲۳) صالح سورک،(سیرت رسولِ اکرم):۲۲۵۔یعنی اسیاپبلی کیشنز،استنبول ۱۹۹۸ء

۲۲۴) http://cyberistan.org/islamic/chosroes.html

۲۲۵) صالح سورک،(سیرت رسولِ اکرم):۲۲۵۔یعنی اسیاپبلی کیشنز،استنبول ۱۹۹۸ء

۲۲۶) ایچ۔ جی۔ ویلیس، مختصر تاریخ عالم۔http://www.bartleby.com/86/41.html;

http://www.encyclopedia.com/printablenew/25555.html

۲۲۷) صحیح بخاری شریف

۲۲۸) صحیح بخاری شریف

۲۲۹) المتقی الہندی۔البرہان فی علامات المہدی آخرالزمان:۲۷

۲۳۰) المتقی الہندی۔البرہان فی علامات المہدی آخرالزمان:۳۸

۲۳۱) جامع ترمذی

۲۳۲) المتقی الہندی۔کنزالعمال

۲۳۳) صحیح بخاری شریف

۲۳۴) صحیح بخاری شریف:۲/۱۴۶

۲۳۵) المتقی الہندی۔البرہان فی علامات المہدی آخرالزمان: ۵۹

۲۳۶) صحیح بخاری شریف:۹/ ۸۸ حدیث:۲۳۵

۲۳۷) صحیح بخاری شریف:۹/ ۸۸ حدیث:۲۳۵

۲۳۸) اسماعیل متلو، قیامت الامٹلری۔(روزِ آخرت کی نشانیاں):استنبول ۱۹۹۹ء

۲۳۹) ابن حجر ہیثمی۔ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر:۴۷

۲۴۰) امام سرانی۔(موت، عدل اور بعث بعد الموت): ۴۴۰۔ بدری پبلی کیشنز، استنبول

۲۴۱) ابن حجر ہیثمی۔ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر:۵۴

۲۴۲) ابن حجر ہیثمی۔ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر:۵۴

۲۴۳) المتقی الہندی۔ البرہان فی علامات المہدی آخر الزمان:۳۲

۲۴۴) امام ربانی۔ مکتوباتِ امام ربانی:۲/ ۱۱۷۰۔ مترجمہ: عبد القادر اکسییسک، استنبول ڈ گیٹم۔ اے۔ ایس، استنبول

۲۴۵) المتقی الہندی۔ البرہان فی علامات المہدی آخر الزمان:۳۵

۲۴۶) اسماعیل متلو، قیامت الامٹلری۔(روزِ آخرت کی نشانیاں):۱۶۶ مٹلو پبلی کیشنز استنبول ۱۹۹۹ء

۲۴۷) امام سرانی۔(موت، عدل اور بعث بعد الموت):۴۶۱۔ بدری پبلی کیشنز، استنبول

۲۴۸) نسائی از فتورا، کرٹلر سوفر اسندا اور ٹادوگو:۱۷۵ ادیم پبل کیشنز، ۱۹۸۳ء

۲۴۹) حریت نیوز پیپر، ۲۳/ جنوری ۱۹۹۱ء

۲۵۰) نسائی از فتورا، کرٹلر سوفر اسندا اور ٹادوگو:۱۷۵ ادیم پبل کیشنز، ۱۹۸۳ء

۲۵۱) ابن حجر ہیثمی۔ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر:۴۷

۲۵۲) سنن ابوداؤد شریف

۲۵۳) ابن حجر ہیثمی۔ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر:۴۹

۲۵۴) ابن حجر ہیثمی۔القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر:۴۹

۲۵۵) صحیح بخاری شریف:۲/۱۷۔حدیث:۱۴۲۶

۲۵۶) احمد ضیاء الدین الکموش کھناوی۔رموز الاحادیث:۲/۱۸۷

۲۵۷) جامع ترمذی شریف

۲۵۸) صحیح بخاری شریف:۹/ حدیث:۲۳۲۷

۲۵۹) صحیح بخاری شریف

۲۶۰) مسند احمد ابن حنبل

۲۶۱) جامع ترمذی

۲۶۲) جامع ترمذی:حدیث:۱۴۵۰

۲۶۳) القرطبی۔التذکرہ

۲۶۴) ابن حجر ہیثمی۔القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر:۵۳

۲۶۵) المتقی الہندی۔البرہان فی علامات المہدی آخر الزمان:۳۲

۲۶۶) ابن حجر ہیثمی۔القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر:۴۳

۲۶۷) ابن حجر ہیثمی۔القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر:۴۳

سرخیاں اور آیتیں

۸

جو(دعوتِ حق، تبلیغ رسالت اور روحانی استعداد میں)قوت و ہمت والے ہیں۔(اور)مالک عرش کے حضور بڑی قدر و منزلت والے ہیں۔(تمام جہانوں کے لیے)واجب الاطاعت ہیں،امانت دار ہیں۔(سورۂ تکویر:۸۱/۲۰تا۲۱)

۱۱

اور ہم رسولوں کو نہیں بھیجا کرتے مگر(لوگوں کو)خوش خبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے(بناکر)، اور کافر لوگ(ان رسولوں سے)بیہودہ باتوں کے سہارے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس(باطل)کے ذریعہ حق کو زائل کردیں اور وہ میری آیتوں کو اور اس(عذاب)کو جس سے وہ ڈرائے جاتے ہیں ہنسی مذاق بنا لیتے ہیں۔(سورۂ کہف:۱۸/۵۶)

۱۲

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اس کے رب کی نشانیاں یاد دلائی گئیں تو اس نے ان سے روگردانی کی اور ان(بداعمالیوں)کو بھول گیا جو اس کے ساتھ آگے بھیج چکے تھے۔بیشک ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس حق کو سمجھ(نہ)سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ پیدا کردیا ہے(کہ وہ اس حق کو سن نہ سکیں)،اور اگر آپ انھیں ہدایت کی طرف بلائیں تو وہ کبھی بھی قطعاً ہدایت نہیں پائیں گے۔(سورۂ کہف:۱۸/۵۷)

۱۴

یہ اللہ کی آیتیں ہیں ہم انھیں(اے حبیب!)آپ پر سچائی کے ساتھ پڑھتے ہیں اور بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔(سورۂ بقرہ:۲/۲۵۲)

۱۵

حامد ایٹک: کیلی ثلث رسم الخط میں لکھا ہوا ایک بے مثال طغرہ۔ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مرقوم ہے: ''بہترین لوگ وہ ہیں جو دوسروں کے کام آئیں''۔

۱۷

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے، ایسے ہی لوگ اپنے رب کے حضور پیش کیے جائیں گے اور گواہ کہیں گے: یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا، جان لو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ (سورۂ ہود: ۱۱/ ۱۸)

۲۱

ہیکی نظیف بے کے ہاتھوں تحریر کردہ قرآن کریم کی سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۴۲ : ''اور اللہ کو ان کاموں سے ہرگز بے خبر نہ سمجھنا جو ظالم انجام دے رہے ہیں۔۔۔۔

۲۳

پھر ہم نے پے در پے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ جب بھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آتا وہ اسے جھٹلا دیتے تو ہم (بھی) ان میں سے بعض کے پیچھے (ہلاک در ہلاک) کرتے چلے گئے اور ہم نے انھیں داستانیں بنا ڈالا، پس ہلاکت ہو ان لوگوں کے لیے جو ایمان نہیں لاتے۔ (سورۂ مومنون: ۲۳/ ۴۴)

۲۶

چارلس رابرٹسن، مثقف گیلری، لندن۔

۲۷

اور لوگوں کو جب کہ ان کے پاس ہدایت آچکی تھی کسی نے (اس بات سے) منع نہیں کیا تھا کہ وہ ایمان لائیں اور اپنے رب سے مغفرت طلب کریں سوائے اس (انتظار) کے کہ انھیں اگلے لوگوں کا طریقہ (ہلاکت) پیش آئے یا عذاب ان کے سامنے آجائے۔ (سورۂ کہف: ۱۸/ ۵۵)

۲۹

ذخیرۂ جی۔ مسارا سے۔ شاہکارانہ انداز میں لکھی گئی قرآن کی مشہور آیت: ''ہم نے آپ کو سارے جہان کے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ (سورۂ انبیاء: ۱۰۷)

۳۰

۔۔۔لیکن اللہ اپنے رسولوں سے جسے چاہے (غیب کے علم کے لیے) چن لیتا ہے، سو تم اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائو، اور اگر تم ایمان لے آئو اور تقویٰ اختیار کرو تو تمھارے لیے بڑا ثواب ہے۔ (سورۂ آل عمران: ۳/ ۱۷۹)

۳۱

اگر (ان بے پناہ کرم نوازیوں کے باوجود) پھر (بھی) وہ روگردانی کریں تو فرما دیجیے: مجھے اللہ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اسی پر بھروسہ کیے ہوئے ہوں اور وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ (سورۂ توبہ: ۹/ ۱۲۹)

۳۴

اور ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر (یہ کہ) وہ کھانا (بھی) یقیناً کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی (حسب ضرورت) چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم کو ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا ہے، کیا تم (آزمائش پر) صبر کرو گے؟ اور آپ کا رب خوب دیکھنے والا ہے۔ (سورۂ فرقان: ۲۵/ ۲۰)

۳۷

ہیکی نظیف بے کے ہاتھوں تحریر کردہ قرآن کریم کی سورۂ نساء کی آیت نمبر ۵۸ : "بے شک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ۔۔۔۔۔۔جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔۔۔۔۔

۳۸

بے شک میں نے اللہ پر توکل کر لیا ہے جو میرا (بھی) رب ہے اور تمھارا (بھی) رب ہے، کوئی چلنے والا (جاندار) ایسا نہیں مگر وہ اسے اس کی چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے (یعنی مکمل طور پر اس کے قبضہ قدرت میں ہے) بیشک میرا رب (حق و عدل میں) سیدھی راہ پر (چلنے سے ملتا) ہے۔ (سورۂ ہود: ۱۱/ ۵۶)

۳۹

اور آپ کا رب بڑا بخشنے والا صاحب رحمت ہے، اگر وہ ان کے کیے پر ان کا مواخذہ فرماتا تو ان پر یقیناً جلد عذاب بھیجتا، بلکہ ان کے لیے (تو) وقتِ وعدہ (مقرر) ہے، (جب وہ وقت آئے گا تو) اس کے سوا ہرگز کوئی جائے پناہ نہیں پائیں گے۔ (سورۂ کہف: ۱۸/ ۵۸)

۴۴

(وہ) رسول اس پر ایمان لائے (یعنی اس کی تصدیق کی) جو کچھ ان پر ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اور اہل ایمان نے بھی، سب ہی (دل سے) اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر۔۔۔۔۔

۴۵

۔۔۔۔اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، (نیز کہتے ہیں:) ہم اس کے پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان بھی (ایمان لانے میں) فرق نہیں کرتے، اور (اللہ کے حضور) عرض کرتے ہیں: ہم نے (تیرا حکم) سنا اور اطاعت (قبول) کی، اے ہمارے رب! ہم تیری بخشش کے طلب گار ہیں اور (ہم سب کو) تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔ (سورۂ بقرہ: ۲/ ۲۸۵)

۴۶

فرما دیجیے کہ بس مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ ٹھہرائوں۔۔۔۔۔۔

۴۷

۔۔۔۔۔اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔(سورۂ رعد:۱۳/ ۳۶)

۴۸

فرما دیجیے: اے لوگو! بے شک تمھارے پاس تمھارے رب کی جانب سے حق آگیا ہے، سو جس نے راہِ ہدایت اختیار کی بس وہ اپنے ہی فائدے کے لیے ہدایت اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہو گیا پس وہ اپنی ہی ہلاکت کے لیے گمراہ ہوتا ہے اور میں تمھارے اوپر داروغہ نہیں ہوں (کہ تمھیں سختی سے راہِ ہدایت پر لے آئوں)۔(سورۂ یونس:۱۰۸)

۵۰

سمی آفندی۔(۱۸۳۸-۱۹۱۲)۔خطِ نستعلیق میں لکھا گیا ایک نادرِ روزگار طغرہ: ''قصر حکمت و معرفت کی تعمیر میں خوفِ الٰہی خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے''۔

۵۱

اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے وہ انھیں تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے، اور جو لوگ کافر ہیں ان کے حمایتی شیطان ہیں وہ انھیں (حق کی) روشنی سے نکال کر (باطل کی) تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں، یہی لوگ جہنمی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔(سورۂ بقرہ:۲/ ۲۵۷)

۵۲

کیاان کے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے تھے، قوم نوح اور عام اور ثمود اور قوم ابراہیم اور باشندگانِ مدین اور ان بستیوں کے مکین جو الٹ دی گئیں، ان کے پاس (بھی) ان کے رسول واضح نشانیاں لے کر آئے تھے (مگر انھوں نے نافرمانی کی) پس اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ (انکار حق کے باعث) اپنے اوپر خود ہی ظلم کرتے تھے۔ (سورۂ توبہ: ۹/ ۷۰)

۵۳

کیا لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ (صرف) ان کے (اتنا) کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ اور بے شک ہم نے ان لوگوں کو (بھی) آزمایا تھا جو ان سے پہلے تھے سو یقیناً اللہ ان لوگوں کو ضرور (آزمائش کے ذریعہ) نمایاں فرمادے گا جو (دعویٰ ایمان میں) سچے ہیں اور جھوٹوں کو (بھی) ضرور ظاہر کر دے گا۔ کیا جو لوگ برے کام کرتے ہیں یہ گمان کیے ہوئے ہیں کہ وہ ہمارے (قابو) سے باہر نکل جائیں گے؟ کیا ہی برا ہے جو وہ (اپنے ذہنوں میں) فیصلہ کرتے ہیں۔ (سورۂ عنکبوت: ۲۹/ ۲ تا ۴)

۵۴

جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو بے شک اللہ کا مقرر کردہ وقت ضرور آنے والا ہے، اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ (سورۂ عنکبوت: ۲۹/ ۵)

۵۵

اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ہم ان کی ساری خطائیں ان (کے نامہ اعمال) سے مٹادیں گے اور ہم یقیناً انھیں اس سے بہتر جزاعطا فرمادیں گے جو عمل وہ (فی الواقع) کرتے رہے تھے۔ (سورۂ عنکبوت: ۲۹/ ۶)

۵۶

حسین کٹلو۔کے ذریعہ لکھا گیا خوبصورت طغرہ: ''ماشاءاللہ''

۵۹

اور (اے حبیب!) آپ ان لوگوں کو خوش خبری سنادیں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ ان کے لیے (بہشت کے) باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جب انھیں ان باغات میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو (اس کی ظاہری صورت دیکھ کر) کہیں گے: یہ تو وہی پھل ہے جو ہمیں (دنیا میں) پہلے دیا گیا تھا، حالاں کہ انھیں (صورت میں) ملتے جلتے پھل دیے گئے ہوں گے، ان کے لیے جنت میں پاکیزہ بیویاں (بھی) ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ (سورۂ بقرہ: ۲/۲۵)

۶۱

اور (اے حبیب مکرم!) صبر کیجیے اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کے ساتھ ہے اور آپ ان (کی سرکشی) پر رنجیدہ خاطر نہ ہوا کریں اور آپ ان کی فریب کاریوں سے (اپنے کشادہ سینہ میں) تنگی (بھی) محسوس نہ کیا کریں۔ بے شک اللہ اُن لوگوں کو اپنی معیت (خاص) سے نوازتا ہے جو صاحبانِ تقویٰ ہوں اور وہ لوگ جو صاحبانِ احسان (بھی) ہوں۔ (سورۂ نحل: ۱۶/۱۲۷ تا ۱۲۸)

۶۲

اگر تمھیں کوئی بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگتی ہے اور تمھیں کوئی رنج پہنچے تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرتے رہو اور تقویٰ اختیار کیے رکھو تو ان کا فریب تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، جو کچھ وہ کر رہے ہیں بے شک اللہ اس پر احاطہ فرمائے ہوئے ہے۔ (سورۂ آل عمران: ۳/۱۲۰)

۶۳

اور جب ان کے پاس کوئی نشانی آتی ہے (تو) کہتے ہیں: ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمیں بھی ویسی ہی (نشانی) دی جائے جیسی اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ اسے اپنی

رسالت کا محل کسے بنانا ہے۔ عنقریب مجرموں کو اللہ کے حضور ذلت رسید ہوگی اور سخت عذاب بھی (ملے گا) اس وجہ سے کہ وہ مکر (اور دھوکہ دہی) کرتے تھے۔ (سورۂ انعام:۶/۱۲۴)

۶۶

۔۔۔۔(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) انھیں اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع فرماتے ہیں اور ان کے لیے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتے ہیں۔۔۔۔۔

۶۷

اور ان پر پلید چیزوں کو حرام کرتے ہیں اور ان سے ان کے بارِ گراں اور طوقِ (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے ہیں۔۔۔۔۔(سورۂ اعراف:۷/۱۵۷)

کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم (مصائب و مشکلات سے گزرے بغیر یوں ہی) چھوڑ دیے جائو گے حالاں کہ (ابھی) اللہ نے ایسے لوگوں کو متمیّز نہیں فرمایا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے اور (جنھوں نے) اللہ کے سوا اور اس کے رسول کے سوا اور اہلِ ایمان کے سوا (کسی کو) محرم راز نہیں بنایا، اور اللہ ان کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ (سورۂ توبہ:۹/۱۶)

۶۸

جو شخص (اس دن) نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے اس سے بہتر (جزا) ہوگی اور وہ لوگ اس دن گھبراہٹ سے محفوظ و مامون ہوں گے۔ (سورۂ نمل:۲۹/۸۹)

۶۹

اور جو شخص برائی لے کر آئے گا تو ان کے منہ (دوزخ کی) آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے۔ بس تمھیں وہی بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ (سورۂ نمل:۲۹/۹۰)

۷۱

ایسے لوگوں کے لیے جو نیک کرتے ہیں نیک جزا ہے بلکہ (اس پر) اضافہ بھی ہے، اور نہ ان کے چہروں پر (غبار اور) سیاہی چھائے گی اور نہ ذلت ورسوائی، یہی اہل جنت ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ (سورۂ یونس: ۱۰/۲۶)

۷۳

اور بے شک ہم نے ان تمام چیزوں کو جو زمین پر ہیں اس کے لیے باعث زینت (وآرائش) بنایا تاکہ ہم ان لوگوں کو (جو زمین کے باسی ہیں) آزمائیں کہ ان میں سے بہ اعتبارِ عمل کون بہتر ہے۔ (سورۂ کہف: ۱۸/۷)

۷۴

جو کوئی ایک نیکی لائے گا تو اس کے لیے (بطورِ اجر) اس جیسی دس نیکیاں ہیں، اور جو کوئی ایک گناہ لائے گا تو اس کو اس جیسے ایک (گناہ) کے سوا سزا نہیں دی جائے گی اور وہ ظلم نہیں کیے جائیں گے۔ (سورۂ انعام: ۶/۱۶۰)

۷۵

اور اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ جن لوگوں نے برائیاں کیں انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دے اور جن لوگوں نے نیکیاں کیں انھیں اچھا اَجر عطا فرمائے۔ (سورۂ نجم: ۵۳/۳۱)

۷۶

اور (اے حبیب مکرم!) آپ جس حال میں بھی ہوں اور آپ اس کی طرف سے جس قدر بھی قرآن پڑھ کر سناتے ہیں اور (اے امت محمدیہ!) تم جو عمل بھی کرتے ہو مگر ہم (اس وقت) تم سب پر گواہ ونگہبان ہوتے ہیں جب تم اس میں مشغول ہوتے ہو، اور آپ کے رب (کے علم) سے ایک ذرہ

برابر بھی (کوئی چیز) نہ زمین میں پوشیدہ ہے اور نہ آسمان میں اور نہ اس (ذرہ) سے کوئی چھوٹی چیز ہے اور نہ بڑی مگر واضح کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں (درج) ہے۔ (سورۂ یونس: ۱۰/ ۶۱)

۷۷

۔۔۔۔آپ فرما دیجیے: بھلا یہ بتائو کہ جن بتوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو اگر اللہ مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو کیا وہ (بت) اس کی (بھیجی ہوئی) تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا وہ مجھے رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا وہ (بت) اس کی (بھیجی ہوئی) رحمت کو روک سکتے ہیں، فرما دیجیے: مجھے اللہ کافی ہے، اسی پر توکل کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ (سورۂ زمر: ۳۹/ ۳۸)

۸۰

محمود جلال الدین۔ کے ہاتھوں خط ثلث میں لکھا ہوا ایک عربی محاورہ:

محمد (ا) ہیں تو ایک آدمی، مگر عام آدمیوں کی طرح نہیں، وہ ایسے ہی ہیں جیسے پتھروں کے درمیان لعل و گہر۔

۸۲

(اے حبیب! یوں) عرض کیجیے: اے اللہ، سلطنت کے مالک! تو جسے چاہے سلطنت عطا فرما دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت عطا فرما دے اور جسے چاہے ذلت دے، ساری بھلائی تیرے ہی دست قدرت میں ہے، بے شک تو ہر چیز پر بڑی قدرت والا ہے۔ (سورۂ آل عمران: ۳/ ۲۶ تا ۲۷)

۸۳

اور انہی میں سے ایسے بھی ہیں جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں (بھی) بھلائی عطا فرما اور آخرت میں (بھی) بھلائی (سے نواز) اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ یہی وہ

لوگ ہیں جن کے لیے ان کی (نیک) کمائی میں سے حصہ ہے، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (سورۂ بقرہ:۲/۲۰۱تا۲۰۲)

۹۰

ڈیوڈرابرٹس کے ذریعہ کھینچی ہوئی ''مسجد موید'' کا خوبصورت منظر۔

۹۱

لائس کلاڈ موکوٹ کے ذریعہ بنی ہوئی قاہرہ میں '' مسجد کیڈ بے'' کا روحانی منظر۔

۹۲

اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال دیا جس نے (رحم مادر کے اندر ایک نطفہ میں سے) تجھے پیدا کیا، پھر اس نے تجھے (اعضا سازی کے لیے ابتداءً) درست اور سیدھا کیا، پھر وہ تیری ساخت میں متناسب تبدیلی لایا۔ جس صورت میں بھی چاہا اس نے تجھے ترکیب دے دیا۔ (سورۂ انفطار:۸۲/۶تا۸)

۹۵

اسماعیل حقی التومبیزر کے ذریعہ خط ثلث میں مرقومہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۰ : ''اللہ ہر چیز پر قادر ہے''

۹۸

۔۔۔۔کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور بھی) معبود ہے؟ فرما دیجیے: (اے مشرکو!) اپنی دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ (سورۂ نمل:۲۷/۶۴)

۱۰۰

مصطفیٰ رکیم آفندی۔(۱۹۹۷)۔ "۔۔۔۔۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور ہر قسم کا قدرت واختیار اسی کے ہاتھ میں ہے"

۱۰۴

فرما دیجیے کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں (از خود) غیب کا علم نہیں رکھتے سوائے اللہ کے (وہ عالم بالذات ہے) اور نہ ہی وہ یہ خبر رکھتے ہیں کہ وہ (دوبارہ زندہ کرکے) کب اُٹھائے جائیں گے۔(سورۂ نمل:۲۷/۶۵)

۱۰۵

(سورۂ قدر) کی صورت میں قرآن کریم کے اصلی نسخہ کا متن جس کی ڈپارٹمنٹ آف ٹوپکاپی پیلس کے ذریعہ استنبول میں نمائش کی گئی تھی۔

۱۰۶

اس کتاب کا اُتارا جانا اللہ کی طرف سے ہے جو بڑی عزت والا، بڑی حکمت والا ہے۔(سورۂ زمر:۳۹/۱)
۔۔۔۔۔یہ (عظیم) کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اُتارا ہے تاکہ آپ لوگوں کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کے) نور کی جانب لے آئیں (مزید یہ کہ) ان کے رب کے حکم سے اس کی راہ کی طرف (لائیں)، جو غلبہ والا سب خوبیوں والا ہے۔(سورۂ ابراہیم:۱۴/۱)

۱۰۹

یہ نبی (مکرم) مومنوں کے ساتھ اُن کی جانوں سے زیادہ قریب اور حق دار ہیں۔۔۔۔۔۔(سورۂ احزاب:۳۳/۶)

۱۱۰

اور (اے اہل مکہ!) بے شک ہم نے کتنی ہی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو تمھارے اِرد گرد تھیں۔۔۔۔۔

۱۱۱

اور ہم نے اپنی نشانیاں بار بار ظاہر کیں تاکہ وہ (کفر سے) رجوع کر لیں۔(سورۂ احقاف:۴۶/۲۷)

۱۱۳

بھلا وہ شخص جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد اللہ سے ڈرنے اور (اس کی) رضا و خوشنودی پر رکھی، بہتر ہے یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا ہے، سو وہ (عمارت) اس معمار کے ساتھ ہی آتش دوزخ میں گر پڑی، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔(سورۂ توبہ:۹/۱۰۹)

۱۱۵

اور ہم نے انھیں (انسانیت کا) پیشوا بنایا وہ (لوگوں کو) ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف اعمالِ خیر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے (کے احکام) کی وحی بھیجی، اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے۔(سورۂ انبیاء:۲۱/۷۳)

۱۱۹

اور (اے حبیب مکرم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ (آپ) پوری انسانیت کے لیے خوش خبری سنانے والے اور ڈر سنانے والے ہیں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔(سورۂ سبا:۳۴/۲۸)

۱۲۱

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال (اس) دانے کی سی ہے جس سے سات بالیاں اُگیں (اور پھر) ہر بالی میں سو دانے ہوں (یعنی سات سو گنا اَجر پاتے ہیں)، اور اللہ جس کے لیے

چاہتا ہے (اس سے بھی) اضافہ فرمادیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا خوب جاننے والا ہے۔ (سورۂ بقرہ:۲/۲۶۱)

۱۲۳

اور آپ نصیحت کرتے رہیں کہ بے شک نصیحت مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔ اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی اختیار کریں۔ (سورۂ ذاریات:۵۱/۵۵ تا ۵۶)

۱۲۴

اے ایمان والو! جب (بھی) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمھیں کسی کام کے لیے بلائیں جو تمہیں (جاودانی) زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو فرماں برداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے (فوراً) حاضر ہوجایا کرو، اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان (شانِ قربت خاصہ کے ساتھ) حائل ہوتا ہے اور یہ کہ تم سب (بالآخر) اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے۔ (سورۂ انفال:۸/۲۴)

۱۲۵

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اس کے رسولِ (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لے آئو وہ تمھیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے گا اور تمھارے لیے نور پیدا فرمادے گا جس میں تم (دنیا اور آخرت میں) چلا کرو گے اور تمھاری مغفرت فرمادے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا بہت رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۂ حدید:۵۷/۲۸)

۱۲۶

بے شک یہ لوگ اللہ کی جانب سے (اسلام کی راہ میں پیش آمدہ مشکلات کے وقت میں وعدوں کے باوجود) ہرگز آپ کے کام نہیں آئیں گے، اور بے شک ظالم لوگ (دنیا میں) ایک دوسرے کے ہی

دوست اور مددگار ہوا کرتے ہیں، اور اللہ پرہیزگاروں کا دوست اور مددگار ہے۔(سورۂ جاثیہ:۱۹/۴۵)

۱۲۸

پس آپ اسی (دین) کے لیے دعوت دیتے رہیں اور جیسے آپ کو حکم دیا گیا ہے (اسی پر) قائم رہیے اور ان کی خواہشات پر کان نہ دھریے، اور (یہ) فرمادیجیے: جو کتاب بھی اللہ نے اُتاری ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔۔۔۔۔۔

۱۲۹

۔۔۔۔۔۔ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمھارے درمیان عدل و انصاف کروں۔۔۔۔۔۔(سورۂ شوریٰ:۱۵/۴۲)

۱۳۰

سو تم اللہ کے سوا جس کی چاہو پوجا کرو، فرمادیجیے: بے شک نقصان اٹھانے والے وہی لوگ ہیں جنھوں نے قیامت کے دن اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو خسارہ میں ڈالا۔ یاد رکھو یہی کھلا نقصان ہے۔(سورۂ زمر:۱۵/۳۹)

۱۳۱

یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا ہے نہ ان کے مال انھیں اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی بچا سکیں گے اور نہ ان کی اولاد، اور وہی لوگ جہنمی ہیں، جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔(سورۂ آل عمران:۱۱۵/۳)

۱۳۲

فرمادیجیے: اے (میری) قوم! تم اپنی جگہ عمل کیے جاؤ میں (اپنی جگہ) عمل کر رہا ہوں، پھر عنقریب تم (انجام کو) جان لوگے۔(سورۂ زمر:۳۹/۳۹)

۱۳۵

کیا یہ لوگ (زمانۂ) جاہلیت کا قانون چاہتے ہیں، اور یقین رکھنے والی قوم کے لیے حکم (دینے) میں اللہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔ (سورۂ مائدہ:۵/۵۰)

۱۳۸

اور بے شک یہ (قرآن) سارے جہانوں کے رب کا نازل کردہ ہے۔ (سورۂ شعراء:۲۶/۱۹۲)

۱۴۱

ایک تحریر جس میں حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی خصائص و شمائل اور مجسمہ اخلاق حسنہ کی تصویر کھینچی ہے نیز یہ کہ لوگ رسول اللہ سے کیسے ٹوٹ کر محبت و عقیدت رکھا کرتے تھے۔

۱۴۲

بے شک تمھارا (مددگار) دوست تو اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ایمان والے ہیں۔ (سورۂ مائدہ:۵/۵۵)

۱۴۳

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والا ہے، وہی بے حد رحمت فرمانے والا نہایت مہربان ہے۔ (سورۂ حشر:۵۹/۲۲)

۱۴۵

جس نے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا، اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے آپ کو ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا۔ (سورۂ نساء:۴/۸۰)

۱۴۶

آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انھیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں اور انھیں برکت بخش دیں، اور ان کے حق میں دعا فرمائیں، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے (باعث) تسکین ہے، اور اللہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ (سورۂ توبہ: ۹/ ۱۰۳)

۱۵۰

ایک دوسرا رقعہ مبارکہ جس میں حضرت علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ بلند اور آپ کے حیرت واستعجاب میں ڈال دینے والے کردار و سلوک کو پیش کیا ہے۔

۱۵۳

پس تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اُس نور پر ایمان لائو جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، اور اللہ اُن کاموں سے خوب آگاہ ہے جو تم کرتے ہو۔ (سورۂ تغابن: ۶۴/ ۸)

۱۵۴

اور جان لو کہ تم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) موجود ہیں، اگر وہ بہت سے کاموں میں تمھارا کہنا مان لیں تو تم بڑی مشکل میں پڑجائو گے لیکن اللہ نے تمھیں ایمان کی محبت عطا فرمائی۔۔۔۔۔

۱۵۵

۔۔۔۔۔اور اسے تمھارے دلوں میں آراستہ فرمادیا اور کفر اور نافرمانی اور گناہ سے تمھیں متنفر کردیا، ایسے ہی لوگ دین کی راہ پر ثابت اور گامزن ہیں۔ (سورۂ حجرات: ۴۹/ ۷)

۱۶۱

پیغمبر اسلام علیہ السلام کی انگشت مبارک 'ٹوپکاپی پیلس' میں زیارت کے لیے دستیاب ہے۔

۱۶۲

ایک چشم کشا تیمصوری جسے لیلیم آریٹم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔۱۸۷۱۔

۱۶۳

جروم کے ذریعہ پینٹنگ کیا گیا شہر فیوم۔

۱۶۴

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے حالاں کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو، اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں فرماتا۔(سورۂ صف:۶۱/۷)

۱۶۵

ڈیوڈ رابرٹس کے ذریعہ کھینچی گئی تصویر میں (دائیں)نیوبیا اور مصر اور (بائیں)سلطان حسن مسجد دیکھی جا سکتی ہے۔

۱۶۶

اے ایمان والو! تم اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص کو دیکھتے رہنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت) کے لیے آگے کیا بھیجا ہے۔۔۔۔۔۔۔

۱۶۷

۔۔۔۔۔اور تم اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اُن کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔(سورۂ حشر:۵۹/۱۸)

۱۷۰

مسجد نبوی شریف۔ مدینہ منورہ

اے نبی(مکرم!) بے شک ہم نے آپ کو (حق اور خلق کا) مشاہدہ کرنے والا اور (حسن آخرت کی) خوشخبری دینے والا اور (عذاب آخرت کا) ڈر سنانے والا بناکر بھیجا ہے۔ اور اس کے اِذن سے اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منور کرنے والا آفتاب (بناکر بھیجا ہے)۔ (سورۂ احزاب: ۳۳/۴۵ تا ۴۶)

۱۷۱

اور ہم نے انھیں (انسانیت کا) پیشوا بنایا وہ (لوگوں کو) ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف اعمالِ خیر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے (کے احکام) کی وحی بھیجی، اور وہ سب ہمارے عبادت گزار تھے۔ (سورۂ انبیاء: ۲۱/۷۳)

۱۷۲

۔۔۔۔۔ ان کے لیے (بہشت کے) باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جب انھیں ان باغات میں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا تو (اس کی ظاہری صورت دیکھ کر) کہیں گے: یہ تو وہی پھل ہے جو ہمیں (دنیا میں) پہلے دیا گیا تھا، حالاں کہ انھیں (صورت میں) ملتے جلتے پھل دیے گئے ہوں گے ۔۔۔۔۔ (سورۂ بقرہ: ۲/۲۵)

۱۷۵

پائٹر گیسلس (۱۶۹۰-۱۶۲۱) کے ذریعہ بنا: "باغ"

۱۷۶

ابراہیم صفی کے ذریعہ کی گئی "سٹل لائف پینٹنگ"

۱۷۸

اس جنت کا حال جس کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا گیا ہے (یہ ہے) کہ اس کے نیچے سے نہریں بہ رہی ہیں، اس کا پھل بھی ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس کا سایہ (بھی)، یہ ان لوگوں کا (حسن) انجام ہے جنھوں نے تقویٰ اختیار کیا، اور کافروں کا انجام آتش دوزخ ہے۔ (سورۂ رعد: ۱۳/ ۳۵)

۱۸۰

اسی طرح ہم نے تمھارے اندر تمھیں میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمھیں (نفساً و قلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمھیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمھیں وہ (اسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔ (سورۂ بقرہ: ۲/ ۱۵۱)

۱۸۲

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انھی میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھیجا وہ اُن پر اس کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور اُن (کے ظاہر و باطن) کو پاک کرتے ہیں اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، بے شک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (سورۂ جمعہ: ۶۲/ ۲)

۱۸۵

بے شک تمھارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے۔ تمھارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمھارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔ (سورۂ توبہ: ۹/ ۱۲۸)

کعبہ معظمہ۔

دروازۂ شاہ فہد۔

۱۹۷

"غلافِ کعبہ" جوڈپارٹمنٹ آف ٹوپکائی پلیس کے مقدس آثار قدیمہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

۱۹۸

اور وہ (اپنی) خواہش سے کلام نہیں کرتے۔اُن کا ارشاد سراسر وحی ہوتا ہے جو انھیں کی جاتی ہے۔(سورۂ نجم:۵۳/ ۳تا۴)

۱۹۹

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زور آور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔۔۔۔۔۔۔(سورۂ فتح:۴۸/ ۲۹)

۲۰۰

۔۔۔۔۔اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو (ایک شریعت پر متفق) ایک ہی امت بنا دیتا؛لیکن وہ تمھیں ان (الگ الگ احکام) میں آزمانا چاہتا ہے جو اس نے تمھیں (تمھارے حسب حال) دیے ہیں، سو تم نیکیوں میں جلدی کرو۔۔۔۔۔۔

۲۰۱

۔۔۔۔۔اللہ ہی کی طرف تم سب کو پلٹنا ہے، پھر وہ تمھیں ان (سب باتوں میں حق و باطل) سے آگاہ فرمادے گا جن میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۔(سورۂ مائدہ:۵/ ۴۸)

۲۰۳

اور جو کوئی اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روزِ قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے جو کہ انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔(سورۂ نساء:۴/ ۶۹)

۲۰۶

(اے حبیبِ مکرم!) یہ (قصہ) غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم آپ کی طرف وحی فرمارہے ہیں، اور آپ (کوئی) ان کے پاس موجود نہ تھے جب وہ (برادرانِ یوسف) اپنی سازشی تدبیر پر جمع ہو رہے تھے اور وہ مکروفریب کر رہے تھے۔ (سورۂ یوسف: ۱۲/ ۱۰۲)

۲۰۷

(اے محبوب!) یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی فرماتے ہیں، حالاں کہ آپ (اس وقت) ان کے پاس نہ تھے جب وہ (قرعہ اندازی کے طور پر) اپنے قلم پھینک رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے اور نہ آپ اس وقت ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ (سورۂ آل عمران: ۳/ ۴۴)

۲۱۰

اہل روم (فارس سے) مغلوب ہو گئے۔ نزدیک کے ملک میں۔۔۔۔۔ (سورۂ روم: ۳۰/ ۳ تا ۴)

لیک لوٹ۔

۲۱۲

اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں نائب بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجات میں بلند کیا تاکہ وہ ان (چیزوں) میں تمہیں آزمائے جو اس نے تمہیں (امانتاً) عطا کر رکھی ہیں۔ بے شک آپ کا رب (عذاب کے حقداروں کو) جلد سزا دینے والا ہے اور بے شک وہ (مغفرت کے امیدواروں کو) بڑا بخشنے والا اور بے حد رحم فرمانے والا ہے۔ (سورۂ انعام: ۶/ ۱۶۵)

قبۃ الصخریٰ - اور - مسجد الاقصیٰ۔ (۱۸۹۰)

۲۱۶

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم کی ایک آیت کے ذریعہ باخبر کیا گیا تھا کہ بنی اسرائیل اپنی قوت دوبارہ لے کر اٹھیں گے ، نصاریٰ نہایت ہی خستہ حالت میں در بدری کی زندگی گزاریں گے اور ان کا اپنا کوئی مرکز نہ ہو گا۔ ذرا غور کریں کہ سالوں قبل کی قرآن کریم کی یہ آیت ڈیوڈ بن گورین (بائیں) کی اس تصویر میں کس طرح سچ ثابت ہو رہی ہے جب اس نے ۱۹۴۸ء میں صوبہ اسرائیل کی بنیاد کو واضح کیا۔

۲۱۹

فاتح سلطان محمد۔ قسطنطنیہ کی حراست اور سلطانِ روم کا انحطاط یعنی قیصریت کے عنوان کا خاتمہ۔

۲۲۳

دہشت و تشدد کی ریل پیل، آثار ہائے قیامت میں سے ایک نشانی ہے۔ جس کا گراف پوری دنیا میں روز افزوں ہے۔

ماضی میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلی ہوئیں (وقوعِ قیامت کے حوالے سے)خبریں اور عصر حاضر میں ان کی ہو بہو وقوع پذیری میں موافقت اس مقدس و محترم انسان کا ایک عظیم و جلیل معجزہ ہے۔

۲۲۴

مختلف ممالک میں جنگوں کی گرم بازاری ، جہاں کہ معصوم اور بے گناہ لوگ بلاوجہ موت کے بھینٹ چڑھ رہے ہیں ۔قیامت کی وقوع پذیری کے حوالے سے زبانِ رسالت سے بیان کی گئیں نشانیوں میں یہ دوسری اہم معجزاتی نشانی ہے۔

۲۲۵

دنیا بھر میں لادینیت پھیلانے والی ویب سائٹوں کے کچھ نمونے۔

۲۲۶

حدیث کے اندر قیامت رونما ہونے والی خبروں میں سے ایک ''شہروں کی تباہی'' بھی ہے۔ حال ہی میں (دائیں) میکسکو اور (بائیں) ٹوکیو میں آئے ہوئے زلزلے اسی معجزاتی خبر کے اظہار یے تصور کیے جاسکتے ہیں۔

۲۲۷

دنیا میں دولت و توانائی کے وسائل کے باوجود متعدّد ممالک میں فاقہ مستی کی فضا چھائی ہوئی ہے۔ یہ بھی انہیں نشانیوں میں سے ایک ہے جس کے متعلق ہمیں اچھی طرح غور و فکر کرنا چاہیے۔

۲۲۸

ہم جنس کی شادیاں، جس کی بابت نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وسلم نے قریبًا چودہ سو سال پہلے اطلاع دے دی تھی۔ اب اس کا تماشہ دنیا کے مختلف حصوں میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔
دی ٹیلی گراف:۱۹/۷/۲۰۰۰

۲۲۹

سائوتھ ریویو، ۵/ اگست۔ ۲۰۰۱

دی ڈیلی ٹیلی گراف:۹/۵/۲۰۰۰

نیوز ویک:۸/ مئی ۱۹۹۹

۲۳۱

نیوز ویک: ۱۱/ فروری ۱۹۸۰

باشندگانِ افغانستان کی یہ تصویریں ۱۹۷۹ء میں روسی فوجیوں کے ذریعہ کیے گئے تشدد و بربریت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

۲۳۲

پڑوس ملکوں میں پانی کی قلت و بحران

شام اور عراق کی کشیدگی سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ وقت قریب آرہا ہے جب نہر فرات سے پانی کی ترسیل بند ہوجائے گی۔

ترکی، ۱۳/ جنوری یا ۱۳ فروری کے درمیان نہر فرات سے پانی کی ترسیل بند کردے گا۔

نئے ڈیم کو سلام۔ یہ زمینیں اب ایسی ہوچکی ہیں کہ سونے کو منہ چڑھا رہی ہیں، اب بجلی کی پیداوار کی جاسکتی ہے، زمین کی سرسبز و شادابیت میں کئی گنا اضافہ ہوسکتا ہے کہ جمع شدہ پانی سے آب پاشی کا کام لیا جائے گا اور رابطے بہت آسان ہوجائیں گے۔

جیسا کہ ذیل کے ڈائیگرام سے دیکھا جاسکتا ہے، ڈیم ایک بڑے پہاڑ کی مانند ہے۔ اس ڈیم (پہاڑ سے تجزیۂ حدیث کے مطابق) اتنی ہی قیمتی چیزیں گرتی ہیں جیسے کہ سونا۔ اس سبب سے ڈیم کو "کوہِ زرین" تصور کیا جاسکتا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

۲۳۳

ریچسٹیج (جرمن ایوانِ حکومت) ۱۹۴۵ء میں اپنی تباہی کے بعد۔ ذیل کی تصویر ۱۹۹۹ء میں تعبیر جدید کے بعد ہو بہو وہی عمارت دکھاتی ہے۔ بہت سی عمارتیں اپنے انہدام کے بعد پھر انھیں قدیمی ڈھانچوں پر بعینہٖ تیار کی گئی ہیں۔

۲۳۵

سکائی ٹیلی سکوپ میگزین، جولائی:۱۹۹۹

بالا:۳۱/ جولائی ۱۹۸۱ء کے سورج گرہن کی ایک تصویر۔

اوپر:ایڈیشن ۱۹۹۹ء سکائی ٹیلی سکوپ میگزین میں شائع شدہ ۱۹۸۱ء کے ایکلیپس کی ایک تصویر۔

بائیں طرف والی تقویم ۱۹۸۲-اور ۱۹۸۱ کے شمسی اور قمری گرہن کی تاریخیں دکھاتی ہے۔

۲۳۶

۶/ مارچ کو سوویٹ ویگاون خلائی جہاز نے برفانی مرکزوالے دمدار ستارے کی اولین تصویریں واپس بھیجنے کے لیے کومیٹ کے ہالی کے پانچ ہزار پانچ سومیل سے پرواز بھری۔

بیسواں کرونیکل (۳/۱۹۸۶)صفحہ:۱۲۷۸

۲۳۷

۱۹۷۹ء میں حج کے دوران کعبہ پر چڑھائی کرکے قتل عام کرنے کی سازش کی گئی۔ جیسا کہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔یہ خونخوار حملہ یکم محرم ۱۴۰۰ھ (۲۱/ نومبر ۱۹۷۹)میں وقوع پذیر ہوا۔بالفاظِ دیگر چودھویں صدی کے بالکل آغاز پر۔اس عہد کے شروعات پر جب قیامت کی نشانیاں یکے بعد دیگرے واقع ہونا شروع ہوگئیں۔

ٹائم،۳/۱۲/۱۹۷۹

۲۳۸

ترکی گزٹ،۱۲/ اگست ۱۹۸۷

ایرانی حجاج خمینی کے پوسٹرز کو ایک احتجاج کے دوران اٹھائے ہوئے۔مکہ میں تصادم: مجموعی اموات ۴۰۲

۲۳۹

جولائی۱۹۹۱ء میں عراق نے کویت پر چڑھائی کردی، اور نتیجتاً کویتی ذخیرۂ تیل نذرِ آتش ہوگیا، اور خلیج فارس شعلوں کی لپیٹ میں آگئے تھے۔

۲۴۰

صدام کے حسب حکم فوجیوں نے کویتی ذخیرۂ تیل کو آگ لگایا تھا۔

۲۴۱

آسمان سے یہ کرشماتی طور پر واقع ہونے والا شاید عظیم دھماکہ ہو جو بیسویں صدی میں واقع ہوا۔ تصویر کے بائیں جانب ۱۹۹۶ء میں لی گئی سورج کی ایک تصویر ہے۔ اور دائیں طرف والی امیج ۲۰۰۰ء میں لی گئی ہے، اور دھماکہ کے بعد اس کی جدید ہیئت دکھارہی ہے۔

۲۴۴

انور سادات، جو ۱۹۷۰ء میں مصر میں سریر آرائے سلطنت ہوا، اور گیارہ سال تک اس عہدے پر بحال رہا، ۱۹۸۱ء میں ایک فوجی مارچ پاسٹ کے درمیان اپنے حریفوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔ دوسرے مصری قائدین بھی قتل کا نشانہ بنے بشمول وزیر اعظم بوٹرس غلی جو ۱۹۱۰ء میں ہلاکت ہوئے۔ اور وزیر اعظم محمود نکریشی پاشا جنھیں ۱۹۴۸ء میں موت کی بھینٹ چڑھادیا گیا۔

لبنان کا مہلوک پھلیج صدر، بشیر جمیل

لفظ ''شام'' سے صرف سوریا کا شہر دمشق ہی مراد نہیں ہوتا بلکہ عربی میں اس کے معنی ''بائیں'' کے بھی ہوتے ہیں۔ اور زمانے سے اس کا استعمال ان ملکوں کے لیے ہوتا چلا آیا ہے جو ملک حجاز (جہاں حرمین شریفین آباد ہیں) کے بائیں سمت واقع ہیں، جہاں پر بہت سے قائدین قتل کردیے گئے ہیں۔ ان میں کچھ یہ ہیں: لبیا کے سابق وزیر اعظم صلاح الدین بیتار (بائیں زیریں) کا ۱۹۸۰ء میں قتل ہوا۔ شامی وزیر اعظم ڈروبی پاشا ۱۹۲۱ء میں مارے گئے۔ شامی وزیر اعظم محسن البرازی ۱۹۴۹ء میں ہلاک

ہوئے۔ شاہ عبداللہ جارڈن ۱۹۵۱ء میں قتل کیے گئے۔ اور لبنانی پھلنج لیڈر بشیر جمیل (دائیں بالا) ایک بم دھماکہ میں ۱۹۸۲ء میں ہلاک ہوئے۔

۲۴۵

۲۶/ اکتوبر ۱۹۵۶ء میں اسرائیل نے مصر پر حملہ کیا اور جزیرۂ سنائی پر قبضہ جمانا شروع کر دیا۔ آتش جنگ تو جلد ہی سرد پڑ گئی لیکن اس کے بعد اقوام متحدہ، اور یو این امن فوج نے اسرائیلی سرحد پر اپنا مستقل اڈہ جما لیا۔

اسرائیل اور مصر کے درمیان پھر دوسری ششم روزہ جنگ ۱۹۶۷ء میں ہوئی۔ اختتام جنگ پر اسرائیل نے پورا غزہ پٹی، سنائی جزیزہ، نہر اُردن کے مغربی کنارہ، شہر یروشلم اور گولم ہائٹس پر اپنا غاصبانہ قبضہ جما لیا۔

۲۴۶

نیویارک ٹائمز: ۱۹/ اپریل ۱۹۰۶ء

۲۵۴

گیہوں کی پیداوار میں اضافے کی بات ذیل کی سائٹ نے کی ہے:

www.worldbank.org/html/cgiar/press/wheat3.html

گیہوں صدیوں کا معجزاتی اناج ہے۔ سی جی آر کے چیئرمین، اور انوائرنمنٹلی سسٹینیبل ڈیویلپمنٹ کے ورلڈ بینک نائب مدیر اسمٰعیل سراج الدین نے کہا: ''گیہوں صدیوں کا معجزاتی اناج ہے''۔ انھوں نے مزید کہا: گیہوں میں افزودگی کے عمل نے کھانے کی قلت کو روک رکھا ہے اور ایشیا، لاطین امریکہ اور افریقہ کے کچھ وسیع علاقوں کے غذائی تحفظ کا ذمہ لیے ہوئے ہے۔

۱۹۸۱، ۲ اور ۲۰۰۰-۱۹۹۹ء میں گیہوں کی پیداوار کے اعداد و شمار اس ویب سائٹ پر دیکھے جا سکتے ہیں:

www.economic.idsc.gov.eg/book/agricul.htm website show a .90% rise

ٹکنالوجی اس دور کی سب سے برق رفتار قوت ہے۔ پیداوار کی قیمت و مقدار میں زبردست اضافہ ہوا ہے۔ یہ زود ترقی خصوصاً جینٹک سائنس کے میدان میں صنعتی ٹکنالوجی کے اندر بالکل ایسا ہی انقلاب لا رہی ہے جس طرح ٹکنالوجی کے دیگر شعبوں میں۔

توسیع حیات کے حوالے سے قریباً نصف سے زیادہ ترقی نے بیسویں صدی میں جنم لیا ہے۔ اس موضوع پر وافر مواد ذیل کی سائٹ سے حاصل کیا جا سکتا ہے:

(www.hsph.harvard.edu/review/special.htm)

اس صفحہ کے مطابق علی سبیل المثال اقوامِ متحدہ کے اندر ۱۹۰۰ء سے ۱۹۹۵ء تک ۴۷ سال سے ۷۸ سال تک متوقع زندگی کا عرصہ زیادہ ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اول: جب لوگ غربت کے مارے ہوں گے، تو جوانی ہی میں لقمہ اَجل بن جائیں گے ۔۔۔۔۔۔۔۔ دوم: گو آپ ۱۹۰۰ء میں بڑی دولت کے مالک تھے، اس وقت تک اس کی مدد سے آپ ۲۵ سالہ عرصہ حیات حاصل نہیں کر سکتے۔ لیکن ۱۹۹۰ء میں یہ عرصہ حیات آسانی سے میسر ہو گا۔ جب ہر فرد کی کمائی میں معمولی سا بھی اضافہ ہو گا اس سے بھی متوقع زندگی پر مثبت اثرات پڑتے ہیں۔

(www.viewzone.com/aging.html (یہ سائٹ کچھ اعداد و شمار پر مبنی ہے۔ اس کے مطابق نومولود بچے کوئی ۷۶ سال تک جینے کی استعداد کے حامل ہوں گے، لیکن اس موضوع پر نظر ثانی کر لینے کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ ۱۷۹۶ء میں زندگی کی توقع محض ۲۴ سال بتائی گئی تھی، کوئی ایک صدی کے بعد ڈبل ہو کر ۴۸ تک پہنچ گئی، اور اب ۷۶ سال تک آ پہنچی ہے۔ یہاں امریکہ میں نصف

سے زیادہ بومرس بچے پورے صحت مندانہ خروش کے ساتھ اپنی سوویں سالگرہ منانے جارہے ہیں۔ یہ بات امریکی اکیڈمی آف انٹی ایجنگ کے (محقق) رونالڈ کلٹز نے کہی ہے۔

۲۵۹

تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائو اور ان (کے دین) کی مدد کرو اور ان کی بے حد تعظیم و تکریم کرو، اور (ساتھ) اللہ کی صبح و شام تسبیح کرو۔ (سورۂ فتح:۴۸/۹)

۲۶۰

وہی آسمانوں اور زمین کو وجود میں لانے والا ہے، اور جب کسی چیز (کے ایجاد) کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو پھر اس کو صرف یہی فرماتا ہے کہ ''تو ہوجا'' پس وہ ہوجاتی ہے۔ (سورۂ بقرہ:۲/۱۱۷)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆